عصر حاضر کے مجددِ تبلیغ،
مولانا الیاس صاحبؒ کے فیض یافتہ

تذکرہ وسوانح

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

۱۹۲۲ — ۲۰۱۸

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی سوانح عمری،
احوال وواقعات اور سیرت وکردار کا حسین مجموعہ

شعبہ نشر و اشاعت
جامعہ دارالتقویٰ، لاہور

عصر حاضر کے مجددِ تبلیغ مولانا الیاس صاحبؒ کے فیض یافتہ

تذکرہ و سوانح

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ دار التقویٰ

کتاب: تذکرہ وسوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مرتب: محمد ذوالکفل

طباعت: 1100

سن اشاعت طبع اول: 2019ء

سن اشاعت طبع دوم: 2023

ضخامت: 344

قیمت: 600روپے

ناشر

جامعہ دارالتقویٰ، لاہور

ملنے کا پتہ

جامعہ دار التقوی

چوبرجی پارک لاہور

فون: 0321-7771130

فہرست مضامین

حرف اولین (اشاعت اوّل)	مولانا اویس صاحب	15
حرف اولین (اشاعت دوم)	مولانا اویس صاحب	19
عرض مرتب (اشاعت اوّل)	محمد ذوالکفل	21
عرض مرتب (اشاعت دوم)	محمد ذوالکفل	25
تاریخی یاداشت	محمد ذوالکفل	27
ابتدائیہ		28
مسلمانوں میں ایمان ویقین کے تنزل کا احساس		30
زندگی کے رخ کی تبدیلی		31
مسلمانوں میں دینی طلب اور قدر کا فقدان		32
مدینہ منورہ کے قیام میں مولانا الیاسؒ کا عجب اضطراب و بے چینی		33
میوات میں کام کا استحکام اور میوات کے باہر شہروں میں دعوت وتبلیغ		33
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نام ایک خط		34
سوزِدروں		35

میوات میں دین کی عام اشاعت		37
ضلع مظفرنگر وسہارن پور میں جماعتوں کی نقل وحرکت		38
حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی اور انتقالِ نسبت		39
دعوت وتبلیغ کی فکری اساس (یا بنیادی ایمان ویقین)		40
حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ		45
پاکستان میں امارتی نظام:		46
تبلیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر:		47
تبلیغی جماعت پاکستان کے دوسرے امیر		47
تبلیغی جماعت پاکستان کے تیسرے امیر		49
دعوت و تبلیغ کا تاریخی پس منظر اورشورائی نظام کا جائزہ		50
پاکستان کی صورتحال :		61
سوانح (حیات وخدمات)	ذوالکفل	62
پیدائش، ایام طفولیت، ابتدائی حالات، خاندانی پس منظر		63
تاریخ پیدائش میں ایک مغالطہ		63
وجہ تسمیہ		64
خاندانی پس منظر		64
حاجی صاحب کی پیدائش میں ایک عجیب واقعہ		65
آغازِ تعلیم		67

لاہور میں قیام		68
کالج کے زمانے کے دوران معمولات		68
کالج کے زمانے میں دعوت کے کام کی ابتداء		69
طبیعت کی چستی اور نشاط		70
جوانی میں چار اکابر سے تعلق		72
حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ		73
حضرت مولانا عطاءاللہ شاہ بخاریؒ		76
تعارف شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ		79
مکتوب محترم عبدالوہاب کمتھلویؒ		80
حضرت مدنی کا جواب		82
تذکرہ : مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ		89
کالج سے فراغت اور واپسی		91
مرکز نظام الدین آمد		92
پہلی ملاقات		93
دل سے جو بات نکلتی ہے:		94
ایک اہم شخصیت		95
آپ ہمیں تختہ مشق بنانا چاہتے ہیں		96
سب سے پہلی تشکیل		96
نظام الدین میں گشت کا عمل		97
اللہ کی عظمت		98

ایک خوف کا ازالہ		98
یہ تو میرے علم کا کوٹلہ ہے		99
صحبتے با اہل حق		99
مولانا عبید اللہ سندھی صاحب کی نظام الدین آمد		102
ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء :		103
بڑوں کا ادب:		104
مسلمان کا حسن ظن		105
مجھے آپ کے کام پر سوا شکال ہیں:		106
اللہ کی رحمت اترنے والی ہے		107
حجاز مقدس کی طرف پہلی جماعت		107
میرے چاند تجھ کو تھوڑی ڈانٹا ہے!		108
مفتی کفایت اللہ صاحب کی تصدیق		111
مفتی کفایت اللہ صاحب سے سنا پہلا تبلیغی بیان		111
ابتدائی زمانے میں اعمال دعوت		112
مولانا الیاسؒ کے کام کے ابتدائی دور کی حالت :		112
مولانا الیاس صاحبؒ کی جانشینی کا مسئلہ		113
انتقال نسبت		117
حاجی صاحب رحمہ اللہ مولانا یوسف رحمہ اللہ کے زمانے میں		118
بے مثال توکل		119

کروں گا وہ جو یہ کہیں گے		119
یہ تو مولوی یوسف کا خاص آدمی ہے!		120
حضرت رائے پوری کی خلافت!		120
ہمیں تم پر اعتماد ہے		121
یوسف کے پکے رہیو!		121
مولانا یوسف کی ایک خاص وصیت:		122
اس چار دیواری میں کبھی فاقہ نہ آئے گا		123
دو اہم باتیں:		123
حاجی صاحب کے والد کی نظام الدین آمد		124
حاجی صاحب کی شادی		125
حاجی صاحب کے والد کی ناراضگی		126
یہ مبلغ اعظم کی بہن ہے		127
حاجی صاحبؒ کی تربیت		127
محبت تو تجھے یوسف سے ہے		128
مولانا یوسف صاحب کا اعتماد		129
اعمال دعوت		130
تمھیں کام کرنا آ گیا:		131
پارلیمنٹ کے باہر دعوت کا کام		131
تقسیم ہند		132
پاکستان کی طرف ہجرت		132

پہلی جماعت دہلی سے لاہور تک		133
ہجرت کی خونچکاں داستان		135
حاجی صاحبؒ پاکستان میں		141
ایک چلہ کی تشکیل		142
رائے ونڈ مرکز کی جگہ کا حصول		142
رائے ونڈ مرکز کے ابتدائی حالات		144
پہلا تبلیغی اجتماع رائے ونڈ		145
موت پر بیعت		145
پاکستان کے اندر تبلیغی امراء		147
مولانا یوسفؒ کا پنڈی کا ایک سفر		149
پاکستان کا آخری سفر		150
مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دعوتی کام		154
دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک		155
مولانا سید سلیمان ندویؒ کی پاکستان آمد		163
مفتی محمد شفیع صاحب اور حاجی صاحب کی ملاقات		165
مفتی شفیع صاحب کی جماعت کو ترغیب		166
مولانا عزیر گل صاحب سے ملاقات		167
حاجی صاحبؒ کا تاجر برادری سے میل ملاپ		168
شانِ بے نیازی		170

مولانا احسان صاحب کی زبانی حاجی صاحب کی فکرو کڑھن		170
دعوت وتبلیغ میں فنائیت		171
سیاسی حالات پرنظر		172
ذکاوت حس		173
حاجی صاحب کا اپنے سے اختلاف رائے رکھنے والوں سے معاملہ		174
مخالفین سے سلوک		175
احساس ذمہ داری		175
علم اور اہل علم کی قدر		176
حاجی صاحب کا تھپڑ		177
خواص کی تعریف حاجی صاحب کی زبانی		178
شب وروز کے معمولات		179
جادو والی کتاب:		181
حاجی صاحبؒ کی ذاتی بیاض		181
روزانہ پڑھنے کا معمول تھا		182
ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین		183
اسماء حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین		183
درود شریف		184
ہر کام کی کفایت کے لیے		189
تمام آفتوں سے حفاظت کے لیے		190

مولانا الیاس صاحب یہ دعا کثرت سے مانگتے تھے		191
جسمانی روحانی امراض اور کفر اور فقر سے حفاظت کے لیے۔		191
سید الاستغفار۔۔مرتے ساتھ ہی دخول جنت کا پروانہ		192
اذکار میں تقصیر کی تلافی کے لیے (ابوداؤد)		192
دنیا اور آخرت کی عافیت اور بھلائی کو حاصل کرنے کے لیے		193
ایک جامع دعا (جب اپنے لیے پڑھے)		194
ہر بیماری سے شفا اس دعا میں ہے		194
دشمن کے شر سے حفاظت کے لیے		195
قرض کی ادائیگی کے لیے		195
امرتبہ ستر ہزار فرشتوں کی دعا اور شہادت کی موت کے لیے		195
امرتبہ ادائے قرض کے لیے مجرب نسخہ سونے سے قبل پڑھیں		195
غلام اور لونڈی کے حصول سے بہتر فرمایا		195
جن بھوت وغیرہ سے حفاظت کے لیے (ترمذی)		196
سحر سے حفاظت کے لیے		196
جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے اور یہ دعا پڑھے:		197
پریشانی دور کرنے کے لیے نبوی نسخہ		197
دعاء حضرت ابوالدرداؓ		200
ستر اور پردے والی جگہوں پر بیماری سے حفاظت کے لیے		200
جادو کو دور کرنے کے لیے		200
دعا حضرت علاء حضرمیؓ		202

دشمن سے حفاظت کے لیے		202
دعا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ		202
ہر شریر کے شر والے جذبات سے تحفظ کے لیے		202
برائے یرقان		203
برائے شوگر		203
برائے جملہ امراض		203
حج یا عمرہ میں رکاوٹ پر:		203
رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے:		204
ہر چیز سے حفاظت کے لیے		204
برائے کینسر (ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ)		204
کینسر اور ہر موذی اور لاعلاج مرض کے لیے		210
ہر موذی مرض سے شفاء کے لیے		210
شہادت کی موت کے لیے		210
بہترین درود شریف		210
جماعتوں کو ویزے کے حصول میں آسانی کے لیے		211
مرتے دم تک صحیح سلامت رہنے کا نسخہ		212
لاعلاج امراض کا علاج		212
متفرق باتیں جن کو حاجی صاحبؒ روزانہ پڑھتے تھے		213
مسجد وار جماعت کے امور		215
مسجد وار کام کے امور		215

تعلیم کا موضوع :		216
بھائی فاروق صاحب بنگلور والے سے یہ بات ہوئی۔		216
آب زم زم سے علاج		218
حاجی صاحب کی فنائیت		219
حاجی صاحبؒ کی ایک اہم وصولی		220
عرب ممالک میں سب سے پہلی جماعت		221
حاجی صاحب کی بصیرت، دور اندیشی اور حکمت پر مبنی چند طے کردہ دعوتی امور		222
پرانوں کا جوڑ		223
عالمی امور کے لیے شوریٰ کا قیام		223
تبلیغ میں نئے لوگوں کی باتوں کو بھی ادب سے سننا		226
ماہانہ مشورہ		228
حاجی صاحبؒ فتنوں کے مقابلے میں ایک سد سکندری		228
ایک عہد ساز شخصیت		229
حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سالوں میں چند طوفانی اسفار		241
حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عوارض و امراض		245
آخری ایام اور وفات		251
وفات کا اعلان رائے ونڈ کے منبر سے		251

پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ		252
مولانا طارق جمیل صاحب کا حاجی صاحبؒ کے جنازے پر دردبھرا بیان		253
مولانا محمد فہیم صاحب کا حاجی صاحبؒ کے جنازے پر رقت انگیز بیان		256
جنازہ گاہ میں وصیت پڑھ کر سنائی گئی		264
نماز جنازہ :		264
تدفین		265
ملفوظات		266
حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کے ملفوظات		268

حرف اولین

(اشاعت اول)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

انسان کی زندگی غم وفرحت سے مرکب ہے یہ زندگی دیکھنے میں بہت طویل ہے لیکن حقیقت میں چند لمحے ہیں وہ بھی ادھورے۔ اسی زندگی میں بعض اوقات انسان کے ساتھ کچھ ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں جو انسان کے دل ودماغ پر مثل پتھر کی لکیر کے نقش ہو جاتے ہیں جن کا کسی بھی وقت دماغ سے محو ہونا ناممکن ہوتا ہے اور ان واقعات کا یوں راسخ ہونا درحقیقت اس واقعے میں موجود اس کردار کی وجہ سے ہوتا ہے جو انسان کو عزیز ہوتا از جان ہوتا ہے اور ان واقعات کا ذہن میں ہر وقت موجود ہونا دراصل اسی کردار سے تعلق کی بدولت ہوتا ہے جسے انسان چاہتے ہوئے بھی دماغ سے نہیں نکال سکتا۔

یہ دنیا چل چلاؤ ہے سینکڑوں لوگ روزانہ ہمارے سامنے اگلے جہاں منتقل ہوتے ہیں وقتی غم وافسوس ہوتا ہے اور پھر دنیا کے کاروبار اپنی طرف مشغول کر لیتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کی جدائی یاد آنے پر زخم پہلے کی طرح ہرا محسوس ہوتا ہے اور اب جب ان کو ان کے نام ساتھ رحمہ اللہ سے پکارا جاتا ہے تو دل ودماغ یقین کرنے سے انکاری ہو جاتا ہے۔

یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا ذکر قلب کی شادمانی اور سرور کا باعث ہوتا ہے اور ان کے تذکرے کے وقت انسان یہ بھول ہی جاتا ہے کہ اب تو اس کے اور ہمارے درمیان ایک حائل آ چکا ہے اور تصور میں اسے سامنے محسوس کر کے فرحت جاں کا سامان کرنے لگتا ہے۔

تم مخاطب بھی ہو قریب بھی ہو
تم کو دیکھیں کہ تم سے بات کریں

انہی ناقابل فراموش شخصیات میں سے ایک میرے مربی ومرشد "حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب" تھے۔ ان کے بابرکت نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھنا قلم کے لیے تو انتہائی سہل ہے لیکن دل کی تختی پر لکھنے کی شاید آخری سانس تک ہمت نہ ہو سکے۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے اور ہمیں ان کے فیض کا حظ وافر نصیب فرمائے۔

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب ۱۹۲۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی اور پھر مڈل اور میٹرک کے بعد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں داخلہ لے لیا یہیں پر میرے والد محترم حاجی گلزار صاحب سے تعلق ہوا اور دوستی اس حد تک ہوئی کہ برادرانہ تعلقات تک پہنچ گئی۔ والد صاحب کی زبانی حاجی صاحب کے متعلق بہت سے واقعات کالج کی زمانے کے بھی سنے۔ اسی تعلق کا اثر تھا کہ ہمیں بھی ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح سمجھا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد اگر کبھی کسی جگہ محبت پدری کو میں نے محسوس کیا تو وہ حاجی صاحب کی ہی شخصیت تھی جس کے وجود سے باپ کی سی محبت، شفقت اور اپنائیت کا احساس چھلکتا تھا۔ ان کے پاس ہوتے ہوئے کبھی یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ میرے سر پہ سایۂ پدر نہیں ہے ان کی صحبت میں گزرے ہوئے لمحات چاہے کتنے طویل ہوتے لیکن ہمیشہ یوں محسوس ہوتا جیسے بس ایک دو منٹ کی رفاقت نصیب ہوئی ہے۔

وفات سے چند مہینے قبل جب حاضری کا موقع ملا تو دیکھتے ہی بستر پر لیٹے لیٹے بانہیں پھیلا لیں اور "میرا منا میرا منا" کہتے ہوئے اپنے سینے سے لگالیا۔ اس محبت کو اب کیا نام دوں کچھ بھی کہہ دوں حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

پہلے غم فرقت کے یہ تیور تو نہیں تھے
رگ رگ میں اترتی ہوئی تنہائی تو اب ہے

حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم سانحہ ہے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ کاش ان کے حقیقی احوال وواقعات مجتمع ہو جائیں تا کہ ان کی سیرت وکردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں جو سب کے لیے زادراہ بن سکیں۔ اس سلسلے میں ہمارے ادارے جامعہ دارالتقویٰ کے کچھ نوجوان فاضلین نے ہمت کی اور اس عظیم کام کو سرانجام دینے کی ذمہ داری اُٹھائی۔ یہ ہمارے ہی گلشن کے پھول ہیں اور ان کا یہ احسن قدم یقیناً ادارے کی ترقی کے لیے خوش آئند ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں یہ بات مدنظر رہی کہ حاجی صاحبؒ کے حقیقی احوال مستند ذرائع سے اکٹھے کیے جائیں، اس میں حسن نیت کی وجہ سے اللہ کا یہ فضل ہوا کہ حاجی صاحب کے خادم خاص مولانا فہیم صاحب نے اس کتاب کی تیاری میں بذات خود تعاون فرمانے کی حامی بھرلی۔ مولانا فہیم صاحب کے اس تعاون پر میں از خود بے حد مشکور ہوں کہ حاجی صاحب کے یقینی احوال کا ایک مستند ذخیرہ یقیناً اُن ہی سے مل سکتا تھا۔ اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ تیاری کے آخری مراحل تک ساتھ دیتے رہے اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ دعاؤں میں بھی یاد فرماتے رہے۔

ایک طویل انتظار کے بعد آخر کار کتاب آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ ساری محنت کی باوجود بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خالی از خطاء ہے چونکہ وہ خاصۂ بشریت ہے لہٰذا قارئین سے التماس ہے کہ پڑھنے کے دوران اگر کسی غلطی پر مطلع ہوں تو براہ کرم ہمیں اطلاع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جا سکے۔

آخر میں، میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں کسی بھی درجہ میں تعاون کیا۔ لکھنے سے لے کر چھپنے تک بہت سے حضرات نے کوشش فرمائی اللہ ان سب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ہمیں دین متین کی عالی محنت کے ساتھ مرتے دم تک جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

اویس احمد

مہتمم جامعہ دار التقویٰ

حرفِ اوّلین

(اشاعت دوم)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اما بعد

اللہ وحدہ لاشریک کا بے پناہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں دین کی نسبت عطا فرمائی ہے، اس خدائے بزرگ و برتر کا کس قدر شکر ہے کہ ہم ان کے نام اور ان کے کام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نسبت کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے ادارے جامعہ دارالتقویٰ نے کچھ عرصہ قبل تبلیغی جماعت کے مشہور و معروف بزرگ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ایک خاص نمبر نکالا تھا جو کہ ادارے کے شعبہ نشرواشاعت کی جانب سے ترتیب دیا گیا تھا۔

اس خاص نمبر کو پوری دنیا کے ہر خاص و عام طبقے کی جانب سے جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ حاجی عبدالوہاب صاحب کی خوبصورت زندگی، احوال واقعات، تبلیغ کے کام کے لیے ان کی بے مثال قربانیاں، پاکستان میں تبلیغ کے کام کی ابتداء اور فروغ جیسے عمدہ عنوانات پر مشتمل یہ حسین مجموعہ ہر جگہ مشہور ہوا۔

اس خاص نمبر کی مقبولیت کے بعد بہت سے احباب کی طرف سے اس بات کا تقاضہ سامنے آیا کہ اس میں کچھ ترمیم یا اضافے کے بعد اس کے سوانحی حصے کو الگ سے چھاپ دیا جائے جو بہرحال مفید رہے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ پھر حاجی صاحبؒ کی زندگی اور ان کے بچپن سے جوانی تک کے احوال کو بہت سے مفید اضافوں کے ساتھ آپ سب کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

یہ سارا مجموعہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ یہ حاجی صاحب کی شاندار زندگی کی عکاسی کر سکے لیکن اس مختصر سی کتاب میں بھی حاجی صاحب کے چاہنے والوں کے لیے وہ مواد ہے جو ان کی تشنگی کو کافی ہو سکتا ہے۔

آخر میں آپ سب حضرات سے التماس ہے کہ ادارے کو اپنی خصوصی دعاؤں اور نیک تمناؤں میں یاد رکھیں۔ آپ سب کی دعاؤں سے ادارہ روز بروز ترقی کی منازل پر گامزن ہے اور آئندہ بھی آپ سب کے تعاون اور دلی دعاؤں کا متمنی ہے۔

اللہ تعالی اس کتاب کو امت مسلمہ کے حق میں نافع بنائے اور اس کتاب کی تیاری میں ادارے کے نوجوان فاضل اور جملہ احباب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔
آمین

مہتمم جامعہ مولانا اویس صاحب
واہل شوریٰ

عرض مرتب

(اشاعت اوّل)

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

تبلیغی جماعت کے معروف عالم دین حضرت مولانا جمشید علی خان صاحبؒ کی وفات کے بعد جامعہ دارالتقوی لاہور نے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک خاص نمبر کا اہتمام کیا تھا جسے علمی، ادبی اور تبلیغی حلقوں میں پسند بھی کیا گیا لیکن چونکہ وہ کام انتہائی عجلت میں ہوا اس لیے اس کا حق ادا نہ ہوسکا۔

اس کے باوجود پہلے ایڈیشن کے ختم ہونے کے بعد مختلف احباب کی جانب سے اس کے اگلے ایڈیشن پر اصرار بڑھتا گیا حتیٰ کہ اہل شوریٰ کی جانب سے یہ بات طے پائی کہ پہلے ایڈیشن میں سوانح، اسفار، اور دیگر اہم موضوعات کا اضافہ کر کے دوسرا ایڈیشن تیار کیا جائے۔ اور بفضل خدا یہ سعادت بندہ کے حصہ میں آئی۔ ابھی اس مشورے کو بمشکل ایک مہینہ ہی گزرا ہوگا کہ 18 نومبر 2018ء کو تبلیغی جماعت کے روح رواں حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کا سانحۂ ارتحال پیش آ گیا۔

ان کے انتقال کے کچھ ہی دن بعد مولانا زین العابدین صاحب کا کراچی سے فون موصول ہوا، باتوں کے دوران کہنے لگے کہ جمشید نمبر پر جتنا بھی کام ہو چکا ہے میری رائے ہے کہ اسے موقوف کر کے حاجی صاحبؒ پر اشاعت خاص کی تیاری کی جائے جو کہ وقت اور شخصیت دونوں کا تقاضہ بھی ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے گویا میرے دل کی بات ہی

کہہ دی۔ کچھ دن بعد استاد محترم مولانا اویس صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ ان کے سامنے اس نا اہل نے یہ تقاضہ رکھا تو وہ جیسے پہلے سے سوچ کر تشریف لائے تھے فوراً اجازت بصورتِ حکم مرحمت فرمائی اور پھر حاجی صاحبؒ نمبر پر کام شروع ہو گیا۔

حاجی صاحبؒ کی ذاتِ اقدس کیا تھی اسے شاید مجھ نا اہل کا ناقص قلم بیان ہی نہیں کرسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک فرد ہی نہیں بلکہ ایک فقید المثال نادر خصوصیات کا ایسا دل نشین مرقع رخصت ہوا جس کا ثانی ملنا ناممکن ہے ان کی رحلت امت کا بہت بڑا خسارہ ہے جس کی تلافی شاید نہ ہو سکے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات کے بعد متعدد رسائل و اخبارات نے ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے تحریریں شائع کیں۔ تاہم سوانحی خاکے کے اعتبار سے ایک جامع مانع ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس سے آپؒ کی جامع شخصیت کا سراپا بیک نظر سامنے آجائے جو کہ امت مسلمہ اور خاص طور پر دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہو۔

نیز یہ بھی ضروری تھا کہ اس سوانح میں حضرتؒ کے حقیقی اور واقعی احوال ہی جمع کئے جائیں اس لیے حاجی صاحبؒ کے خاص خاص متعلقین جنہوں نے قریب رہ کر ان کے احوال کا مشاہدہ کیا تتبع اور تلاش کے بعد ان حضرات سے رابطہ کر کے زیر نظر کتاب کا مواد حاصل کیا گیا۔

اس سلسلے میں مزید ایک اہم بات اس کتاب کے سوانحی حصے کی تیاری کی ہے جو یوں عمل میں آئی کہ بندہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ مل کر رائیونڈ مرکز میں بعد دیگرے کافی دن قیام کیا اور حاجی صاحبؒ کے خادم خاص اور سفر و حضر کے مخلص ساتھی مولانا فہیم صاحب سے یہ احوال حاصل کیے جس کا طریقہ کار یہ رہا کہ بندہ کی مولانا فہیم

صاحب سے مسلسل نشستیں ہوتی تھیں، مولانا کی خاص شفقت وعنایت رہی کہ انہوں نے حاجی صاحب کے احوال مختلف عنوانات سے ذکر کرنا شروع کیے، جسے میں نے اپنے ریکارڈر میں محفوظ کرلیا اور بعد میں اس تقریری مجموعے کو کچھ حواشی، حذف واضافے اور مزید کچھ عنوانات کا اضافہ کر کے مولانا کی تصدیق کے بعد تحریری شکل میں مرتب کرلیا۔ گویا اس کتاب کے سوانحی حصے کے اصل مولف مولانا فہیم صاحب ہی ہیں، اللہ نے حافظے کے لحاظ سے ایک امتیاز انہیں عطا کر رکھا ہے، اللہ انہیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

سوانحی حصے کے علاوہ دیگر بہت سے عنوانات بھی کتاب کا حصہ ہیں، جس کے لیے مولانا زین العابدین صاحب فاضل بنوری ٹاؤن نے حد درجہ تعاون فرمایا۔ ان کے خلوص اور جذبے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے، اللہ انہیں اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔

اس سارے مجموعے کو لے کر ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حاجی صاحبؒ کے اوصاف وکمالات کا مکمل نقشہ ہے، یہ تو صرف چند واقعات، روایات اور بے ربط سی باتیں ہیں جن کے پیچھے اصل وہ جذبہ پنہاں ہے جس نے ایک خلق کثیر کو اپنے حقیقی مالک سے جوڑا اور ہم جیسے کم نظروں کے لیے اس جذبے کی حقیقت تک رسائی انتہائی دشوار ہے۔ چنانچہ جو کچھ بھی میسر ہوا یہ بھی غنیمت ہے۔ ہر چند کہ یہ محسن امت حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کی زندگی کی ناقص تصویر کشی ہے لیکن اس میں بھی وہ حسن ہے کہ جو عمل کی دنیا میں ایک مثبت رخ کی طرف اہم قدم ثابت ہوگا۔ حضرت حاجی صاحب کی ہر ادا، ہر عمل اور ہر ہر بات اپنے اندر ایک عظیم مقصد کا جہاں سموئے ہوئے ہے، بس دیدۂ بینا شرط ہے۔

آخر میں التماس ہے کہ خطا خاصۂ بشریت ہے۔ بغیر اظہار عجز وانکساری حقیقت عرض کروں تو طفل مکتب ہوں، اپنے اساتذہ واکابر کے پس خوردہ میں سے ہی

کھانے والا ہوں۔ اس کتاب میں بھی اگر قارئین کے سامنے کوئی غلطی آجائے تو اس کی نشان دہی فرما کر ممنون فرمائیں اور اگر اس کتاب کے پڑھنے کے بعد کوئی بھی ساتھی، بزرگ حضرت حاجی صاحب کے بارے میں کسی بھی قسم کا مواد ہنوز سنبھالے ہوئے ہوں تو ضرور ہمیں لکھ بھیجیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے شامل اشاعت کیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کی تیاری میں جملہ معاونین خصوصاً مولانا لئیق احمد، مفتی فیصل حمید و دیگر حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے کہ ان کی معاونت کے بغیر ایک قدم چلنا بھی مشکل تھا اور پڑھتے ہوئے اس سیاہ کار کو بھی دعا میں یاد رکھیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

مرتب : ذوالکفل
رفیق شعبہ نشرواشاعت
مدرس جامعہ دارالتقویٰ
۲۲ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ

عرضِ مرتب

(اشاعت دوم)

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

تبلیغی جماعت کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کی وفات کے ٹھیک ایک سال بعد اُن کی زندگی کے احوال وواقعات پر مشتمل ایک خاص نمبر کی تیاری کی توفیق نصیب ہوئی۔ جس کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقط چند دن کے اندر ہی اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تھا اور ادارے کو بامر مجبوری عجلت میں بغیر ترمیم واضافے کے اس کا اگلا ایڈیشن من وعن چھاپنا پڑا تھا۔

یہ خاص نمبر مختلف قسم کے ابواب پر مشتمل تھا جس میں سرفہرست حضرت حاجی صاحب کی سوانحی زندگی، حضرت کے بیانات سے مفید اقتباسات، کچھ مخصوص مکتوبات اور اکابر علماء کرام اور مبلغین عظام کے تاثراتی مضامین شامل تھے۔

اس خاص نمبر کے پہلے حصے کی تیاری کا کچھ حصہ چونکہ آڈیو ریکارڈنگ سے ترتیب شدہ تھا اس لیے اس کے اندر مضمون نگاری کے خاص طرز سے ہٹ کر کافی حد تک ٹکراؤ کا سامنا رہا۔

اس کی اشاعت کے بعد ادبی حلقوں کی طرف سے اس بات کا پر روز اصرار رہا کہ اس کے سوانحی حصے کو جو حضرت حاجی صاحب کی مبارک زندگی کا عکاس ہے، الگ سے چھاپ دیا جائے۔

حضرت مہتمم صاحب کی طرف سے مسلسل ناچیز سے اس بات کا تقاضا ہوتا رہا

لیکن اپنی بے بضاعتی اور کم ہمتی سامنے رہی۔ آخر طویل وقفے کے بعد اللہ کا نام لے کر جس کے نام سے سارے کم ہمتوں کو طاقت ملتی ہے دوبارہ اس پر کام شروع کیا۔

سب سے پہلا کام اس سوانحی حصے کو تقریری انداز سے مناسب تحریری اور مضمون نگاری کے طرز پر ڈھالنا تھا۔ چناں چہ اول تا آخر اس کی ادنیٰ سی کوشش کی گئی اس کے بعد اس سوانحی حصے میں مفید مستند اضافوں کی ضرورت تھی جو الحمدللہ مختلف موثق ذرائع سے حاصل کر کے کتاب میں شامل کیے گئے اسی کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب کے بیانات سے بھی کچھ مفید حصوں کو کتاب میں زیادہ کیا گیا ہے۔

اس ساری ترتیب کے بعد جو ایک مجموعہ آپ سب کے سامنے ہے، اس درجے کا تو نہیں ہے جو حاجی صاحب کی شان کے کسی بھی لائق ہو۔ ایک ناتجربہ کار آدمی کی حقیری سی کاوش جو فقط حاجی صاحبؒ جیسے عظیم الہمت اور اعلیٰ ظرف کے پیکر انسان کے لیے کی گئی ہے جن کی اعلیٰ ظرفی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس حقیری کاوش کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے یا آپ یوں کہہ لیں کہ یہ ایک محب کا اپنے محبوب کے لیے معمولی سا تحفہ ہے اور محبت میں تحفوں کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ادنیٰ واعلیٰ سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

چند الفاظ کے موتی ہیں میرے دامن میں
ہے مگر میری محبت کا تقاضا کچھ اور

اس اعتراف کے ساتھ کہ اگرچہ یہ حضرت حاجی صاحب کی زندگی کی ناقص عکاسی ہے لیکن اس میں بھی اہل دل کے لیے ایک جہان ہے، ایک حسین تخیل کی پوری دنیا ہے۔

آخر میں ایک التجا ہے، ایک التماس ہے کہ ازل سے خطا کو بشر کے دامن سے جوڑا گیا ہے اگر آپ کو دوران مطالعہ کوئی قابل اصلاح بات ملے تو ضرور اس پر مطلع فرمائیں۔ یہ آپ کا لکھنے والے پر ایک احسان شمار ہوگا اور جب کبھی یاد رہ جائے تو اس سیہ کار کو اپنی دعا کا کچھ حصہ ضرور عنایت کر دیں کہ اپنی حالت سے خود زیادہ واقف ہوں۔

ذوالکفل

مدرس جامعہ دارالتقوی

تاریخی یاداشت

جامعہ دارالتقوی کی طرف سے 2019ء میں حاجی عبدالوہاب صاحب کی زندگی پر ایک خاص نمبر شائع کیا گیا تھا جسے ہر حلقے میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔اس خاص نمبر کے سوانحی حصے کی تیاری میں حضرت مولانا فہیم صاحب نے آڈیو ریکارڈنگ کے ذریعے بھرپور تعاون فرمایا تھا جس پر ادارہ تاحال ان کا تہہ دل سے مشکور ہے۔

اس خاص نمبر کی اشاعت کے تقریباً دو سال بعد 2021ء میں کسی ''مہربان'' نے ادارے سے کسی ذریعے ہمارے خاص نمبر کی کمپوزنگ حاصل کی اور خاص نمبر کے سوانحی حصے کو انتہائی معمولی سے الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ اپنے نام سے چھاپ دیا جو کہ بہرحال ادبی دنیا میں ایک نامناسب عمل ہے۔

ادارہ اس موجودہ کتاب کی اشاعت کے وقت اس یاداشت کو محفوظ کرنا چاہتا ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

ذوالکفل

ابتدائیہ

پنجاب کی مردم خیز سرزمین نے قدرت خداوندی کی نیرنگیوں کے مناظر بارہا دیکھے ہیں، اس خطہ ارض سے ایسی ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں جلوہ افروز ہوئی ہیں، جن کے وجود رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ وہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس کائنات میں اس طرح چمکے کہ انہوں نے اپنی نورانی کرنوں سے سارے عالم کو منور کر دیا۔

انہی مبارک ہستیوں میں ایک نام حاجی عبدالوہاب صاحب کا ہے۔ آپؒ کی شخصیت کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کی تصویر کشی ان کی گوناگوں خصوصیات اور عظیم تر صفات کے باعث دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آتی ہے۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ قدرت نے آپ کو وہ سارے کمالات ودیعت کئے تھے جو ایسے قائدین ملت کے لیے خاص ہوتے ہیں جو گرتی ہوئی امت کو اٹھانے اور اس کے مقصودی کام پر کھڑا کرنے کے داعی ہوتے ہیں، افسردہ اور پژمردہ قلوب میں نئی روح پھونکتے ہیں وہ انسانیت سے حقیقی محبت کرتے ہیں، اسی محبت کے داعی ہوتے ہیں۔ آج سے تقریباً ایک صدی قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دل میں امت کی اصلاح کا وہ طریقہ القاء فرمایا جس کے باعث آج امت میں دین کی جانب رجوع کی رفتار حوصلہ افزاء ہے، حاجی صاحبؒ اسی طریق محنت پر اپنی زندگی لٹانے والے اور اسی کی طرف بلانے والے سچے داعی اسلام تھے۔

دین کی بے پناہ تڑپ، خلوص کی زبردست طاقت اور عزم و استقلال کا ہمالیہ

سینے میں چھپائے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بظاہر بے سروسامانی کے عالم میں اپنی اس تحریک ایمان اور دینی دعوت کا آغاز اس قوم سے کیا جو دینی ودنیاوی اعتبار سے انتہائی پسماندگی کا شکار تھی، لیکن جس مستقل مزاجی اور بلند ہمتی سے مولانا الیاس صاحبؒ نے یہ کام کیا اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ پھر جیسے جیسے یہ تحریک ایمان فروغ پاتی گئی ویسے ویسے عظیم المرتبت مبلغین دین اور داعیانِ اسلام پیدا ہوتے گئے۔ جنہوں نے خدمت دین کی وہ انوکھی مثالیں قائم کیں جن کے محض تذکرے سے بھی مردہ دلوں میں ایمان کی لہر دوڑ جاتی ہے، انہی مردانِ تحریک ایمان میں حاجی عبدالوہاب صاحبؒ بھی تھے، جن کا نام مبارک بھی صدیوں یاد رکھا جائے گا۔ گو وہ اب ہم میں نہیں رہے لیکن ان کی قربانیوں کی ایک طویل داستان ہے، جس سے لاکھوں مسلمان پوری دنیا میں واقف ہیں۔ انسانیت کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جو درس حاجی صاحبؒ نے دعوت کا کام کرنے والوں کو دیا ہے وہ نسلوں تک اُمت کے اذہان وقلوب کو اپنی گرفت میں لیے رہے گا۔

زندگی کی غزل تمام ہوئی
قافیہ رہ گیا محبت کا

دعوت کے مبارک کام کے ساتھ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی وابستگی، آپ کے ذاتی حالات اور آپ کی عالمگیر خدمات کے تذکرے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قارئین اس دعوتی عمل کے ابتدائی دور کے حالات اور مولانا الیاس صاحبؒ کے بیان کردہ معارف وحقائق ایک ایسی بابرکت شخصیت کی زبانی سن لیں جو اس مبارک عمل میں مولانا الیاس صاحب کے ساتھ شریک اور انتہائی قریب سے اس کی مشاہد رہی ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ کی تالیف ''دینی دعوت'' سے اہم اقتباسات پیش خدمت ہیں انہیں پڑھ کر دین کے لیے مولانا کی فکر اور کڑھن، تڑپ اور اضطراب، ہمت ورفعت کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ مولف نے ایک جگہ تحریر میں فرمایا کہ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ رقم طراز ہیں کہ:

"مولانا الیاس صاحبؒ اپنی دعوت وتحریک کے متعلق کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرنِ اوّل کا ہیرا ہے، مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی مبالغہ محسوس نہیں ہوتا کہ مولانا خود اس چودھویں صدی میں قرنِ اوّل کے خزانۂ عامرہ کا ایک موتی تھے۔"

اسی دعوت وتبلیغ اور اس کے اصول وآئین کے تذکرے میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ : موجودہ ہندوستان کی تمام دینی تحریکوں میں یہ دینی دعوت اصل اوّل سے زیادہ قریب ہے، نیز حکیمانہ تبلیغ ودعوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔

اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے، اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے۔ حق یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن پاک کی یہ ندا "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا" اے مسلمانو! مسلمان بنو، کو پورے زور وشور سے بلند کیا جائے، شہر شہر، گاؤں گاؤں اور در در پھر کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام کیا جائے، اور اس راہ میں وہ جفاکشی وہ محنت کوشی اور وہ ہمت اور وہ قوت مجاہدہ صرف کی جائے جو دنیا دار لوگ دنیا کے عز وجاہ اور حصول طاقت میں صرف کر رہے ہیں، جس میں حصول مقصد کی خاطر ہر متاعِ عزیز کو قربان کرنے اور ہر مانع کو بیچ سے ہٹانے کے لیے ناقابل تسخیر طاقت پیدا ہوتی ہے۔ کشش سے، کوشش سے، جان ومال سے، ہر راہ سے اس میں قدم آگے بڑھایا جائے اور حصولِ مقصد کی خاطر وہ جنون کی کیفیت اپنے اندر پیدا کی جائے جس کے بغیر دین ودنیا کا نہ کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

مسلمانوں میں ایمان ویقین کے تنزل کا احساس:

جس مبارک دینی ماحول میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی عمر کا ابتدائی حصہ گزرا

تھا اس کی مخصوص دینی و روحانی فضا کی وجہ سے بمشکل اس بات کا احساس ہوسکتا تھا کہ مسلمانوں سے ایمان و یقین کی دولت سرعت کے ساتھ نکلتی جارہی ہے۔ دین کی طلب اور قدر سے تیزی کے ساتھ دل خالی ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس ماحول میں چونکہ خواص اہل دین اور اہل طلب سے واسطہ پڑتا تھا، اس لیے مسلمانوں کی دین سے بڑھتی ہوئی بے نیازی اور اس کی ناقدری بلکہ اس کی تحقیر کا کوئی عملی تجربہ اور احساس نہ ہونا بے موقع نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آپ کی خاص رہنمائی فرمائی، اور آپ پر یہ حقیقت منکشف کی کہ جس سرمایہ کے اعتماد پر یہ سارا جمع و خرچ ہے وہ سرمایہ ہی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا جارہا ہے، جس زمین پر دین کے درخت نصب کرنے ہیں وہ زمین ریت کی طرح پاؤں کے نیچے سے کھسکتی جارہی ہے۔ امہات عقائد میں ضعف پیدا ہوگیا ہے اور بڑھتا جارہا ہے اور خود مولاناؒ کے گہرے الفاظ میں امہات عقائد میں امہات ہونے کی شان نہ رہی، ان میں بنات عقائد (ضمنی و فروعی عقائد) کی تربیت و پرورش کی طاقت نہیں رہی،، خدا کی خدائی اور محمد ﷺ کی رسالت کا یقین کمزور ہوتا چلا جارہا ہے۔ آخرت کی اہمیت کم ہوتی جارہی ہے، خدا کی بات کا وقار اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کا وزن اور دین و شریعت کا احترام کم ہورہا ہے، اجر و ثواب کا شوق (ایمان واحتساب) دل سے اٹھتا جارہا ہے۔

زندگی کے رخ کی تبدیلی

یہ انکشاف اور ادراک اس وضاحت اور قوت کے ساتھ ہوا کہ اس سے مولانا کی زندگی کا رُخ بالکل ہی تبدیل ہوگیا اور طریق کار اصولی طور پر بدل گیا۔ آپ کی زندگی بھر کی جدوجہد اور دعوت و تحریک کی بنیاد دراصل اسی امر واقعی کا ادراک تھا کہ مسلمانوں میں دین کی بنیاد تزلزل میں ہے اور اصل کام اسی کا استحکام ہے۔ آپ کی ساری جدوجہد کا محور و مرکز یہی خیال تھا جس نے آپ کی توجہ و دلچسپی کو ہر رُخ سے ہٹا کر اسی ایک نقطہ پر مرکوز کردیا۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو ایک خط میں اپنی اس تحریک کا مقصد اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ ”نماز، روزہ، قرآن، انقیاد مذہب اور اتباع سنت کا نام لینے اور ان چیزوں کا تذکرہ کرنے سے ان چیزوں کے ساتھ عالم اسلام میں تمسخر اور مضحکہ اور استخفاف کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رہتا۔ امور مذکورہ کی حرمت وعظمت کی طرف دعوت دینے ہی پر اس تبلیغ کی تحریک کا مدار ہے اور یہی اس کی بنیاد ہے کہ استخفاف سے تعظیم کی طرف فضائے عالم کے انقلاب کی کوشش کی جائے“۔

مسلمانوں میں دینی طلب اور قدر کا فقدان

آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کرلیا تھا کہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں میں ایمان ویقین روبہ تنزل ہیں، دین کی قدر وعظمت دلوں سے اٹھتی جارہی ہے، عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں، لہٰذا دین کے تکمیلی شعبوں کا قیام جو دین کے جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باتیں ہیں۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ”اب سے پندرہ برس پہلے اپنی کوتاہ نظر سے لیکن اللہ کی دی ہوئی بصیرت سے میں نے اہل وفا کی طبائع کے سیل کو بھانپ لیا تھا اور یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ رفتار مکاتب اور مدارس کی جو چل رہی ہے یعنی لوگوں کا میلان اور ان کی رغبت (جس کی وجہ سے مکتبوں اور مدرسوں میں مخلصانہ کوشش کرنے والے کھڑے ہوتے ہیں اور چندہ دینے والے چندہ دیتے ہیں) یہ عنقریب ختم ہونے والی ہے اور آگے چل کر راستہ ان کا مسدود ہے۔

آپ نے دینی مرکزوں میں رہ کر اپنی ذکاوتِ حس اور فراست ایمانی سے یہ بھی محسوس کرلیا تھا کہ علوم دینیہ، دنیا طلبی کی وجہ سے اور ایمان واجر طلبی کی کمی کی وجہ سے طلبہ کے لیے غیر نافع بلکہ ان کے لیے وبال اور حجت بنتے جارہے ہیں اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی عدم توقیر اور احترام اور ناقدردانی کی وجہ سے وہ علوم ضائع اور ان کے لیے قہر کا باعث ہوتے جارہے ہیں۔ ایسی حالت میں ان مدارس کا نفع اور ان علوم کی برکت وتائید

بھی روز بروز اٹھتی جا رہی ہے۔ ان باتوں پر نظر کرتے ہوئے مولانا الیاسؒ نے اس طرز محنت کی طرف اپنی توجہ کو مبذول کیا۔

مدینہ منورہ کے قیام میں مولانا الیاسؒ کا عجب اضطراب و بے چینی

۱۳۴۴ھ میں مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ جب ختم ہوا اور رفقاء چلنے کے لیے تیار ہوئے تو انہوں نے مولانا کو عجیب بے چینی اور اضطراب میں پایا۔ آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے، مولانا فرماتے تھے کہ: ''مدینہ کے اس قیام کے دوران مجھے اس کام کے لیے بشارت ہوئی کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ کچھ دن بے چینی میں گزرے کہ میں نحیف و ناتواں کیا کرسکوں گا، کسی عارف سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے، یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ اس سے بڑی تسکین ہوئی اور آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی۔

میوات میں کام کا استحکام اور میوات کے باہر شہروں میں دعوت و تبلیغ

ہندوستان واپس آ کر آپ نے میوات میں اپنی تبلیغی سرگرمی بہت بڑھا دی، بکثرت دورے اور جلسے اور گشت ہوئے، اور میواتی جماعتیں یوپی کے شہروں اور قصبات میں پھرنے لگیں۔ شہری مسلمانوں کی طرف بھی دعوت کا رُخ ہوا۔ شہروں میں دینداری ضرور موجود تھی، مگر وہ برابر سمٹتی اور سکڑتی چلی جا رہی تھی۔ مولانا کی آنکھوں کے سامنے دین داری میں سخت انحطاط و تنزل ہو گیا تھا اور جہاں صدیوں سے علم و ارشاد کی شمع روشن چلی آ رہی تھی اور دیے سے دیا جلتا چلا آ رہا تھا وہ بے نور ہوتے چلے جا رہے تھے۔ جو اٹھتا تھا اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتا تھا اور پھر وہ جگہ تاریک ہو جاتی تھی۔ مولانا اس نقصان کی تلافی اس طرح کرنا چاہتے تھے کہ دین عام طور پر مسلمانوں میں پھیلے اور دین داری عام ہو، پھر ان میں خواص اہل دین پیدا ہوں یہی پہلے بھی ہوا ہے اور اسی طرح اب بھی ہو تو کام چلے۔ علم دین کا حال دین داری سے بدتر تھا، وہ تو بہت پہلے خاص الخاص لوگوں کے گھرانوں سے

مخصوص ہو کر رہ گیا، عام مسلمان دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے چلے جارہے تھے، مولانا کا رجحان اس بارے میں یہی تھا کہ علم دین مسلمانوں میں پھیل جائے اور کوئی مسلمان ایسے ضروری علم دین سے جس کے بغیر بحیثیت مسلمان کے زندگی گزارنا مشکل ہے بے بہرہ نہ رہے۔ پھر ان میں خواص اہل علم ماہر فن اور صاحب فضیلت پیدا ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نام ایک خط

حضرت شیخ کو اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: ''عرصہ سے میرا اپنا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعت دین کے لیے خود جا کر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں، اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل وحرکت سے ہوگا وہ ان کی دھواں دار تقریروں سے نہیں ہوسکتا۔ اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو آپ حضرات اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔

درس وتدریس سے تعلق رکھنے والے بعض بزرگوں کو شبہ تھا کہ تبلیغ واصلاح کی اس کوشش میں مدرّسین اور طلبہ مدارس کا اشتغال ان کے علمی مشاغل اور علمی ترقی میں حارج ہوگا۔ لیکن آپ جس طرح اور جس منہج پر علمائے مدارس اور طلبہ سے یہ کام لینا چاہتے تھے وہ درحقیقت علماء اور طلبہ کے علوم کی ترقی اور پختگی کا ایک مستقل انتظام تھا۔ ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں: ''علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پاسکتا ہے۔ میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے، یہ میرے لیے خسرانِ عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ مدارس جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے۔''

ایک ایسے ہی موقع پر ایک دینی مدرسہ کے ایک ذمہ دار کو تحریر فرمایا: ''میں کون سی قوت سے سمجھاؤں اور کون سی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کون سی

قوت سے اپنے دماغ میں بساؤں، اور متیقن اور بدیہی امر معلوم کو مجہول اور مجہول کو معلوم کیوں کر بناؤں؟ میرے نزدیک صاف صاف ان فتنوں کے دریائے اٹک اور ان ظلمات کی جمنا کے سیل کے روکنے کی سد سکندری میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوتِ جہد کو، اندرونی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مسائی کو متوجہ کر دینے کے سوا کوئی صورت نہیں۔ غیب سے اس تحریک کی صورت کا نمایاں ہو جانا ہی صرف اس وبا کا علاج ہے۔ جیسا کہ عادتِ ازلیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ وبا کے مناسب علاج بھی پیدا فرمایا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کے پیش کئے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے استقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔

اسی یقین اور اسی درد اور اسی خطرہ اور خوف کو ایک دوسرے گرامی نامہ میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں: ”میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں، میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کے قرب اور اس کی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آ رہا ہے، وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام و تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجب حرمان و خسران اور بد نصیبی نہ ہو۔“ (دینی دعوت)

سوزِ دروں

مولانا الیاسؒ کی طبیعت کا چشمۂ رواں ابلنے اور بہنے کے لیے بے تاب تھا، اور طبعی ارتقاء کے لحاظ سے اس کا وقت آ گیا تھا کہ یہ دعوت عام ہو۔ ہاتف غیب کی زبان پر بھی بہت دنوں سے تھا۔

ایک سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

ادھر مولانا کی طبیعت پر دعوت کا غلبہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ مضامین و علوم کا شدت سے قلب پر ورود تھا۔ دعوت اور نظام کے مختلف گوشے اور پہلو نظر کے سامنے آتے

جاتے تھے، اوران کے نصوص اور مآخذ کتاب وسنت، سیرتِ رسول اور صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ڈھل رہے تھے۔

میواتی اگرچہ ان بلند اور دقیق علوم سے علمی مناسبت نہیں رکھتے تھے مگر اس کام سے روحی مناسبت رکھتے تھے، قوتِ عمل میں اہل شہر اور اہل علم سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ پندرہ بیس برس کی لگاتار جدوجہد کا حاصل اور تحریک کا سرمایہ تھے۔ مولانا اس حقیقت سے خوب واقف تھے اور آپ نے اس کا بارہا اعتراف فرمایا۔ چند میواتی احباب کو ایک خط میں اپنے دل کی بات لکھتے ہیں:

”میں اپنی قوت اور ہمت کو تم میواتیوں پر خرچ کر چکا۔ میرے پاس بجز اس کے کہ تم لوگوں کو اور قربان کردوں کوئی اور پونجی نہیں، میرا ہاتھ بٹاؤ۔“

ایک خط میں لکھتے ہیں: ”دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے والے بہتیرے ہیں، دین کے فروغ کے لیے گھربار چھوڑنا اس وقت اللہ نے میوؤں کو نصیب کیا ہے۔“

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جس قوم کی پستی کلمۂ **لا الہ الا اللہ** کے لفظوں سے بھی گر چکی ہو وہ ابتداء سے درستی کئے بغیر انتہاء کی درستی کے کب قابل ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں نے درمیانی اور انتہائی خیالات بالکل نکال دیے، ابتداء درست ہو کر راستہ پر پڑ جائیں گے تو انتہاء پر خود بھی پہنچ جائیں گے اور ابتداء کے بگڑے ہوئے کا انتہا کی درستی کا خیال ہوس اور بوالہوسی کے سوا کچھ نہیں۔“

اسی بنا پر آپ اپنی اس دعوت وتبلیغ کو (جو مسلمانوں میں ایمان پیدا کرنے اور اصولِ دین کا رواج دینے کے لیے تھی) تحریک ایمان سے موسوم کرتے تھے، اور مذہب کی بقاء کے لیے اس کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ اس کے لیے ہر قربانی اور ہر طرح کی قدردانی کو صحیح سمجھتے تھے۔

ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں ”ہماری یہ تحریک ایمان جس کی

حقانیت کو اہل جہاں تسلیم کر چکے ہیں، اس کے عمل میں آنے کی صورت بجز اس کے کہ ہر آدمی لاکھ جان کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو اور کوئی ذہن میں نہیں آتی۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں: "میں نے یہ طے کیا کہ اللہ نے ظاہر و باطن کی جو قوتیں بخشی ہیں، ان کا صحیح مصرف یہ ہے کہ ان کو اسی کام میں لگایا جائے جس میں حضور ﷺ نے اپنی قوتیں صرف فرمائیں اور وہ کام ہے اللہ کے بندوں کو اور خاص طور سے غافلوں، بے طلبوں کو اللہ کی طرف لانا اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لیے جان کو بے قیمت کرنے کا رواج دینا۔ بس ہماری تحریک یہی ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں، یہ کام اگر ہونے لگے تو اب سے ہزاروں گنا زیادہ مدرسے اور ہزاروں گنا زیادہ خانقاہیں قائم ہو جائیں، بلکہ ہر مسلمان مجسم مدرسہ اور خانقاہ ہو جائے اور حضور ﷺ کی لائی ہوئی نعمت اس عمومی انداز سے بٹنے لگے جو اس کے شایان شان ہے۔"

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں : "میں حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پا رہا ہوں اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفعیہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آ رہا ہے اور کچھ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف سے اس کی نصرت اور تائید کی کھلی آیات نظر آ رہی ہیں اور امیدیں بہت اچھی کامیابی کی سرسبزیوں سے شاداب ہیں۔ میں اس امر میں مبادرت اور مسابقت کرنے والوں کے لیے خوش نصیبی اور سعادت کا بہت ہی بڑا حصہ نمایاں دیکھ رہا ہوں، لیکن کھلی رغبت کے ساتھ مبادرت و مسابقت کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔"

میوات میں دین کی عام اشاعت

ان رضا کار مبلغین کی وجہ سے جو بہت بڑی تعداد میں اپنا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اپنا ضروری خرچ یا خوراک ساتھ باندھے ہوئے، ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور میوات کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھرتے رہتے تھے، تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقے میں دین اور دین داری کی ایسی عام اشاعت ہوئی

اور اس تاریک خطہ میں جو صدیوں سے تاریک چلا آرہا تھا ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور تک نہیں مل سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کے کام کا صحیح طرز وہی ہے جو قرنِ اوّل میں تھا۔ اسلام کے سپاہی لڑنے کے ہتھیار اور کھانے کے لیے سامان، خوراک اپنے گھر سے لاتے تھے، اور شہادت کے شوق اور رضائے الٰہی کی طلب میں جہاد کرتے تھے۔ میوات کی اس دینی نقل وحرکت میں اس مبارک دور کی ہلکی سی جھلک تھی۔ اگر کوئی ان مبلغین کے قافلوں کو اس حالت میں گزرتا ہوا دیکھتا کہ کاندھے پر کمبل پڑے ہوئے ہیں، بغل میں سپارے دبے ہوئے ہیں، چادر کے پلو میں چنے یا چند روٹیاں بندھی ہوئی ہیں، زبان ذکر وتسبیح میں مشغول ہے، آنکھوں میں شب بیداری کے آثار، پیشانیوں پر سجدے کے نشانات، ہاتھ پاؤں سے جفاکشی اور مشقت کا اظہار ہورہا ہے تو دیکھنے والے کے سامنے بئرمعونہ کے ان شہید صحابیوں کی ایک دھندلی سے تصویر پھر جاتی جو قرآن اور احکامِ دین کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جارہے تھے اور شہید کردیئے گئے تھے۔

ضلع مظفر نگر وسہارن پور میں جماعتوں کی نقل وحرکت

ضلع مظفر نگر اور سہارن پور، علم دین کے مخزن اور اہل حق کے مراکز سمجھے جاتے تھے، اس لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جماعتوں کی چلت پھرت کا کام خطۂ میوات سے باہر ان علاقوں میں زیادہ موزوں سمجھا، تاکہ اہل دین کی صحبت اور اختلاط، دین کی تحصیل میں مفید ثابت ہو۔ جب میواتی حضرات کی ایک جماعت نے تھانہ بھون اور اس کے اطراف میں جاکر مولانا الیاس صاحبؒ کے بتلائے ہوئے اصول وآئین کی رعایت کرتے ہوئے کام کیا تو حضرت تھانویؒ ان میواتیوں کے عملی کام اور قرب وجوار کی متواتر خبروں سے اور ان کی آمد کی برکات کو خود ملاحظہ فرمانے سے بے حد خوش ہوئے اور اس جماعتی کارروائی سے اطمینان بھی ہوا تو ایک موقع پر مولانا الیاس صاحبؒ سے آپ نے فرمایا۔ ماشاءاللہ آپ نے تو یاس کو آس سے بدل دیا۔

بہرحال مولانا محمد الیاس صاحبؒ اس دینی دعوت کی نقل وحرکت کے لیے فکر

کامل اور سعی بلیغ اور جہد مسلسل فرما کر اور ایک غیر رواجی عمل کو ہمہ گیر اور عالمگیر شان میں لا کر امت مسلمہ کے حوالہ کر کے ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کو صبح صادق کے وقت راہی بقا ہوئے۔ فَبَلَّغَ احسن البلاغ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مری بے تاب آنکھیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں گلشن میں
صبا تو نے کہاں لے جا کے خاک آشیاں رکھ دی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی اور انتقالِ نسبت

اکابر و مشائخ کے ایماء پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے صاحب زادے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے انتقال سے ایک روز قبل خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا تھا اور کام کے متعلق کامل اطمینان کا اظہار بھی فرمایا تھا اور اپنے صاحب زادے کو کچھ نصیحتیں فرمانے کے بعد یہ شعر بھی پڑھا تھا ؂

داد او را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست

ترجمہ: اللہ کی داد و دہش کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ قابلیت کی شرط یہ ہے کہ اللہ کی داد و دہش شامل حال ہو۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا: یوسف آمل لے ہم تو چلے۔ خدا جانے اس پر محبت نگاہ میں کیا تاثیر تھی جس سے درد و فکر اور ایمان و یقین کی ایک نہ بجھنے والی آگ ایک سے دوسرے کے اندر منتقل ہو گئی اور وہ خلا جو ایک عظیم داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا، وہ اسی انتقالِ نسبت سے اور خدا کی شان عطائی سے پر ہوا۔ ایسے ہی موقع کے لیے مولانا روم نے فرمایا: ؂

آں لطافت پس بداں کز آب نیست
جز عطاء مبدع وہاب نیست

ترجمہ : یہ آب وگل کی مہربانی نہیں ہے صرف پیدا کرنے والے اور عطا کرنے والے کی عطا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی صفات و کمالات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو عطا فرمائے تھے، ان کے انتقال کے بعد ہی یہ صفات و کمالات مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے اندر منتقل ہو گئے۔ اس کی حقیقت حال میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ یوں فرماتے ہیں کہ ''اس عاجز۔نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی میں تین باتیں بہت ہی غیر معمولی درجہ کی دیکھیں (۱) دین کا درد وفکر (۲) اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین (۳) معارف و حقائق کا فیضان۔ پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ یہ تینوں باتیں دفعتاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں آگئیں اور ان تینوں میدانوں میں وہ بہت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے آگے بڑھتے رہے۔''

دعوت وتبلیغ کی فکری اساس (یا بنیادی ایمان و یقین)

حضرت جیؒ کے سامنے یہ دعوت اپنی ترتیب کے ساتھ منکشف تھی اور اس کا نقشہ بالکل مرتب تھا اور یہ ترتیب وخاکہ ان کا کوئی ذہنی اختراع یا کسی انسانی دماغ کی کاوش کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اٹل قوانین تشریعی اور نظام ہدایت کی معرفت و یافت سے ہوا تھا، اسی وجہ سے یہ نظام حضرت جی کے عقیدہ کا لاینفک جزء بن چکا تھا۔

امت مسلمہ پورے عالم کی طرف مبعوث ہے، یہ قعود وعزلت کی زندگی نہیں بسر کرسکتی۔ اس کی رہبانیت اور درویشی دین کی محنت ہے۔ اس لیے امت کے مختلف احوال وظروف میں ہجرت ونصرت اور نفر وجہاد کے احکام دیے گئے۔

ان اساسی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کے خلف الصدق اور خلیفہ ارشد حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کی دعوت پر غور کریں گے تو کسی درجہ میں یہ بات سمجھ سکیں گے کہ یہ خاصانِ خدا اس کام کو اس قدر اہمیت

کیوں دیتے تھے۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھتے تھے بلکہ گویا آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ یہ غیر متبدل سنت اللہ اور اللہ تعالیٰ کا اٹل دستور اور فیصلہ ہے کہ اس بات کے لیے بلکہ سارے عالم انسانی کے لیے خیر وشر کے فیصلے کا انحصار اب امت محمدیہ کے عمل دعوت اور اس راہ کی محنت اور قربانی پر ہے۔ اگر اس نے دعوت کے کام کو اور اس کی راہ میں ٹھوکریں کھانے کو نہیں اپنایا تو وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مدد سے محروم ہوگی اور سارے انسانی عالم کی بھی ہدایت ورحمت سے محرومی کا باعث بنے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور سینوں کو اس یقین سے بھر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے امت کے لیے اور عالم کے لیے خیر اور ہدایت کے فیصلے کرانے کا راستہ یہی ہے کہ امت میں منہاجِ نبوی پر دعوت اور قربانی زندہ ہو۔ اس کے سوا سب دروازے بند ہیں۔

بہر حال حضرت جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نظامِ ہدایت کے اٹل قوانین اور غیر متبدل سنت اللہ کی بناء پر دعوت وہدایت کا ایک خاص خاکہ ونقشہ تھا۔ جس پر ان کا ویسا ہی ایمان ویقین تھا جیسا کہ کسی بدیہی سے بدیہی چیز پر ہوسکتا ہے۔ اس خاکہ ونقشہ کا ہر خدوخال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص قرآن حکیم کی ہدایات، سنن نبویہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری زندگی تھی اور وہ ہر قدم خدا کی توفیق سے دیکھ دیکھ کر اٹھاتے تھے۔ یہ دعوت محض چند اعمال کی دعوت نہ تھی بلکہ پورے دین کے احیاء کی پورے عالم میں کوشش تھی۔ بعض ناواقف جو صورتِ حال سے واقف نہیں، اسے سطحی دعوت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی تنگ نظری اور سطحیت کی دلیل ہے۔ کاش وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی وعملی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس کام کو سمجھتے اور اپنا لیتے۔ چند اعمال کے احیاء کا سوال نہیں بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے جو اپنے مقصد عقائد وایمان، احوال واعمال، عبادت وللّٰہیت، افکار واحساسات، اخلاق ومعاشرت میں صحابہ کا نمونہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وقدرت سے امید ہے کہ جس طرح اس نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اسے اٹھایا،

بڑھایا، چمکایا اور اس سطح پر پہنچا دیا، آئندہ بھی اس کے فروغ کی صورتیں پیدا فرمائے گا۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

حضرت جی کے اخلاق، عمل، مسلسل مجاہدات، طریق دعوت کی درستگی اور دعاؤں کا یہ اثر تھا کہ وہ کام جو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے وقت ہندو پاک کے صرف چند خاص خاص مقامات تک محدود تھا، وہ بڑھا پھیلا، اور دیکھتے دیکھتے یورپ و امریکہ، جاپان وافریقہ، اقصائے مشرق سے اقصائے مغرب تک پہنچ گیا۔ جماعتوں اور دینی قافلوں کی ہندو پاک اور بیرونی ممالک میں نقل وحرکت سے لاکھوں فیضیاب ہوئے۔ ہزاروں نے راہ پائی، سینکڑوں متقی کامل بنے۔ سوتے جاگتے بے طلبوں میں طلب پیدا ہوئی، بے دینوں میں احساسِ دین آیا، سونی مسجدیں آباد ہوئیں، اللہ کے دین کی آواز گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ ملک بہ ملک گونجی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنوں نے اس دعوت ومحنت سے فیض پایا، اور کتنے بھٹکے ہوئے انسان راہ پر آئے، کتنی مردہ سنتیں زندہ ہوئیں، کتنے فرائض میں جان پڑی، کتنی نئی مساجد تعمیر ہوئیں، کتنے غافل و بے بہرہ دینی علوم کے طالب بنے، کتنے ذاکر وشاغل بنے، کتنوں میں دین کا درد وفکر پیدا ہوا کتنے لذت وحقیقت دُعا سے آشنا ہوئے۔ اس کام کے ثمراتِ عاجلہ کا بھی سچی بات یہ ہے کہ احاطہ نہیں کیا جاسکتا، آخرت ہی میں معلوم ہوگا کہ اس کام کے چالو ہو جانے سے عالم میں کتنی خیر کی صورتیں پھیلیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے حضرت جی مرحوم کی خصوصیات کے شمار میں ایک امتیازی خصوصیت جس میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے، یہ تحریر فرمائی ہے:

> ''ان کی تقریروں اور صحبت کا وہ اثر ہے جو سامعین اور حاضرین پر پڑتا تھا، خاص طور پر ان سلیم طبیعتوں پر جن کا دل و دماغ دوسرے اثرات سے آزاد اور ان کی طبیعتوں میں تسلیم وانقیاد کا مادّہ غالب ہوتا تھا ان کی کیمیا اثر صحبت اور ان کی انقلاب انگیز تقریروں نے اتنی

زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں، اور اتنے دلوں اور دماغوں کو متاثر کیا جن کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ ان صحبتوں اور تقریروں کے اثرات اتنے گہرے ہوتے کہ صورت اور سیرت زندگی اور یہاں تک کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ بھی بدل جاتا۔"

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مولانا کی دعوت اور شخصیت اپنے پورے شباب اور عروج پر تھی۔ ان کی ہمت کا طائر بلند پرواز کسی بلند سے بلند شاخ پر بھی آشیانہ بنانے کے لیے تیار نہ تھا۔ کوئی دُور سے دُور جگہ ان کو دُور اور مشکل سے مشکل کام ان کو مشکل نہیں معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری اور اپنی طبیعت کی بے چینی اور بے تابی سے برسوں کا کام مہینوں میں، اور مہینوں کا کام ہفتوں میں اور دنوں میں کر لیا۔ اپنے والد نامدار کے بعد نئے ملکوں میں جماعتوں کے جانے کا افتتاح کیا اور ساری دُنیا کو گھر کا آنگن بنا لیا۔ حج کا مسئلہ اُٹھایا اور اس میں ایک نئی رُوح پھونک دی، اور دیکھتے دیکھتے حجاج کی تعداد اور ان کی کیفیات میں عظیم فرق پیدا ہو گیا۔ اجتماعات میوات کے محدود پیمانے سے نکل کر اتنے عظیم و وسیع بن گئے کہ بڑی بڑی سیاسی کانفرنسیں اور بڑے بڑے پبلک جلسے (مجمع کی کثرت میں بھی) ان کے سامنے ماند پڑ گئے، اور ان کی وہ کثرت ہوئی کہ مولانا کے لیے نظام الدین کا قیام مشکل ہو گیا۔ تبلیغی تقریروں میں غیر مسلموں سے خطاب، حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ، موجودہ مادّی زندگی پر تنقید اور فساد کے سرچشمہ کی نشان دہی کے باب کا افتتاح کیا اور اس میں ایسی کشش پیدا کر دی کہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم شریک ہونے لگے اور متاثر

ہوئے۔ یہ سب کام بڑی طویل عمر چاہتے تھے، لیکن مولانا نے پچاس برس سے کم عمر اور اپنی ذمہ داری اور دعوت کے صرف بیس سال کے اندر انجام دیئے، اور یہ سب منزلیں طے کر کے ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو بلال پارک لاہور میں اپنے خالق سے جا ملے۔" (سوانح مولانا محمد یوسفؒ)

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

مولاناؒ کے آخری وقت کا حال اور بیان سوانح یوسفی سے نقل کیا جاتا ہے:

"بالآخر نعش بلال پارک (جو لاہور کا تبلیغی مرکز ہے) لائی گئی۔ مسجد کے اندر اور باہر ایک جم غفیر، ہر ایک آنکھ سے آنسو رواں، زبانیں خاموش، جسم ساکت تھے ہندوستان سے مولانا کے رفیق سفر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اٹھے اور فرمایا۔ بزرگو! دوستو! آج بہت بڑے صدمے کی بات ہوگئی کہ حضرت جی کا انتقال ہو گیا۔ دل پھٹ رہے ہیں، طبیعتوں میں ٹھہراؤ نہیں، ہمارے محدود ذہنوں کی محنت کا مرکز اٹھ گیا، لیکن آج ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا ہے، سنیئے اور پوری توجہ سے سنیئے۔ فرمایا کہ جب ایسا وقت آجائے تو اس موت کو یاد کرو جوان پر گزری جو اس پوری کائنات کی تخلیق کا باعث تھے۔ ہمارے ماں باپ قربان نبی ﷺ پر۔ کیا اس دھرتی پر اس دن سے بھی زیادہ کوئی برا دن آیا ہوگا جس دن ہماری محبتوں کا مرکز اٹھا، آج کے دن مرنے والے سے محبتیں انہی کے واسطے سے تھیں، اس لیے آج ہمیں وہی کچھ کرنا ہے جو اس وقت اصل محبت والوں نے کر دکھایا۔ اس وقت کا پورا نقشہ پیش کیا۔ اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کا واقعہ سنایا کہ دین کی دعوت کے لیے لشکر تیار کھڑا ہے، ادھر اس کائنات کے محسن اعظم ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہے، لیکن سب سے پہلے جو کام کیا گیا وہ یہ تھا کہ لشکر کی روانگی پوری محنتوں سے کی گئی۔ ہزاروں رکاوٹیں درپیش، لیکن محبت کا تقاضا تو اصل میں یہی تھا

جس کی بدولت یہ سب کچھ ظہور میں آیا اور بتایا کہ اس طریقے کے بانی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی موت پر اسی مرنے والے نے (مولانا یوسفؒ) اس وقت تک میت اٹھانے کی اجازت نہ دی جب تک کہ اللہ کی راہ میں تین تین چلّے کی جماعتیں روانہ نہ کر دیں۔ آج ہم انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بتائے دیتے ہیں کہ یہ میت اسی وقت اٹھے گی جب یہاں سے اسی وقت جماعتیں تیار ہو کر اللہ کی راہ میں نکل جائیں گی، اللہ اکبر! بیان میں کیا تاثیر تھی کہ واقعی جماعتیں تیار ہو گئیں اور روانگی کی فکر ہونے لگی۔ خوشی ہوئی کہ اس مردِ درویش کے اُٹھ جانے کے بعد بھی سعید رُوحیں موجود ہیں جو ایسے وقت میں خود بھی سنبھلتی ہیں اور دوسروں کے لیے سہارا بنتی ہیں۔

بہرحال آپ کا جنازہ دہلی نظام الدین میں لایا گیا، تدفین سے پہلے یہاں بھی اسی نوعیت کا بیان حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نے فرمایا اور جماعتیں دُور اور دیر کے لیے خوب نکلیں۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جس کی نزاکت اور اہمیت کا احساس ہر درد اور فکر رکھنے والے کو ہو رہا تھا پیش آ گیا۔ مولانا کی نیابت کا کام آسان نہ تھا۔ اس کے لیے وہی جگر رکھنے والا چاہیے تھا جو ذہنی دماغی اور قلبی حیثیت سے مولانا ہی کی طرح تبلیغی دعوت سے تعلق رکھتا ہو اور شروع ہی سے سفر و حضر میں ساتھ رہا ہو۔ اس لحاظ سے نظریں مولانا انعام الحسن صاحب پر پڑ رہی تھیں، جو مولانا یوسف صاحبؒ کے بچپن سے ہمہ وقت کے ساتھی اور دست راست ایک بڑے عالم و فاضل، بارعب شخصیت کے مالک، حضرت مولانا الیاس صاحب کے معتمد علیہ مجاز اور تبلیغی دعوت کے درحقیقت دماغ ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ہمیشہ ان ہی کے مشورہ سے کام کیا اور ان کی رفاقت وصحبت، مشوروں اور آراء پر اطمینان اور اعتماد رکھا۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے کام کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی ذات پر ہو سکتا ہے۔ مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا نائب دعوتی، کام کا ذمہ دار اور امیر بنا دیا، اور پھر عمومی اعلان ہو کر بحیثیت جانشین آپ نے لوگوں کو بیعت کیا۔

حضرت شیخ کے اظہار اطمینان و اعتماد اور دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے بعد آپ نے بڑی جواں مردی کے ساتھ ان تمام دعوتی تقاضوں کو پورا فرمایا جو ایک امیر اور جانشین کی حیثیت سے آپ کے کاندھوں پر آ گئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ جماعتوں کی نقل و حرکت اور نئے اجتماعات کی تاریخیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ ان تمام اجتماعات میں آپ نے شرکت فرمائی جن کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات میں طے فرما گئے تھے۔ اس معاملہ میں آپ نے اپنی طبیعت کے ضعف اور نت نئی مخالفتوں کی بھی پرواہ نہیں فرمائی۔

بہر حال حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے دعوت کے عمل کو خوب وسعت دی اور پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ جماؤ پیدا کرنے کے لیے انتھک جدو جہد فرمائی اور نت نئی الجھنوں کو احسن طریقے سے سلجھایا اور نئے مسائل کو خوب حل فرمایا اور جدید و قدیم کارکنان اور مختلف طبقات کی کامل اجتماعیت کو اصول و آئین کے دائرے میں برقرار رکھتے ہوئے اور صبر و تحمل اور حسن تدابیر کے ساتھ نبھاتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں رہے، یہاں تک کہ پیغامِ اجل آ پہنچا اور اپنے رب سے ۱۰ جون ۱۹۹۵ء کو جا ملے۔ (رحمہ اللہ رحمۃ الواسعۃ)

گلوں کو دیکھ لے جی بھر کے بلبل
خبر کیا پھر بہار آئے نہ آئے

پاکستان میں اماراتی نظام:

جہاں تک وطن عزیز ملک پاکستان میں تبلیغی جماعت کے امراء حضرات کا تعلق

ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ قیامِ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے معاً بعد جب یہاں دعوت وتبلیغ کا کام شروع ہوا اور دو تین سال بعد اس نے اپنا استحکام پکڑا تو اس وقت اس کام کو مزید منظم شکل دینے کے لیے ۴ دسمبر ۱۹۵۰ء کراچی میں حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور پرانے تبلیغی احباب کے باہمی مشورہ اور اجازت سے محترم جناب الحاج بھائی محمد شفیع قریشی صاحب رحمہ اللہ کو تبلیغی جماعت پاکستان کا پہلا امیر مقرر کیا گیا اور رائے ونڈ کو تبلیغی مرکز طے کیا گیا۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر:

بھائی الحاج محمد شفیع قریشی صاحب رحمہ اللہ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے قریبی ساتھیوں اور تبلیغی جماعت کے پرانے اور فعال احباب میں سے تھے۔ آپؒ کی پیدائش غیر منقسم ہندوستان میں ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد آپؒ نے پاکستان کی طرف ہجرت کی اور راولپنڈی میں سکونت اختیار کی۔ آپؒ کی قیام گاہ مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز زکریا مسجد راولپنڈی سے بالکل متصل واقع ہے۔ آپؒ نے سڑسٹھ سال عمر پائی اور ۱۹۵۰ء سے لے کر اپنی وفات مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء تک تقریباً اکیس سال مسلسل تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر اوّل رہے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر وہ بڑی محنت وجاں فشانی کے ساتھ امارت کے فرائض سر انجام دیتے رہے اور جماعت کے کام کو آگے بڑھاتے رہے۔

آپؒ نے ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پشاور سے آگے ''کھجوری'' کے علاقہ ''کھوئی'' میں ایک سہ روزہ تبلیغی اجتماع میں وفات پائی۔ اور مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز زکریا مسجد راولپنڈی متصل اپنے ہی گھر کے ایک وسیع احاطے میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے دوسرے امیر

تبلیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر بھائی الحاج محمد شفیع قریشی صاحبؒ کی

وفات کے بعد ۱۹۷۱ء ہی میں بھائی الحاج محمد بشیر صاحبؒ کو مشورے سے تبلیغی جماعت پاکستان کا دوسرا امیر مقرر کیا گیا۔ بھائی الحاج محمد بشیر صاحبؒ استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کے والد بزرگوار اور حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ آپؒ کی پیدائش ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔

حاجی محمد بشیر صاحبؒ بھی ان اہل درد میں سے تھے جو مسلمانوں کی زبوں حالہ پر کڑھتے اور غم زدہ رہتے تھے تو آپؒ کو مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور ان کی رشد و ہدایت کی سخت فکر لاحق رہتی تھی۔ اس وقت آپؒ دہلی میں رہتے تھے۔ کسی نے آپؒ کو بتایا کہ یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں مولانا محمد الیاس صاحب، انہوں نے یہاں دین کی ایک تحریک شروع کر رکھی ہے اور جمعرات کو تمام مسلمانوں کو وہاں جمع کرتے ہیں۔ چنانچہ حاجی محمد بشیر صاحبؒ وہاں چل دیئے۔ اس وقت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کو فوت ہوئے چھ ماہ بیت چکے تھے۔ اب ان کی جگہ ان کے صاحب زادے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ وہاں موجود تھے۔ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے فرمایا کہ آپ تین دن کے لیے جماعت میں نکل جائیے! حاجی محمد بشیر صاحبؒ کی تشکیل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ فلاں جگہ جماعت چل رہی ہے آپؒ جا کر ان کے ساتھ شامل ہو جائیے۔ ایک جگہ آپؒ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں سے جماعت چلی گئی ہے۔ پھر دوسری جگہ پہنچے وہاں سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت یہاں سے چلی گئی ہے۔ پھر تیسری جگہ پہنچے تو تب جا کر آپ جماعت والوں سے ملے۔

اس طرح آپؒ تین دن کے لیے نکلے اور بارہ یا تیرہ دن لگ گئے۔ اور جب یہ دن لگا کر آپؒ واپس لوٹے اور حضرت جیؒ کو اپنی کارگزاری سنائی تو حضرت جیؒ آپؒ کی اس محنت پر بہت خوش ہوئے۔

اس کے بعد حاجی محمد بشیر صاحبؒ اسی طرح مسلسل دین کی محنت کرتے رہے۔ حضرت جیؒ نے بعد میں حاجی محمد بشیر صاحبؒ سے فرمایا کہ: ”تمہاری یہ نصرت

تمہارے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی۔"

حاجی محمد بشیر صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھے یہ حدیث گھر بیٹھنے نہیں دیتی ہے کہ:

"ایک صبح یا ایک شام اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے!"

حاجی محمد بشیر صاحبؒ ایک مرتبہ ساتھیوں کے ساتھ گشت میں گئے، شام کو ساتھی گھر چلے گئے تو حاجی محمد بشیر صاحبؒ مسجد میں بیٹھے دعاء مانگتے رہے اور روتے رہے۔ جب رات ہوگئی تو ساتھی دُوبارہ آئے، دیکھا کہ آپؒ اسی طرح گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے دُعا مانگ رہے ہیں۔ جب تہجد کے وقت آ کر دیکھا تو آپؒ سر کے نیچے اینٹ کا ایک ٹکڑا رکھ کر آرام فرمارہے تھے۔

حاجی محمد بشیر صاحبؒ علامہ اقبالؒ کے اشعار بڑی کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ بالخصوص اپنے آخری ایام میں بستر پر لیٹے لیٹے آپؒ اونچی آواز سے یہ شعر پڑھتے تھے اور روتے تھے ؎

حقانی معاشرت کو لا
باطلانی معاشرت کو توڑ دے

بالآخر حاجی محمد بشیر صاحبؒ اپنی زندگی کی کچھ اوپر ستر بہاریں دیکھنے کے بعد بہ عمر بہتر سال مؤرخہ ۹ جون ۱۹۹۲ء کو اس جہانِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے تیسرے امیر

الحاج بھائی محمد بشیر صاحبؒ کی وفات کے بعد ۱۹۹۲ء ہی میں حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کو جماعت کا تیسرا امیر مقرر کیا گیا۔ حاجی صاحبؒ کا ۱۹۵۱ء سے لے کر تادم واپسی ۲۰۱۸ تک قیام رائے ونڈ مرکز میں ہی رہا۔ آپؒ ۱۹۵۱ء سے لے کر آخر عمر تک رائے ونڈ مرکز کی مختلف دعوتی و تبلیغی ذمہ داریاں نبھاتے رہے، یہاں تک کہ پیغام اجل آ پہنچا اور آپ اپنے رب کے حضور پیش ہوگئے۔

دعوت وتبلیغ کا تاریخی پس منظر اور شورائی نظام کا جائزہ

★... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پوری امت میں مکمل دین کے زندہ کرنے کی مبارک محنت ایک مخصوص طریقہ کار پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ذریعہ شروع فرمائی۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے اس کام کا نام تبلیغ یا تبلیغی جماعت ہم نے نہیں رکھا بلکہ نام رکھنے کے مسئلہ پر ہم نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ اپنے آپ ہی یہ نام چل پڑا، اور ایسا مشہور ہوا کہ اب کبھی کبھی ہم بھی یہ نام لے لیتے ہیں۔ اس محنت کی بنیاد امت کے ہر فرد کو اپنی اصلاح اور خالصتاً اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت دین کے لیے اپنی جان و مال کے لگانے پر کھڑا کرنے کو بنایا گیا۔ کام کی بنیاد اہل حق علماء کی تائید، سرپرستی، مشوروں اور توجہ پر رکھی گئی۔ (جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری صاحب، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ وغیرہ حضرات)

★... ۱۹۲۶ء میں یہ مبارک محنت شروع ہوئی، ابتدائی طور پر میوات اور دہلی کے گرد و نواح میں محنت کو بنیاد بنایا گیا اور پھر کاندھلہ، سہارنپور اور رائے پور میں بھی جماعتوں کی تشکیل ہوئی اور تبلیغی محنت اور گشت کی ابتداء کی گئی۔ حضرتؒ کے زمانے میں پشاور، کراچی تک جماعتیں جانے لگیں اور مختلف بڑے شہروں میں اس کام کی ابتداء ہوئی۔

★... مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے وفات سے ایک دن پہلے، بارہ جولائی ۱۹۴۴ء، چہار شنبہ کے دن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری اور مولانا ظفر احمد صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے آدمیوں میں ان چند پر اعتماد ہے: حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب، مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، مولوی محمد یوسف صاحب کاندھلوی، مولوی محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی اور مولوی سید رضا حسن صاحب بھوپال۔ آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کروا دیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ ان حضرات نے باہمی مشورہ کے بعد مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی محمد یوسف ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے خلافت کے لیے القول الجمیل میں جو شرائط لکھی ہیں وہ سب الحمدللہ ان میں پائی جاتی ہیں۔ عالم ہیں، متورع ہیں اور علم اور تدریس سے اشتغال رکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت فرمائے گا مجھے منظور ہے۔

★... مولانا الیاسؒ کی وفات ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔

★... حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے پورے عالم میں جماعتوں کے جانے کی شکل بنائی اور دنیا کے اکثر حصے میں اس محنت کی بنیاد پڑی۔ پاکستان کے آخری سفر میں مختصر علالت کے بعد ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو بروز جمعہ یہ بابرکت ہستی اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

★... حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے کام کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا محمد انعام الحسنؒ صاحب کی ذات پر ہو سکتا

ہے۔اہل حل وعقد کے مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحب کا نائب، دعوتی کام کا ذمہ دار اور امیر بنا دیا۔حضرت مولانا محمد یوسف کے بیٹے مولانا محمد ہارون صاحب نے بھی اس فیصلے کی بھرپور تائید فرمائی اور اسے دل سے تسلیم فرمایا اور بعض میواتی یا دوسرے حضرات جو انہیں امیر دیکھنے کے خواہش مند تھے، سمجھایا اور فتنے کو کوئی موقع فراہم نہیں کیا بلکہ اپنی وفات تک مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ مکمل تعاون وفرمابرداری کا تعلق رکھا۔جس کی کچھ تفصیل ان کی سوانح میں مولانا محمد حسنی صاحب نے ذکر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولانا انعام الحسنؒ صاحب کے زمانہ میں ان کی وفات (۱۰ جون ۱۹۹۵ء) تک کام بغیر کسی مسئلہ کے پھلتا پھولتا رہا، اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔

★... ان اکابر ثلاثہ کے ستر سالہ دور امارت کی کچھ اہم خصوصیات ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

★...(۱) یکساں نہج: حضرت مولانا الیاسؒ کا ایک ملفوظ ہے:

''اس کام کے کچھ مخصوص اعمال مخصوص نہج کے ساتھ متعین ہیں'' حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے سامنے جب کبھی حضرت مولانا الیاسؒ صاحب کے قائم کردہ نہج میں تبدیلی کی لوگ رائے رکھتے تو یہ دونوں حضرات ہمیشہ یہ کہتے کہ جس رخ پر حضرت جیؒ چلا کر گئے ہیں اسی پر چلیں گے، ہم تو لکیر کے فقیر ہیں۔

★...(۲) اہل حق کی تائید اور سرپرستی: مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ اپنے تبحر علمی وعلمی حلقوں میں وقار و وزن اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی جیسے علماء کے نظام الدین میں موجود ہونے کے باوجود حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی

صاحبؒ، اور حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے ساتھ گہرا ربط رکھتے اور پیش آمدہ مسائل میں پرانے احباب سے مشورہ و مذاکرہ کے ساتھ ساتھ معتمد و مستند علماء کرام و مفتیان عظام سے بھی استفادہ کرتے تھے، اور دعوت کی محنت ہر طرف سے راسخین فی العلم علماء کرام کی براہ راست نگرانی میں ہو رہی تھی۔

★... (۳) شوریٰ اور مشورے کا اہتمام :ان تینوں حضرات کے یہاں شوریٰ تھی، مشورہ تھا، اور اس کے مطابق عمل تھا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی دور اندیش نظریہ بات پہلے ہی محسوس کر چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایک خط میں اپنے اس نظریے کو پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''اس لیے میرے نزدیک جو کام چلنے کے لیے اس وقت ضرورت ہے، وہ مشائخ طریقت و علماء شریعت، ماہرین سیاست کے چند ایسے حضرات کی جماعت کے مشوروں کے ماتحت ہونے کی ہے، یہ جماعت ایک نظم کے ساتھ حسب ضرورت مشاورت کا انعقاد کرے خاطر خواہ اور مدام رہے، اور عملی چیز سب اس کے ماتحت ہو سو ایک تو اول ایسی مجلس کے منعقد ہو جانے کی ضرورت ہے۔ اور دوسرے اس وقت جو امت محمدیہ کے امراض کہنہ میں سے ہے وہ عملی چیز کا بے محل اور بے ضرورت تقریر کی کثرت پر اکتفاء ہے اور اس کے بالمقابل قول پر عمل بڑھنے کی ضرورت ہے، لہٰذا آگے جو تبلیغ میں کوشش کرے وہ اس تبلیغ کے میدان میں نکل چکنے والوں کے ساتھ زندگی گزاریں۔''

★... ''شوریٰ کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اس کام میں اخلاص اور صدق دلی کے ساتھ اجتماعیت اور شوریٰ بینھم کی بڑی ضرورت ہے اور اس کے بغیر بڑا خطرہ ہے۔'' (ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ملفوظ نمبر ۱۶۵)

★... حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے فرمایا : ''کام اب خود اس بات کا متقاضی ہے

کہ ہر جگہ ایک جماعت ہو جو کام کو سنبھالے۔ مشورہ کی جماعت جب بناؤ تو اس میں سے امیر کا لفظ ہی نکال دو اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ امیر ایسا ہے کہ اس کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ صرف خادم ہے اور قوم کا خدمت گار ہے۔" حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے فرمایا کہ :اب تو انعام بھی امیر بن گیا، حضرت جی ہو گیا، تو مولانا انعام صاحب نے فرمایا :مولانا یوسف صاحب اکثر میری رائے پر فیصلہ فرماتے تھے جب سے میں امیر بنا ہوں اپنی رائے ہی چھوڑ دی۔ جس بات پر ساتھیوں کی رائے جمع ہو جاتی ہے وہ کر لیا جاتا ہے۔" تقریباً پچاس سال تک حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی صحبت پانے والے حضرت مولانا یعقوب صاحب مدظلہ اپنے خط میں ان دونوں حضرات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :"ہمارے یہ دونوں حضرات اگرچہ سب کے نزدیک متفق علیہ امیر تھے مگر کبھی انہوں نے امارت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کبھی حکم کے انداز سے بات نہیں کی، اور کبھی اپنی نہیں چلائی، ہمیشہ اپنے کو مشورہ کے تابع رکھا اور کوئی بھی بات چلائی تو اپنے ساتھیوں کے اتفاق کے بعد چلائی۔ امیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ہمیشہ مشورہ کے تابع رکھا۔"

★... ۱۹۹۳ء میں حج کے موقع پر حضرت جیؒ نے مفتی زین العابدین صاحبؒ اور چند دیگر حضرات کے سامنے یہ فرمایا کہ میری صحت اور میرا حال تمہارے سامنے ہے۔ اب میں کسی قابل نہیں ہوں۔ کام دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اس کا میرے اوپر بڑا بوجھ ہے۔ اس عالمی کام کے تحفظ، بقا اور رہبری کے لیے میں ایک شوریٰ بنانا چاہتا ہوں۔ مفتی صاحب نے کہا کہ مناسب ہے۔ حضرت جیؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدینؒ، حاجی محمد افضل صاحبؒ، حاجی عبدالمقیت صاحبؒ اور محترم حاجی محمد عبدالوہاب صاحبؒ کے سفر ہند کے لیے ویزے جدہ میں ہی حاصل کر لیے گئے اور یہ سب حضرات وسط اگست ۱۹۹۳ء میں

بستی حضرت نظام الدین تشریف لے آئے۔

اس وقت بنگلہ والی مسجد میں ملائیشیا والوں کا جوڑ تھا۔ اس سے فارغ ہو کر اگلے دن صبح ناشتہ کے بعد حضرت جیؒ کے حجرے میں نشست ہوئی۔ اس مجلس میں درج ذیل حضرات موجود تھے۔

۱۔ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ

۲۔ محترم حاجی محمد عبدالوہاب صاحبؒ

۳۔ حضرت مفتی زین العابدینؒ

۴۔ حاجی محمد افضل صاحبؒ

۵۔ حاجی عبدالمقیت صاحبؒ (بنگلہ دیش)

۶۔ حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ

۷۔ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ

۸۔ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ

حضرت جیؒ نے فرمایا کہ میری طبیعت کا حال تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ میری طبیعت گرتی جارہی ہے اور کام بڑھ رہا ہے۔ اس کو سنبھالنے کے لیے اکیلے میرے اوپر ذمہ داری نہ رہے۔ ہم سب مل کر اس کو ایک فکر کے ساتھ لے کر چلیں۔ مندرجہ بالا حضرات سے فرمایا کہ آپ لوگ تو میری شوریٰ میں ہیں۔ ان دو کو اور شامل کرلو میاں جی محراب صاحب اور مولوی محمد سعد صاحب، اس طرح ان شاء اللہ یہ شوریٰ دس افراد کی ہوگی جو آگے کام کو لے کر چلے گی۔

شوریٰ بننے کے بعد ایک مجلس میں مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے حضرت جیؒ کے سامنے ساری شوریٰ کی موجودگی میں یہ بات رکھی کہ حضرت جب جہاں آپ موجود ہوں تو آپ امیر ہیں ہی۔ اگر کہیں آپ موجود نہ ہوں تو کس طرح کام کیا جائے؟ حضرت جی نے فرمایا کہ : تم جتنے بھی موجود ہو اپنے میں سے ایک کو فیصل بنا کر کام کرو۔

۱۹۹۵ء میں حضرت جیؒ نے اس پوری شوریٰ کے ساتھ حج کیا اور اسی حج میں سیلون سے لے کر آسٹریلیا تک کا سفر ۱۰، ۸ ممالک کا طے ہوا۔ اس حج سے واپسی پر حضرت جیؒ کا وصال ہو گیا۔ اسی موقع پر یہ شوریٰ بستی نظام الدینؒ میں جمع ہوئی اور مشورہ کیا کہ آئندہ کام کی کیا شکل ہوگی۔ یہ طے فرمایا کہ نظام الدین میں اس شوریٰ کے جو ۵ افراد ہیں وہ نظام الدین کے کام کو لے کر چلیں گے۔ (۱) حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب، (۲) حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب، (۳) حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب، (۴) میاں جی محراب صاحب، (۵) مولانا سعد صاحب، اور فیصل تین ہوں گے۔ مولانا اظہار الحسن صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا سعد صاحب۔

اس موقع کے متعلق محترم حاجی عبدالوہابؒ یہ فرماتے ہیں کہ مولوی سعد صاحب نے یہ فرمایا: اگر آپ مولوی زبیر الحسن کو امیر بنائیں گے تو وہ لوگ کام سے کٹ جائیں گے جو مجھ سے جڑے ہوئے ہیں اور اگر مجھے امیر بناتے ہیں تو وہ لوگ کٹ جائیں گے جو مولانا زبیر صاحب سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ امیر نہ ہو اور کام شوریٰ سے چلے اور نظام الدین میں بیعت نہ ہو۔ ہم سب دس کے دس اس پر راضی ہو گئے۔ مشورہ میں تین باتیں طے ہوئیں جن کو باقاعدہ طور پر میاں جی محراب صاحب نے بنگلہ والی مسجد میں سب کے سامنے مجمع میں پڑھ کر سنایا اور اس مضمون کی تحریر مع دسوں اہل شوری کے دستخط کے آج بھی موجود ہے جو درج ذیل ہے:

۱۔ مستقبل میں کام کی نگرانی کی ذمہ داری کسی ایک امیر پر نہیں ہوگی بلکہ پوری شوری پر ہوگی۔

۲۔ اس شوریٰ میں جو حضرات بنگلہ والی مسجد کے ہیں، وہ یہاں کی شوری ہیں جو آئندہ نظام الدین کے کام کو لے کر چلیں گے، نیز نظام الدین میں امور طے کرنے کے لیے پانچ رکنی شوری میں سے تین حضرات باری باری سے فیصل ہوں گے :(۱)

مولانا اظہار الحسن صاحبؒ (۲) مولانا زبیر الحسن صاحبؒ (۳) مولانا محمد سعد صاحب۔

۳۔ رائیونڈ اور نظام الدین میں بیعت نہیں ہوگی۔

★... شوریٰ کے بننے کے بعد سے رائے ونڈ وٹونگی کے اجتماعات، حج کے موقعوں پر اور جملہ اسفار میں یہی شوریٰ مختلف ممالک کے امور ومسائل کو باہم مشورہ سے حل کرتی رہی۔ عموماً اسفار میں فیصل کبھی مفتی زین العابدین صاحبؒ، کبھی حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کبھی میاں جی محراب صاحبؒ، کبھی مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ ہوتے تھے اور ان احباب کی وفات کے بعد جس مشورے میں حاجی عبدالوہابؒ صاحب موجود رہے، ہمیشہ حاجی صاحبؒ ہی فیصل رہے۔

★... ۱۹۹۶ء میں جنوب مشرقی دنیا کے ممالک (سری لنکا، تھائی لینڈ، ملائیشیا، سنگاپور، انڈونیشیا، آسٹریلیا اور فیجی) کا سفر اسی شوریٰ کی سربراہی میں ہوا۔ اس سفر میں سڈنی (آسٹریلیا) میں شوریٰ نے یہ طے کیا کہ اب نظام الدین میں پانچ رکنی شوریٰ کے صرف تین فیصل نہیں ہوں گے بلکہ پانچوں باری باری سے تین تین دن کے لیے فیصل ہوں گے۔ دریں اثناء ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء میں مولانا اظہار الحسن صاحب کا، ۲۱ مئی ۱۹۹۷ء میں مولانا عمر پالن پوری صاحبؒ کا اور ۲۷ اگست ۱۹۹۸ میں میاں جی محراب صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔ اسی طرح تین سال کے مختصر عرصہ میں ہی نظام الدین کی پانچ رکنی شوری دو رکنی ہو کر رہ گئی۔

★... ۱۹۹۸ء میں افریقی ممالک کا سفر اسی شوری کی سربراہی میں ہوا۔ موریشس میں یہ بات طے ہوئی کہ کوئی کسی ملک یا شہر میں جا کر وہاں کام کی ترتیب بدلنے کے لیے نہیں کہے گا۔ اگر ضروری بات ہو تو وہاں کی شوریٰ والوں کے سامنے تجویز رکھے گا۔ وہ اس پر آپس میں مشورہ کر کے اپنی رائے کے ساتھ نظام الدین ورائے ونڈ بھیجیں گے اور یہاں سے مشورہ کے بعد جو لکھا جائے اس پر عمل ہوگا۔ اس میں یہ بات بھی طے ہوئی تھی کہ اختلافی باتیں تو درکنار، معروف صحیح باتیں بھی مجمع میں بیان نہیں کی

جائیں گی، تاکہ کسی قسم کی کوئی غلط فہمی لوگوں میں پیدا نہ ہو، جو کام کے نقصان کا ذریعہ بنے۔

★... اس کے بعد ۱۵ نومبر ۱۹۹۸ء میں مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں حاجی عبدالمقیت صاحبؒ کا انتقال ہوگیا، اور صرف پانچ حضرات باقی رہ گئے۔

ان پانچ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ مفتی زین العابدین صاحبؒ　　۲۔ بھائی محمد افضل صاحبؒ

۳۔ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ　　۴۔ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ

۵۔ مولانا محمد سعد صاحب

★... ۱۹۹۹ء میں رائے ونڈ اجتماع کے بعد شوریٰ نے ہندو پاک کے ذمہ دار پرانے احباب کے سامنے ایک تحریر پیش کی۔ اس تحریر پر اس وقت موجود پانچوں حضرات کے دستخط ہیں، اس تحریر کا آخری پیراگراف اس طرح ہے:

"اسی طرح رائے ونڈ اور نظام الدین میں بھی کسی چیز کو چلانے سے پہلے حضرت جیؒ کی مقرر فرمودہ پوری شوریٰ کا متفق ہونا ضروری ہے۔"

★... ۲۰۰۰ء میں مغربی ممالک (جرمنی، امریکہ، ویسٹ انڈیز، کناڈا اور انگلینڈ) کا سفر اسی شوریٰ کے باقی پانچ حضرات کی سربراہی میں ہوا۔

★... پھر شوریٰ کے دو حضرات بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، اور تین حضرات حاجی عبدالوہاب صاحب، مولانا زبیر صاحب اور مولانا سعد صاحب باقی رہ گئے۔ مختلف احباب کے توجہ دلانے کے باوجود کسی نا کسی وجہ سے شوریٰ کے افراد نہ بڑھائے جا سکے۔

★... اس طرح ۱۹۹۵ء سے لے کر آج تک یہ مبارک کام بغیر کسی متعین امیر کے پوری شوریٰ کی نگرانی میں فیصل بدل بدل کر چلتا رہا۔

★... ۲۰۱۵ء میں ان حضرات نے مولانا سعد صاحب سے تین مرتبہ تحریری طور پر درخواست کی کہ وہ ایک شوریٰ بنالیں اور ان کی موافقت کے بغیر کام کے نہج

میں کوئی نئی بات داخل نہ کریں۔لیکن ان کی درخواستوں کی طرف کوئی التفات نہیں کیا گیا۔

★... جب مسئلہ حل نہ ہوا تو نومبر ۲۰۱۵ میں رائے ونڈ کے اجتماع کے موقع پر جہاں ساری دنیا کے پرانے موجود تھے، ان حالات کو سنبھالنے کی بات رکھی گئی۔ چنانچہ مختلف ممالک کے ذمہ داروں نے تمام حالات پر غور وخوض کرنے کے بعد طے کیا کہ پورے عالم میں دعوت کی اس عالی محنت کو یکساں اور متفقہ نہج پر قائم رکھنے کے لیے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی قائم کردہ شوریٰ کی تکمیل کی جائے (جس کے دس میں سے آٹھ اراکین کا انتقال ہو چکا ہے) اور اسی طرح مرکز نظام الدین کی پانچ رکنی شوریٰ کو پورا کیا جائے جس کے صرف ایک رکن باقی ہیں۔اس مقصد کے لیے ایک مجلس قائم کی گئی اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب انصاریؒ نے اجتماعیت اور شوریٰ کی اہمیت کے بارے میں چند کلمات ارشاد فرمائے۔لیکن جب بات چلی تو بہت زیادہ بدمزگی ہوگئی اور شور شرابہ ہوگیا۔جب مجلس کے وقار کو برقرار رکھنا مشکل ہوگیا تو کئی ساتھیوں نے محترم حاجی محمد عبدالوہاب صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب سے عرض کیا کہ ذمہ داری آپ دونوں حضرات پر ہے۔اس شوریٰ کی تکمیل آپ کے ذمہ ہے۔آپ دونوں مل کر اس کی تکمیل کرلیں۔اس میں آپ چاہیں ہمیں بلائیں، جس سے رائے لینا چاہیں اس سے رائے لے لیں، نہ لینا چاہیں نہ لیں۔یہ ذمہ داری آپ کی ہے۔اخیر میں حاجی صاحب نے فرمایا کہ اب تم سب استغفار کرو اور دعا مانگو اور اس کو مجھ پر چھوڑ دو۔اس پر یہ مجلس ختم ہوگئی۔واضح رہے رائیونڈ کے ان مشوروں میں فیصل حاجی عبدالوہاب صاحب ہی تھے۔

★... طویل مذاکرے کے بعد محترم حاجی عبدالوہاب صاحب نے مشورے سے حضرت جیؒ کی بنائی ہوئی شوریٰ میں ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے مزید گیارہ (۱۱) حضرات کا اضافہ کرکے اس کی تکمیل کردی اور اس طرح شوریٰ کے افراد کی تعداد

(۱۳) ہوگئی۔ مشترکہ شوریٰ میں (۵) احباب ہند، (۵) احباب پاکستان اور (۳) احباب بنگلہ دیش کے شامل ہیں۔ بعد میں یہ بھی طے ہوگیا کہ نظام الدین کے (۵) حضرات جو اس شوریٰ میں ہیں وہ نظام الدین کی شوریٰ ہوگی اور یہی شوریٰ نظام الدین کے جملہ امور باہمی مشورہ سے سرانجام دے گی۔ شوریٰ کی تکمیل سے متعلق ایک تحریر تیار کی گئی جس پر حاجی عبدالوہاب صاحب نے دستخط کئے اور دوسرے رفقاء سے بھی دستخط کرائے۔ محترم حاجی عبدالوہاب صاحب کے ارشاد پر وہ تحریر مولانا سعد صاحب کو پیش کی گئی کہ وہ بھی اس پر دستخط فرمادیں تو انہوں نے شوریٰ کی اس تکمیل سے یہ کہہ کر اتفاق کرنے سے انکار کردیا کہ اس کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، مجھے اس پر انشراح نہیں ہے، جیسے کام چل رہا ہے ویسے ہی ٹھیک ہے۔ متعدد بار ان سے بات کی گئی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اور یہ کہا کہ شوریٰ مجھ کو پابند کرنے کے لیے بنائی جارہی ہے۔ مجھے پابندی قبول نہیں ہے۔

اس مجلس کے آخر میں حضرت مولانا ابراہیم دیولہ صاحب نے فرمایا کہ یہ کام اللہ کی ایک امانت ہے۔ ہر آدمی اس کا ذمہ دار ہے۔ اس کام کو چلائے پھیلائے اور اس کام کی نگرانی کرے تاکہ یہ کام صحیح طور پر نسلوں تک جائے۔ اس امانت کا یہ حق ہے ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ سے یہ پوچھا کہ یارسول اللہ آپ کے بعد بھی کام رہے گا۔ تقاضے پیش آئیں گے اور مسائل اکٹھے ہوں گے اگر ان مسائل کا حل ہم قرآن میں یا حدیث میں نہ پائیں تو ان کے حل کے لیے کیا کریں؟ تو فرمایا کہ نیک آدمیوں کو پرہیزگار آدمیوں کو جمع کرو اور ان سے مشورہ کرکے عمل کرو۔ ایک آدمی کی بات پر اعتماد مت کرنا۔ یہ حدیث شریف کا مضمون ہے۔ اس لیے ہمارے سامنے یہ صورت ہے کہ الحمد للہ کام کرنے والے ساتھی ہیں۔ ذمہ دار ہیں۔ زندگیاں ان کی لگائی ہوئی ہیں۔ پابند ہیں۔ ہم سب مل کر اسی ترتیب پر جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی مشورہ کی اور وہ ایک بڑی سنت

ہے، ایسی سنت ہے جس سے امت کی صلاحیتیں حق پر آتی ہیں رائے دینے والے رائے دیں گے جو رائے نہیں دے سکتے رائے لے کر ان کی دل جوئی کی جائے گی۔ اس طرح دلوں کو جوڑ کے ان کی صلاحیتوں کو کام پر لانے کا یہ بہترین مسنون طریقہ ہے۔ حضور ﷺ نے اور صحابہ کرام ؓ نے اپنے اپنے دور میں مشورہ کا بہت اہتمام کیا ہے۔ حضور ﷺ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیتے تھے آپ حضرات کی کیا رائے ہے۔ اصل یہی ہے کہ اس امت کا کام آپس کے مشورہ سے چلا کرے۔ جب مشورہ قائم ہو جائے گا تو سارے مسائل کا حل نکالنا آسان ہو جائے گا۔ کون فیصل بنے، کون ذمہ دار بنے، کون جائے، یہ سارا کام تو مشورہ کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات سے بھی ہماری یہ درخواست ہے کہ مشورہ کا اہتمام کریں مشورہ کی جماعتیں بنائیں اور اپنے آپ کو مشورہ کا پابند بنائیں اور اس کام کو امانت سمجھ کر کریں۔

اس کے بعد دعا فرمائی اور مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

پاکستان کی صورتحال :

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان میں اجتماعیت کے ساتھ مشورے سے کام چل رہا ہے۔ محترم حاجی عبدالوہابؒ اور دیگر اکابر نے کام کی حفاظت کے لیے ایک ذہن سازی کی اور کام کو فردِ واحد کے ساتھ جوڑنے کی بجائے مشورے اور اجتماعیت پر کام کو ڈال دیا تھا۔ محترم حاجی صاحب کی زندگی ہی میں ان کی غیر موجودگی میں حضرت مولانا نذر الرحمن صاحب مشورے کے فیصل رہے اور حاجی صاحب نے اپنے بعد انہی کو اپنا نائب مقرر فرمایا ان کی ہدایت کے مطابق بحمد للہ وفضلہ مولانا نذر الرحمن اور ان کے نہ ہونے پر مولانا احمد بٹلہ اور ان کی عدم موجودگی میں مولانا عبید اللہ خورشید مدظلہم پر تمام مشورے والوں نے اعتماد کا اظہار کیا ہے اور حاجی صاحب کی زندگی میں جیسے مل جل کر کام ہو رہا تھا ایسے ہی کام کرنے کا عزم کیا۔

سوانح

دفتر ہستی میں زریں ورق ہے تیری حیات
ہے سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

سوانحی برگ و بہار

ذوالکفل
مدرس جامعہ دارالتقویٰ

....

پیدائش، ایامِ طفولیت، ابتدائی حالات، خاندانی پس منظر

حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب سن 1922ء میں پنجاب کے ضلع کرنال کی تحصیل تھانیسر کے گاؤں کمھلہ میں پیدا ہوئے، یہ علاقہ دریائے جمنا[1] کے ایک کنارے واقع ہے۔

تاریخ پیدائش میں ایک مغالطہ

مختلف رسائل واخبارات میں حاجی صاحب کا سن پیدائش 1923ء یا 1926ء ذکر ہے، اسی طرح حاجی صاحب کے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر کاغذات میں سن پیدائش 6 جنوری 1926ء درج ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ حاجی صاحب اپنا سن پیدائش 1922ء بتاتے تھے اور مہینے کے بارے میں حاجی صاحب کو خود بھی حتماً معلوم نہیں تھا۔ جنوری، مارچ یا جون میں سے کوئی ایک بتایا کرتے تھے۔ پیدائش کے بعد آپ کا نام کنور محمد عبدالوہاب رکھا گیا، راجپوت خاندان کی وجہ سے پورا نام راؤ محمد عبدالوہاب پکارا جاتا تھا، آپ کے والد محترم کا نام محمد عاشق حسین اور دادا کا نام اللہ دیا تھا۔

---

[1] ایک دفعہ میں نے ازراہِ محبت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ: حضرت آپ کا گھر جمنا کے بالکل قریب تھا لیکن اس کے باوجود تیراکی نہیں سیکھی؟ تو اس پر حاجی صاحب نے فرمایا کہ: میرے دادا اللہ دیا مرحوم کو مجھ سے بے حد محبت تھی اور وہ اس خوف سے کہ کہیں مجھے کچھ ہو نہ جائے دریا میں اترنے نہیں دیتے تھے۔

وجہ تسمیہ

حاجی صاحب بتاتے تھے کہ میرے والد جناب محمد عاشق حسین صاحب نے میرا نام ہندوستان کے ایک عظیم لیڈر کنور عبدالوہاب[1] کے نام پر رکھا تھے۔ یہ ہندوستان میں راجپوت خاندان کے ایک نامی گرامی رہنما تھا جن کا تحریک آزادی میں اہم کردار تھا۔ یہ وہی عبدالوہاب تھے جنہوں نے راجپوتوں کے سماجی حقوق کی فراہمی کے لیے انہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس سلسلے میں راجپوت کو منظم کر کے ایک اسکول بھی قائم کیا۔ والد صاحب کو ان سے بہت عقیدت تھی چنانچہ انہی کے نام پر میرا نام بھی عبدالوہاب رکھا گیا۔

اس زمانے میں برادری کے ہاں ایک دستور چلا آ رہا تھا کہ ان کے ہاں شادی کے بعد جو پہلا بچہ ہوتا تو اس کے نام کے ساتھ ''کنور'' کا لفظ لگا دیا جاتا تھا چنانچہ حاجی عبدالوہاب صاحب کو بھی بچپن میں ایک عرصے تک ''کنور محمد عبدالوہاب'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

خاندانی پس منظر

حضرت حاجی صاحب کا خاندان موجودہ ہریانہ کے گاؤں راؤ کمھلہ، تحصیل تھانیسر پنجاب کے ضلع کرنال میں آباد تھا۔ آپ کے دادا مرحوم اپنے علاقے میں نیک سیرت بزرگ جانے جاتے تھے اور ان کا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے گہرا تعلق تھا۔ اسی تعلق کا اثر تھا کہ آپ اکثر جمعے کے دن اپنی بستی سے چل کر گنگوہ حضرت کے پیچھے جمعہ پڑھنے تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کے والد بزرگوار جناب محمد عاشق صاحب کی پہلی اہلیہ کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا جن سے دو لڑکے راؤ محمد عباس اور بڑے بھائی راؤ محمد الیاس تھے۔ آپ کے

---

[1] کنور ہندی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: راجا کا بیٹا، کمار، شہزادہ (مرتب)

ایک چچا دلی میں قیام پذیر تھے۔ جب کہ ایک چچا اسی بستی میں رہتے تھے۔ جن کا شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے انتقال کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے: حاجی صاحب بتاتے تھے کہ ایک دفعہ چچا مرحوم کو بیت الخلاء کی حاجت تھی چنانچہ دروازے پر پہنچے تو دروازہ بند تھا۔ چچا نے کچھ انتظار کے بعد دروازہ کھٹکھٹایا پھر دوبارہ اور سہ بارہ بھی دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ باہر نکلے اور غصے وجلال کی ملی جلی کیفیت سے ان کے چچا پر ایک رعب دار نگاہ ڈالی... وہ صاحب نسبت اور صاحب تصرف آدمی تھے۔ نگاہ کا ایسا اثر ہوا کہ چچا کی قوتِ احساس اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جاتی رہی اور دماغی توازن بگڑ گیا اور چند روز بعد اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد جناب محمد عاشق صاحب نے دوسرا نکاح کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا سرچشمۂ ہدایت حاجی عبدالوہاب صاحب کی صورت میں عطا فرمایا انہی اہلیہ سے ایک اور بیٹا محمد یٰسین اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ حاجی صاحب کہتے تھے کہ مجھے اپنی اس بہن سے بہت تعلق تھا، اس کے انتقال پر مجھے شدید دُکھ ہوا اور جب اسے دفنا کر واپسی ہو رہی تھی تو میں بلا اختیار بہت رونے لگا اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ سواری میں سارا راستہ میں روتا ہی رہا۔

حاجی صاحب کی دوسری بہن مرحومہ کی نو بیٹیاں ہوئیں جن میں سے ایک کراچی، دو لاہور، ایک سیالکوٹ بیاہی گئیں، حاجی صاحب کو اپنی سیالکوٹ والی بھانجی سے بہت پیار تھا، اکثر اس کا تذکرہ کرتے اور ملنے کے لیے تشریف بھی لے جاتے اور فون سے بات فرماتے تھے۔

حاجی صاحب کی پیدائش میں ایک عجیب واقعہ

حاجی صاحبؒ کے والد محمد عاشق حسین صاحب کی اہلیہ کے انتقال کے کچھ ہی عرصے بعد چچا کا انتقال ہو گیا تھا (جس کا قصہ اوپر ذکر ہوا)۔ چچا کی چونکہ نئی نئی شادی

ہوئی تھی تو خاندان والوں نے اصرار کیا کہ اپنی بھابی سے نکاح کرلو لیکن یہ تھے کہ کسی بھی طرح ماننے میں نہ آتے تھے۔ بلکہ غصے ہوتے تھے۔ خاندان ولوں نے بہت زور لگایا لیکن یہ راضی نہ ہوئے۔ نکاح کرنے میں شرعی لحاظ سے تو کچھ عذر نہ تھا مگر عام رواج اور دستور کے اعتبار سے انہیں حجاب محسوس ہوتا اور خود بھی کہا کرتے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنی بھابی سے ہی نکاح کرلیا (بھابی کو بہن کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہتے تھے کہ اپنی بہن سے نکاح کروں؟) اسی میں کچھ عرصہ یوں ہی گزر گیا۔

اس پورے خاندان کا حضرت رائے پوریؒ سے اصلاحی تعلق تھا اور خاندان کے اکثر لوگ حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجلس جاری تھی جس میں خود حاجی صاحبؒ کے والد محمد عاشق حسین اور دیگر رشتہ دار موجود تھے... باتوں کے دوران کسی رشتہ دار نے حضرت رائے پوری سے کہہ دیا کہ حضرت ہم اسے (محمد عاشقؒ کو) اپنی بھابی سے نکاح کا کہتے ہیں، لیکن یہ انکار کردیتے ہیں اور غصہ ہوتے ہیں تو اس پر حضرت رائے پوری نے محمد عاشق صاحب کو مخاطب کرکے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ بھائی...! ''جو بات بڑے سوچ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں خیر ڈال دیتے ہیں۔''[1]

بس اس بات کا سننا تھا کہ

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

فوراً نکاح پر راضی ہوگئے حضرت نے ہی نکاح پڑھا دیا اور پھر اس اہلیہ سے اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً خیر کثیر حاجی صاحب کی صورت میں جاری فرمائی۔

---

[1] علماء نے خیر کا معنی یہ کیا ہے کہ جس سے عامۃ الناس کو نفع ہو اور اللہ تعالیٰ نے حاجی عبدالوہاب صاحب کو اعلیٰ پیمانے پر عامۃ الناس کے لیے نافع بنایا تھا اور جب کبھی حضرت حاجی صاحب یہ واقعہ ذکر کرتے اور اپنے انداز میں حضرت رائے پوری کا یہ جملہ ذکر کرتے کہ بھائی: ''جو بات بڑے سوچ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں خیر ڈال دیتے ہیں'' تو میں دل لگی کے لیے عرض کرتا کہ اور اس خیر کا نام ''عبدالوہاب'' (نعیم)

آغازِ تعلیم

حاجی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی میں حاصل کی۔ محلے کی مسجد میں قاعدہ اور ناظرہ پڑھا اور قریبی اسکول سے پرائمری اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔

انبالہ شہر میں مسلم ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ اسی اسکول کے مسلم بورڈنگ ہاسٹل میں رہتے تھے۔ جس کو ان کے والد صاحب نے ہی قائم کیا تھا۔ اس کے کلیم میں خانیوال میں جگہ ملی تھی۔ جس پر آج کل کسی نے قبضہ کر رکھا ہے۔

میٹرک سے فارغ ہونے کے بعد 1939ء میں تعلیم کی غرض سے لاہور تشریف لے آئے اور یہاں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لے لیا۔ اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام کے ماتحت تھا اور ایک عرصے تک علامہ اقبال بھی اس کے صدر رہے۔ ان دنوں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ اور گورنمنٹ کالج لاہور کا غیر نصابی سرگرمیوں میں خوب مقابلہ رہتا تھا اور حاجی صاحبؒ اپنے کالج کی طرف سے مختلف سرگرمیوں خصوصاً دوڑ میں حصہ لیتے رہتے تھے۔

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ نے FSC میڈیکل میں کی، پھر بی اے آرٹس کیا۔ آپ کے کالج کے رفقاء میں چودھری مسعود الرحمن مرحوم جی ایم واپڈا (جو رائے ونڈ مرکز کے شعبہ بیرون میں مقیم رہے)، محمد خلیل مرحوم ایئر فورس کے آفیسر اور ہومیو پیتھک ڈاکٹر الیاس مسعود قریشی مرحوم (لاہور کے مشہور ڈاکٹر مسعود قریشی کے فرزند) شامل تھے۔

ڈاکٹر سیف الدین سیف مرحوم اگرچہ گورنمنٹ کالج میں پڑھتے تھے۔ لیکن ان سے بھی بہت تعلق ہو گیا تھا۔ وہ Fsc کے بعد K.E میں داخل ہو گئے پھر آخر عمر میں امریکہ میں رہے۔ یہ سب ہی احباب حاجی صاحب سے آخر عمر تک رابطے میں رہے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب بچپن ہی سے نیک صفات کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے انہیں گھر میں دینی ماحول میسر تھا، گھر کی دینی تربیت، نیک ماحول اور باکمال صفات نے حاجی صاحب کو شروع ہی سے ایک ممتاز شخصیت بنا دیا تھا۔ اسی تربیت

کا اثر تھا کہ کالج کے زمانے میں بھی حاجی صاحب دینی اعتبار سے ایک نمایاں فرد شمار ہوتے تھے۔

لاہور میں قیام

کالج کی پڑھائی کے لیے لاہور تشریف لانے کے بعد ابتدائی دنوں میں حاجی صاحب نے یہاں اپنے ایک عزیز جناب عبدالرشید صاحب کے یہاں قیام کیا۔ عبدالرشید صاحب اسلامیہ اسکول بھاٹی گیٹ میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ پھر کالج کے ہاسٹل میں منتقل ہو گئے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب ماسٹر عبدالرشید صاحب سے کہنے لگے کہ یہ بہت بے حیا شہر ہے۔ ماسٹر صاحب نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ تو حاجی صاحب نے بتایا کہ میں شام کو مال روڈ سے گزر رہا تھا۔۔۔ میں نے دیکھا ایک لڑکا، ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہا ہے۔ ماسٹر صاحب یہ بات سن کر پہلے تو چپ رہے پھر کہا کہ یہ لاہور شہر ہے۔ یہاں شام کے وقت تین جگہوں انارکلی، مال روڈ اور لارنس گارڈن مت جانا۔

کالج کے زمانے کے دوران معمولات

نیک تربیت کا اثر ضرور رہتا ہے چاہے ماحول کیسا بھی ناخوش گوار ہو۔ حاجی صاحب اپنے کالج کے زمانے سے ہی صوم وصلاۃ کے انتہائی پابند اور اعمال کا اہتمام کرنے والے تھے۔ اس وقت آپ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں اڑھائی تین بجے اٹھتے، ورزش کرتے، تیل کی مالش کرتے، غسل کرتے اور پھر تہجد پڑھ کر اپنے ذکر و اذکار کر کے اول وقت میں مبارک مسجد نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ یہ مسجد ہاسٹل کے قریب ہی ریلوے روڈ پر واقع تھی۔ نماز کے بعد ہر روز حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مجلس میں جانے کی ترتیب تھی۔ حضرت کے یہاں نماز اسفار میں (تاخیر سے) ہوتی تھی تو اتنا وقت مل جاتا تھا کہ ریلوے روڈ سے پیدل چل کر شیرانوالہ گیٹ تک حضرت کے درس میں بروقت پہنچ جاتے تھے۔ درس سے فارغ ہو کر واپس پیدل ہوسٹل اور پھر وہاں سے کالج، یہ روز کا معمول تھا۔ کالج کے اندر ظہر کے وقت اذان ہوتی تو حاجی

صاحب کتاب بند کر کے کمرہ جماعت سے باہر آ جاتے چونکہ نماز کے لیے اکیلے ہی جاتے تھے، اسی لیے جونہی باہر نکلتے طلبا پیچھے سے آوازیں کستے کہ وہ گیا۔۔۔، وہ گیا۔۔ تو جو استاد کلاس میں ہوتے وہ کہتے کہ جہاں وہ جا رہا وہاں اگر تم سب جانے کو تیار ہو تو میری طرف سے تم سب کو چھٹی۔ اگر نہیں جاتے تو اس کو جانے دو۔ حاجی صاحب نماز پڑھ کر آتے، اگر کلاس مل جاتی تو شریک ہو جاتے نہ ملتی تو اگلی کلاس میں شرکت کرتے۔ وہاں سے فارغ ہو کر کالج سے ہاسٹل آتے اور دوپہر کا کھانا کھاتے، قیلولہ کرتے پھر عصر میں اٹھتے اور عصر پڑھ کر عصر سے مغرب تک مسجد میں اپنے اذکار وغیرہ جو بھی کہیں سے سنا ہوتا، اس کو کرتے رہتے۔ مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر سورۃ یٰسین، کہف، واقعہ، ملک، الم سجدہ یہ سورتیں روزانہ پڑھنے کا معمول تھا۔ عشاء پڑھ کر کچھ اذکار اگر باقی ہوتے تو وہ کرتے پھر سو جاتے اور اگلی صبح پھر یہی معمول ہوتا۔ اکثر طلباء کہتے کہ تم اگر اسی طرح کرتے رہے تو امتحان میں فیل ہو جاؤ گے۔ اس بات پر حاجی صاحب فرماتے کہ دنیا کے امتحان میں فیل ہو جاؤں گا لیکن آخرت کے امتحان میں تو پاس ہو جاؤں گا۔ لیکن حاجی صاحب دنیا کے امتحان میں بھی کبھی فیل نہیں ہوئے اور آخرت کے امتحان میں تو پاس ہی پاس ہیں۔ ان شاء اللہ۔

کالج کے زمانے میں دعوت کے کام کی ابتداء

اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حاجی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کے درس میں شریک تھے۔ حضرت دعوت کے عنوان سے مجمع سے بات فرما رہے تھے کہ جب صحابہ کرام جنگ سے فارغ ہو کر واپس اپنے مقام کی طرف لوٹتے تو چونکہ صحابہ کا معمول اپنے مقام پر ہمہ وقت دعوت کا تھا تو اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ فرمان ہوتا کہ:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر

یہ ذکر کرنے کے بعد حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ یہ دعوت جہاد اکبر ہے۔

جب حاجی صاحبؒ نے یہ بات سنی تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ

کام تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد سے حاجی صاحبؒ نے ہاسٹل میں لڑکوں کو نماز کی دعوت دینی شروع کردی۔

سب ہاں ہاں کرتے لیکن نماز کے لیے کوئی بھی نہ آتا۔ اسی طرح دعوت دیتے کچھ عرصہ گزر گیا۔ ایک دن حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک قریبی دوست محمد خلیل کو جو ہائی سکول سے ان کے ساتھ تھے دعوت دینا شروع کی اور ایک دم ان سے چمٹ کر رونے لگے۔ محمد خلیل صاحب بہت حیران ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی۔۔۔حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ یہ سن کر محمد خلیل صاحب مزید حیران ہوئے اور کہا کہ لگتا ہے مولوی احمد علی نے تیرے پر جادو کردیا ہے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ والا جادو صحیح ہے یا غلط؟ محمد خلیل صاحبؒ کہنے لگے کہ جادو تو صحیح ہے۔ اچھا تم رومت میں اب سے نماز پڑھا کروں گا۔ اس کے بعد سے انہوں نے نماز شروع کردی اور پھر آخر تک کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ اس کے بعد آخر تک حاجی صاحبؒ کی ان سے ملاقات رہی۔ حاجی صاحبؒ تقریباً ہر سال اسلام آباد اجتماع سے واپسی پر ان سے ملنے تشریف لے جاتے تھے۔

طبیعت کی چستی اور نشاط

حاجی صاحبؒ کی طبیعت میں بچپن ہی سے غیر معمولی چستی اور نشاط تھا، جس نے عمر بھر حاجی صاحبؒ کو چاق وچوبند رکھا۔

کالج کے زمانے میں حاجی صاحبؒ غیر نصابی سرگرمیوں میں سے ہائیکنگ (تیز چلنا) میں انتہائی شوق رکھتے تھے۔ چونکہ طبیعت میں پہلے سے ہی بہت چستی تھی، مزید اس شوق نے حاجی صاحب کو اور بھی مضبوط کردیا تھا۔ پڑھائی کے دوران ایک دفعہ کالج میں پنجاب اولمپک گیمز کے تحت ہائیکنگ کا مقابلہ ہوا، اس میں حاجی صاحب نے بھی شرکت کی۔ یہ مقابلہ دس میل کا تھا۔ اس مقابلے کے شرکاء میں ایک سکھ بھی تھا جس کا قد چھ فٹ اور قدم لمبے لمبے تھے اور حاجی صاحب کا قد ساڑھے پانچ فٹ تھا، چنانچہ ایک زور

دار مقابلہ ہوا اور وہی سکھ پہلے نمبر پر آیا اور حاجی صاحب دوسرے نمبر پر رہے جب کہ تیسرے نمبر پر حاجی گلزار صاحب آئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور مقابلہ ہوا جو تقریباً تیس کلومیٹر کا تھا، حاجی صاحب بتاتے تھے کہ جب یہ ریس شروع ہوئی تو کچھ ہی دیر بعد میرے جوتے میں اگلی جانب انگوٹھے کے نیچے ایک کیل گھس گیا، جس نے میرے انگوٹھے کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔ اب بیچ مقابلے میں رکنا کھیل کے اصول کے مطابق فاؤل تھا، چنانچہ میں نے انگوٹھے کو موڑ کر بدستور مقابلہ جاری رکھا اور اس تکلیف کے باوجود میں دوسرے نمبر پر رہا۔

ایک دفعہ صہیب گلزار صاحب جو مولوی اویس گلزار صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں وہ حاضر خدمت تھے، چونکہ وہ اکثر حاجی صاحب کے ساتھ سفروں میں ہوتے تھے تو حاجی صاحب انہیں ان کے والد حاجی گلزار صاحب کے ساتھ گزرے وقت کی باتیں سناتے تھے۔

حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ تمہارے والد (گلزار صاحبؒ) ہر چھٹی کے دن کچھ دوستوں کے ہمراہ کہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے پوچھ لیا کہ آپ لوگ چھٹی کے دن کہاں جاتے ہو؟۔ (حاجی) گلزار صاحبؒ کہنے لگے ہم لوگ دریا کے کنارے تفریح کے طور پر ہائیکنگ کے لیے جاتے ہیں۔۔۔ تم بھی ساتھ چلو۔۔۔ حاجی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں بھی ساتھ ہولیا۔ وہاں پہنچے تو یہ سب لوگ اپنے کپڑے تبدیل کر کے ہائیکنگ کے لیے تیاری کرنے لگے ان سب نے نیکر پہن لی اور میں اپنی شلوار قمیض میں ہی رہا۔۔۔ مجھے شلوار قمیض میں دیکھ کر یہ سب ہنسنے لگے اور طنز کر کے کہنے لگے کہ اچھا۔۔! اس شلوار قمیض کے ساتھ ریس لگاؤ گے؟ میں نے کہا۔ ہاں اسی کے ساتھ چلوں گا پھر ہماری آپس میں ریس شروع ہوئی تو میں نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ پھر حاجی صاحبؒ بھائی صہیب گلزار صاحب سے فرمانے لگے صہیب۔۔! تمہارے والد روندیاں مارتے تھے پیر میرے پیر کے آگے رکھتے تھے کہ میں گر جاؤں اور پیچھے رہ جاؤں۔

کالج کے اندر حاجی صاحب کی یہ چستی اور طبیعت کا نشاط مشہور تھا۔یہی وجہ تھی کہ سردی ہو یا گرمی حاجی صاحب روزانہ صبح پیدل چل کر حضرت لاہوری کے درس میں پابندی سے شرکت کرتے تھے۔اور یہ طبیعت کا نشاط اور پھرتیلا پن آخر عمر تک رائیونڈ میں کام آیا۔

حاجی صاحب کے کالج میں فزکس کے ایک پروفیسر تھے، ان کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ وہ ہر سال اپنی سالگرہ انوکھے انداز میں مناتے تھے۔چنانچہ جب ان کی سالگرہ آتی تو جتنی ان کی عمر ہوتی اتنے سال گن کر اتنے ہی میل پیدل چلتے تھے، حاجی صاحب کے پڑھنے کے دوران ان کی عمر چالیس سال ہوئی تو انہوں نے حاجی صاحب کو ساتھ لیا، استاد تھے انکار کی گنجائش نہ تھی، چنانچہ حسب عادت انہوں نے چالیس میل پیدل چل کر اپنی سالگرہ منائی اور حاجی صاحب بھی ان کے ساتھ چالیس میل چلے۔یہ سفر اس وقت کالج سے لیکر اچھرہ نہر کے کنارے تک تھا، اس وقت نہر کے صرف ایک طرف سڑک تھی۔

جوانی میں چار اکابر سے تعلق

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جن نامور لوگوں سے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ نے دین کا کام لیا ہے ان کے معمولات میں اپنے بڑوں پر اعتماد اور ان سے مستقل تعلق لازمی جزو رہا ہے اور ہر دور میں اپنے اکابر کے ساتھ چمٹے رہنے سے ہی انسان فتنوں سے بچتا ہے۔نیک صحبت بہت برکتیں لاتی ہے۔حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے نیک سیرتی عطا فرما رکھی تھی، طبیعت میں دینی حمیت غالب تھی۔جوانی کے زمانے میں حاجی صاحب کا بہت سے اکابرین امت اور بزرگوں سے تعلق تھا جن میں خاص طور سے چار نام قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (۲) حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

(۳) حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (۴) مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ/ ۲۵ مئی ۱۸۸۷ء بروز جمعۃ المبارک کو قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد نام حبیب اللہ تھا جو پہلے سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی اور پانچ سال کی عمر میں اپنے قصبہ سے ایک میل دور" کوٹ سعد اللہ" میں پڑھنے کے لیے داخل کرادیے گئے۔

اس کے بعد حضرت لاہوریؒ نے پرائمری کی اور پھر مکتب سے مسجد میں منتقل ہو گئے کچھ دیر گوجرانولہ میں ایک بزرگ عالم مولانا عبدالحق کے پاس دینی تعلیم کی غرض سے رہے، اس کے بعد نو سال کی عمر میں حضرت لاہوریؒ کے والد شیخ حبیب اللہ نے انہیں امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کے سپرد کردیا اور ارشاد فرمایا کہ" یہ بچہ میں نے دین کے لیے وقف کیا ہے اسے قبول کیجئے"۔ مولانا سندھی نے بخوشی آپ کو قبول کیا اور حضرت لاہوریؒ کو ساتھ لے کر سندھ روانہ ہو گئے۔ راستے میں دین پور شریف حضرت مولانا غلام محمدؒ کے پاس حاضری ہوئی تو انہوں نے حضرت لاہوریؒ کو اپنی آغوش ولایت میں لے لیا اور اپنے حلقہ رشد و ہدایت میں داخل فرماتے ہوئے سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمالیا۔ اسی دوران حضرت لاہوری کے والد محترم شیخ حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت کی والدہ اپنے دو بیٹوں کے ساتھ دین پور تشریف لے آئیں جہاں مولانا غلام محمدؒ نے ان کی والدہ کا نکاح حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے کردیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد حضرت کی والدہ بھی چل بسیں اور حضرت لاہوری کم سنی میں ہی اپنے والدین سے محروم ہو گئے۔

والدین کے چلے جانے کے بعد حضرت مولانا لاہوریؒ نے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنی شروع کی اور حضرت سندھی کے تعمیر کردہ مدرسہ دارالارشاد سے ہی ۱۳۲۶ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد تین سال تک حضرت لاہوریؒ اسی مدرسہ دارالارشاد میں مدرس رہے پھر حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت لاہوری سے کردیا تھا لیکن ایک سال بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا حضرت لاہوریؒ کو اپنی اس رفیقہ حیات کے چلے جانے کا بہت غم تھا۔۔۔

ان کی وفات کے بعد حضرت لاہوریؒ مولانا سندھی کے ارشاد کے مطابق نواب شاہ تشریف لے آئے جہاں مولانا ابو احمد فاضل دیوبند نے اپنی بیٹی حضرت لاہوری کے نکاح میں دے دی۔ اس کے بعد حضرت کی زندگی میں بے شمار اتار چڑھاؤ آئے کبھی آگرہ کا تبلیغی دورہ ہوا تو کبھی علی گڑھ کا مختصر قیام ہوا لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ کو لاہور کی سرزمین ان کے فیض سے بھرنی تھی چنانچہ کچھ عرصہ بعد حضرت لاہوریؒ مستقل طور پر لاہور کی شیرانوالہ مسجد میں قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں آپ نے رہائش اختیار کی اور مخلوق کی رشد و ہدایت کا کام کرتے رہے اور چالیس برس تک درس قرآن دیا ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ/ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب انتقال ہوا، اگلے دن ظہر کے بعد یونیورسٹی گراؤنڈ میں نماز جنازہ ہوئی اور قبرستان میانی صاحب میں تدفین ہوئی۔

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب نے حضرت لاہوریؒ کا خوب چرچا سن رکھا تھا حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن کی شہرت زبان زدعام تھی، چنانچہ حاجی صاحب نے لاہور قیام کے دوران مستقل طور پر ان کے درس میں شرکت کا اہتمام شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت لاہوری اگرچہ بیعت بھی فرماتے تھے لیکن حاجی صاحب کا حضرت لاہوری سے کوئی باقاعدہ بیعت کا سلسلہ نہیں تھا بلکہ صرف عقیدت اور درس میں حاضری کا اہتمام تھا۔

حاجی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کا اکثر تذکرہ فرماتے اور حضرت لاہوری کی بزرگی وتقویٰ اور کشف وکرامات کے واقعات سناتے تھے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ کچھ لوگوں نے حضرت لاہوریؒ کے امتحان کے لیے کچھ بسکٹ حلال وحرام پیسوں سے خرید کر ملا جلا کر حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں ہدیہ کئے۔ حضرت لاہوریؒ نے انہیں دیکھتے ہی اپنی چھڑی نکالی اور دونوں کو الگ الگ کر دیا۔

ایک اور واقعہ ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ کسی موقع پر شہر کے بہت سے علماء کو جیل ہوگئی، جن میں تحریک ختم نبوت کے اکابر علماء سمیت بہت سے دیگر حضرات شامل تھے۔ جیل میں پہلی دفعہ جب کھانے کا وقت آیا تو سب علماء نے کھانے پر توقف کر کے حضرت لاہوری پر نظر رکھی کہ حضرت کھاتے ہیں یا نہیں۔۔۔؟ حضرت نے کھانا تناول نہیں فرمایا تو علماء کو تشویش ہوئی اور سب علماء مل کر جیلر کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت لاہوریؒ نے آپ کا دیا ہوا کھانا نہیں کھایا، اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔۔؟ جیلر پہلے تو حیران ہوا پھر کھانے کے انچارج کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ آج کھانا پکانے کا سامان کہاں سے لیا تھا۔۔۔؟ انچارج کو ایسے سوال کی توقع نہ تھی۔ اس نے فوراً کہا کہ جہاں سے روزانہ خریدتا ہوں اسی سے آج بھی لیا ہے۔ جیلر سے رہا نہ گیا تو اس نے اس قصاب کو بلایا جس سے کھانے کے لیے گوشت خریدا گیا تھا اور تھوڑا ڈرایا دھمکایا تو قصاب نے صاف صاف بتا دیا کہ آج ایک چوری کی بکری سستے داموں مل رہی تھی۔ میں نے کم پیسوں میں خرید لی اور اس کا گوشت آپ کے جیل انچارج کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جیلر نے یہ

سب بات سن کر علماء کو بتادی جس پر تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔

حضرت لاہوریؒ کے درس میں روزانہ شرکت کی وجہ سے حاجی صاحبؒ کی طبیعت میں مزید نکھار آ گیا تھا۔ درس کی بہت سی باتیں اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت لاہوریؒ کے طریقۂ تربیت کا ذکر تو حضرت حاجی صاحب کی زبان سے بہت دفعہ سنا گیا۔ اذکار و وظائف کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش کے لیے حضرت لاہوریؒ اپنے مریدین سے سائیکل چلوایا کرتے تھے اور اس کی بہت ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ سائیکل آج کے زمانے میں گھوڑے کا بدل ہے۔ جہاد کی نیت سے سائیکل چلایا کرو۔ بڑے بڑے علماء جو حضرت کے زیر تربیت تھے صحیح طرح سائیکل نہیں چلا پاتے تھے اور گر جاتے تھے اور حاجی صاحب کا اپنا حال یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب سائیکل کو سواری مانتے ہی نہ تھے اور کہا کرتے تھے کہ سواری تو چار ٹانگوں والی ہوتی ہے جیسے گھوڑا، گدھا، خچر وغیرہ اور دو پاؤں والی تو سواری ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ طبیعت کی سادگی تھی یا مزاج کا بھولا پن کہ حضرت لاہوریؒ کے ہاں رہتے ہوئے بھی سائیکل نہیں چلائی۔

حضرت لاہوریؒ کا وعظ بہت مشہور تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ بھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے بہت سے لوگ حضرت لاہوریؒ کو اپنے علاقے میں وعظ کے لیے دعوت دیتے تھے۔ جس کے لیے حضرت لاہوریؒ نے کچھ کڑی شرائط طے کر رکھی تھیں وہ یہ تھیں کہ :

اپنا خرچ کر کے جاؤں گا۔

رہائش مسجد میں ہوگی۔

کھانے پینے کا انتظام خود کروں گا۔

آنے جانے کا کرایہ یا وعظ کے نام پر کوئی پیسہ نہیں لوں گا، اور مجھے اسٹیشن سے وصول کرنے صرف ایک آدمی آئے گا۔

اگر یہ شرائط منظور ہوتیں تو وعظ کے لیے تشریف لے جاتے ورنہ انکار فرمادیتے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ [1]

حضرت حاجی صاحب جوانی کے زمانے سے ہی شاہ صاحب سے عقیدت رکھتے تھے اور شاہ صاحب کی قائم کردہ جماعت مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔ جب کبھی شاہ جی کا تذکرہ ہوتا تو اتنے واقعات مع جزئیات کے سناتے گویا سب کچھ بالکل ان کے

---

[1] امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یکم ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ/ ۲۳ ستمبر ۱۸۹۲ء بروز جمعہ ہندوستان کے صوبہ بہار کے ایک ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ضیاء الدین اور دادا کا نام نور الدین ہے، آپ کا سلسلۂ نسب چھتیسویں پشت میں حضرت سیدنا امام حسنؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا حکیم سید احمد اندرابی فاضل طبیہ کالج لکھنؤ سے حاصل کی قرآن کریم بھی انہی سے حفظ کیا۔ قرأت قاری سید عمر عاصم عرب سے سیکھی، سن بلوغت کو پہنچے تو پنجاب کا سفر اختیار کیا، ابتداء جووال میں قاضی عطا محمد صاحب کے مدرسے میں پڑھتے رہے۔ ۱۹۱۴ء میں امرتسر تشریف لے گئے وہاں مولانا نور احمد امرتسریؒ (متوفی ۱۳۴۸ھ) سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی (متوفی ۱۳۵۲ :ھ) سے اور حدیث کی تعلیم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ (متوفی ۱۳۸۰ھ) سے حاصل کی۔ آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز امرتسر کی ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت کے فرائض کی انجام دہی سے کیا، اللہ تعالیٰ نے آواز اور زبان میں بے پناہ تاثیر رکھی تھی جس کے سبب بحیثیت واعظ آپ کی شہرت امرتسر سے نکل کر ملک گیر ہوگئی۔ آپ برصغیر پاک و ہند کے شعلہ بیان مقرر، عظیم مجاہد اور تحریک آزادی کے نامور کارکن تھے ہندوستان و پاکستان کا کون سا شہر ہوگا جہاں آپ نے اپنی سحر انگیز خطابت اور ہنگامہ خیز تقریروں سے سوتے ہوئے جذبات کو جگا نہ دیا ہو۔ آپ نے تحریک خلافت کے زمانے میں سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور قید و بند زندگی کے معمولات میں شامل ہوگئیں، تقریباً گیارہ بارہ مرتبہ دفعہ جیل جانا ہوا اور ساڑھے نو برس جیل کاٹی، انگریز دشمنی آپ کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھی، اسی کا اثر تھا کہ آپ نے انگریزوں کو ناکوں چنے چبوائے انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کو شکست فاش دی، دریدہ دھن آریہ سماجیوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔

۸ شعبان ۱۳۴۹/ ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی تو آپ اس کے پہلے صدر چنے گئے اس جماعت نے تحریک آزادی میں ہراول دستہ کا کام کیا۔

حضرت شاہ صاحب پہلے حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

شاہ صاحب مارچ ۱۹۴۷ء میں امرتسر سے لاہور آگئے تقسیم ہند کے بعد آپ نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی اور مجلس احرار اسلام کو تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دیا آخری ایام میں آپ ملتان منتقل ہوگئے وہیں ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱/ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سامنے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا یوسف صاحبؒ کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی کے بھی گویا عاشق ہیں۔ واقعات سناتے وقت انداز کچھ یوں ہوتا کہ ان کے فلاں جلسے میں، میں موجود تھا فلاں موقع پر میں ان کے ساتھ تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک تھا۔ فلاں موقع پر انہوں نے یہ فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حاجی صاحب کے دماغ کی سکرین پر یہ تمام واقعات نقش ہیں چند ایک واقعات کا ذکر بکثرت کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی حضرت رائے پوریؒ نے بیعت کرنے سے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ میں تو بیعت نہیں کروں گا۔ حضرت شاہ جیؒ نے التجا فرمائی کہ ہندوستان میں جتنی بھی خانقاہیں ہیں تقریباً سب میں انگریز کا ہاتھ پہنچ چکا ہے صرف ایک رائے پور کی خانقاہ ہے جو انگریز کے اثر ورسوخ سے بچی ہوئی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے مریدین کو بھی آپ کی طرف سے یہ نسبت حاصل ہو جائے مگر حضرت رائے پوری تھے کہ مانتے ہی نہ تھے حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ احتجاجاً صبح سے شام تک ان کے در پہ بیٹھے رہے۔ شام کو حضرت رائے پوریؒ نے دیکھا تو اپنے پاس بلایا اور بیعت فرمالیا اور فرمایا کہ اب لوگوں کو توبہ کروایا کرو۔ گویا خلافت بھی عطا فرمادی۔

ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ : ختم نبوت کے ایک جلسے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تقریر فرمائی۔ وہ تقریر اتنی جان دار اور جامع تھی کہ اس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی لیکن شیڈول کے مطابق اس کے بعد شاہ جی کی تقریر طے تھی۔ مگر شاہ جی نے تقریر نہ فرمائی اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس تقریر کا تاثر قائم رہنا چاہیے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے بہت وقت مجلس احرار اسلام کے کارکن ہونے کی حیثیت سے گزارا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حاجی صاحب نے بھرپور شرکت کی اور ختم نبوت کے اکابر علماء کے ساتھ اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا تحریک کے بعد بھی ختم نبوت کے کام سے بہت تعلق رکھتے تھے اور جن اکابر کا تعلق تحریک ختم نبوت سے رہا ہے ان کی اولادیں اور متعلقین جب حاضر خدمت ہوتے تو حضرت حاجی صاحب ان سے تمام تفصیلات پوچھا کرتے تھے۔

چنانچہ مولانا اعجاز مصطفی صاحب مدیر ماہنامہ بینات کراچی رقم طراز ہیں کہ:

''ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے تحریک ختم نبوت اور شاہ جی کا تذکرہ شروع کر دیا۔اس سلسلے میں ایسے ایسے واقعات سنائے کہ میں حضرت حاجی صاحب کی قوت حافظہ سے دنگ رہ گیا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ شاہ جی کی سوانح کس کس نے لکھی ہے...؟ میں نے عرض کیا : مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے۔ پھر پوچھا کہ : ''آپ کا دفتر پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ پر ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں پھر پوچھا'' وہاں سے رسالہ نکلتا ہے؟'' عرض کیا کہ دفتر ختم نبوت کراچی سے ہفتہ روزہ ''ختم نبوت'' اور ملتان سے ماہنامہ لولاک'' نکلتا ہے۔حاجی صاحب نے فرمایا :''لولاک تو فیصل آباد سے نکلتا تھا۔میں نے بتلایا کہ''اب ملتان سے نکلتا ہے۔''

پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ :لندن میں جو ختم نبوت کا دفتر ہے میں وہاں گیا تھا اس دفعہ برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنس ہو گئی؟ میں نے عرض کیا کہ ۲۴ جون کو ہو چکی ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا اس کی کچھ کارگزاری سناؤ :میں نے جواب دیا کہ : حضرت میں خود نہیں گیا تھا بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے تھے۔ابھی میری مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی اس لیے مجھے علم نہیں ہے۔تو حاجی صاحب نے شفقت سے میرے چہرے پر ہلکی سی چپت لگائی...مفتی خالد محمود صاحب کا نام سنا تو پوچھا کہ یہ کون ہیں؟عرض کیا۔مولانا عبدالمجید سکھروی کے بیٹے ہیں''۔ختم نبوت کانفرنس اور رسائل کے بارے میں پوچھنے سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب کو اب بھی ختم نبوت کے کام کی کتنی فکر لگی رہتی تھی اور پروگراموں اور کانفرنسوں کی کارگزاری بھی معلوم فرمایا کرتے تھے...''

اسی طرح جب اور لوگ بھی حاضر ہوتے تو حاجی صاحب بہت کھود کرید کر سوالات فرماتے،جس سے حاجی صاحب کا ختم نبوت کے کام سے انتہائی لگاؤ نظر آتا تھا۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ے

حضرت حاجی صاحبؒ کا حضرت مدنیؒ سے بھی جوانی کے زمانے سے ہی تعلق ہو

ے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ، کا آبائی وطن موضع اللہ داد پور تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے، آپ کے والد محترم سید حبیب اللہ صاحبؒ بسلسلہ ملازمت ضلع اناؤ کے ایک قصبے بانگر مئو میں مقیم تھے۔ یہیں ۱۹ شوال المکرم ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء پیر اور منگل کی درمیانی شب میں حضرت مدنیؒ کی ولادت ہوئی۔ تاریخی نام "چراغ محمد" رکھا گیا جس سے تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔ بچپن ہی میں والد محترم کے ساتھ آبائی وطن اللہ داد پور چلے آئے، ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں حاصل کی، اس کے بعد مڈل سکول میں داخلہ لیا۔ جب آپ کی عمر مبارک ۱۲ برس کی ہوئی تو آپ کو اوائل صفر ۱۳۰۹ھ میں حصول تعلیم کے لیے دیوبند بھیج دیا گیا، جہاں آپ کے دو بڑے بھائی مولانا سید صدیق احمدؒ اور مولانا سید احمدؒ پہلے سے زیر تعلیم تھے، یہاں آپ کی تعلیم علماء صلحاء اور اولیاء اللہ کے مجمع میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے مبارک ہاتھوں شروع ہوئی، آپ اوائل ۱۳۰۹ سے شعبان ۱۳۱۵ھ تک دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے خاص شفقت وعنایت سے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی، بہت سے متوسط اور اعلیٰ درجہ کی کتابیں بہ نفس نفیس پڑھائیں۔ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء میں دارالعلوم کے نصاب کی تکمیل کی۔ سات سال یہاں کے علمی ماحول میں گزارنے کے بعد جب وطن مالوف تشریف لے گئے تو والد صاحب شوق ہجرت مدینۃ الرسول ا کے لیے رخت سفر باندھ چکے تھے۔ آپ بھی والدین کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ روانگی حجاز سے قبل آپ حضرت شیخ الہند کے حکم پر حضرت گنگوہی سے بیعت ہو گئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں پیرو مرشد کی ہدایت کے بموجب کچھ عرصہ تک سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کسب فیض کیا بعد ازاں والد ماجد کے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، ہر چند آپ نے ہندوستان سے ہجرت کا قصد نہیں فرمایا تھا تاہم والد کی وفات تک ہندوستان واپس آنا پسند نہیں کیا۔ قیام مدینہ کے زمانے میں تقریباً اٹھارہ برس (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ تا ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷) درس قرآن کی خدمت اور درس حدیث کی خدمت تنگی اور غربت کے باوجود توکلاً علی اللہ انجام دی، عموماً روزانہ ۱۲، ۱۲ گھنٹے تک درس وتدریس کا مشغلہ جاری رہتا تھا۔ مختلف جماعتیں یکے بعد دیگرے حاضر ہو کر آپ کے فیضان علمی سے سیراب ہوتی تھیں۔ مسجد نبوی میں آپ کا درس حدیث وہاں کے تمام شیوخ حدیث سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول تھا اور اس کی شہرت نے مختلف اسلامی ممالک کے طالبانِ علم کی ایک بڑی تعداد کو آپ کے گرد جمع کر دیا تھا۔

۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں حضرت شیخ الہندؒ حجاز تشریف لے گئے حج بیت اللہ کے علاوہ آپ کا مقصد استخلاص وطن کے لیے ترکی عمائدین سے اس کی حمایت اور تعاون بھی تھا، آپ اس میں کامیاب ہو چکے تھے۔ سوء اتفاق کہ انہی دنوں شریف حسین ترکوں سے بغاوت کر کے انگریزوں سے مل گیا اس نے اپنے نمائندوں کے ذریعے حضرت شیخ الہندؒ سے ایک اعلان پر دستخط کا مطالبہ کیا۔ اعلان میں درج تھا کہ "ترکی کے تمام مسلمان اور ترک قوم کافر ہے، اور سلطنت عثمانیہ خلافت اسلامیہ کی حق دار نہیں ہے اور شریف حسین نے ترکوں سے بغاوت کر کے نہایت ایمان دارانہ اور جرات مندانہ اقدام کیا ہے۔"

گیا تھا۔ حاجی صاحبؒ اور حضرت مدنیؒ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا

یہاں حاجی صاحبؒ کا ایک خط اور حضرت مدنیؒ کا جواب پیش خدمت ہے۔ جو

کہ مکتوبات شیخ الاسلام سے بڑی تتبع اور تحقیق کے بعد لیا گیا ہے۔

مکتوب محترم عبدالوہاب کمتھلویؒ

مکرمی جناب مولانا صاحب زادعنایتکم،

السلام علیکم!

حضرت شیخ الہندؒ نے اس اعلان پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگرچہ اس انکار کے نتائج خطرناک ہوسکتے ہیں مگر میں دین اور دیانت اور شریعت کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرسکتا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جس خدشہ کا اظہار کیا تھا وہ سامنے آ گیا۔ شریف حسین نے آپ کو آپ کے رفقاء سمیت انگریزوں کے ایماء پر گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت مدنیؒ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اپنے استاد کی خدمت کے جذبے سے از خود گرفتاری پیش کر دی ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ/ ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء میں آپ کو سرزمین حرم سے مالٹا روانہ کیا گیا۔ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ/ ۸ جون ۱۹۲۰ کو تین سال اور سات ماہ کی قید کے بعد بمبئی پہنچا کر رہا کر دیا گیا۔

مالٹا سے رہائی ہوئی تو آپ حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں ہندوستان تشریف لائے۔ مالٹا سے واپسی کا زمانہ تحریک خلافت کے آغاز کا زمانہ تھا۔ آپ یہاں پہنچ کر حضرت شیخ الہندؒ کی قیادت میں ملک کی سیاست میں شریک ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ قربانیوں نے مسلمانوں کے دلوں کو آپ کی عظمت و محبت سے لبریز کر دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کی وفات (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰) پر متفقہ طور سے آپ کو ان کا جانشین تسلیم کر لیا گیا۔ سیاسی کاموں میں شرکت و انہماک کے باعث آپ کو متعدد بار کئی کئی سال تک جیل میں بھی رہنا پڑا اور ملک کی آزادی کے لیے قید و بند کی ہوش ربا صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ آپ عرصہ دراز تک جمعیت علماء ہند کے صدر رہے، ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۸ء میں جب علامہ انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم کی صدارت تدریس سے مستعفی ہوئے تو آپ کی جگہ حضرت مدنیؒ کو شیخ الحدیث اور صدر مدرس بنایا گیا کیونکہ آپ کے سوا جماعت دارالعلوم میں کوئی ایسی شخصیت موجود نہ تھی جو دارالعلوم کی اس عظیم الشان جگہ کو اس کے شایان شان پر کر سکے۔ اس لیے اکابر کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی آپ کے زمانۂ صدارت میں طلبہ کی تعداد میں دوگنے سے بھی زیادہ اضافہ ہوا۔ خاص کر دورۂ حدیث کی جماعت میں تو یہ اضافہ تین گنا سے بھی زیادہ ہو گیا۔ آپ کے زمانۂ صدارت (۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۸ء تا ۲۸ محرم ۱۳۷۷ھ/ ۱۲۵ گست ۱۹۵۷ تقریباً بتیس برس) میں جن طلبہ نے دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی ان کی تعداد ۴۴۸۳ ہے، آپ کے تلامذہ کا دائرہ براعظم ایشیا سے گزر کر یورپ تک پھیلا ہوا ہے حضرت مدنیؒ کا جہاں علمی فیضان وسیع ہوا، وہیں آپ کا روحانی فیضان بھی ایک عالم میں پھیلا، مختلف اطراف و اکناف عالم کے تقریباً پونے دو سو حضرات آپ سے احسان و سلوک کی تعلیم مکمل کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ/ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء بروز جمعرات آپ کا انتقال ہوا۔

بعد آداب مسنون کے عرض ہے کہ مجھے یہ خیال بہت دنوں سے گھیرے ہوئے تھا کہ کیا ہم کانگریس میں شامل ہو کر ہی آزادی حاصل کر سکتے ہیں علیحدہ ہو کر اس عظیم کام کو سرانجام نہیں دے سکتے؟ اور کیا ہندوؤں کی قیادت میں ہی حصول آزادی کے لیے کوشش کر سکتے ہیں؟ جب آج میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مضمون پڑھا تو مجھ پر کلی طور پر یقین طاری ہو گیا کہ مسلمان اگر غیر مسلم کی قیادت میں کوشش کریں گے تو وہ بے سود ثابت ہوگی، اگر کچھ کامیابی بھی ہوئی تو وہ بھی سطحی ہوگی اور اسلام کے اصولوں کے خلاف ہوگی۔ لیکن میرے دماغ میں اس وقت یہ خیال آیا کہ جب ہمارے سب علماء کانگریس میں شامل ہو گئے ہیں تو ہم کیونکر پیچھے رہ سکتے ہیں۔ لیکن شامل ہونے سے پہلے میں نے سوچا کہ پہلے مجھ کو وجہ تو معلوم ہونی چاہیئے جس وجہ سے ہمارے متعدد علماء کانگریس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ ازراہ نوازش یہ بتا کر کہ آپ سب حضرات کانگریس میں کیوں شامل ہوئے اور کیوں علیحدہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ہندوؤں سے آگے بڑھ کر حصول آزادی کے لیے کوشش کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ضرور ممنون وشکر گزار ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے۔ عین نوازش ہوگی میری اپنی حقیر رائے یہ ہے کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جس شکل سے بھی جمع ہو سکیں، جمع ہو کر کے جنگ آزادی لڑیں اور پھر دوسری اقوام ہمارے پیچھے چلیں اور ہر کام میں ہم ہی پیش پیش ہوں۔ مجلس احرار، مسلم لیگ، جمعیت علمائے ہند کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے مسلمانان ہند کو بحیثیت مجموعی ہندوستان میں آبرومندانہ اور خودمختارانہ زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے اور ان کے جائز حقوق اور مفاد کی حفاظت کے ساتھ سیاسی ترقی کے لیے میدان وسیع کیا جائے۔ جب ایک ہی مقصد ہے تو یہ نفاق واختلاف کی خلیج اتنی وسیع کیوں ہے۔ یہ جو خلیج اتنی وسیع تر ہوتی جارہی ہے اس کے روکنے کی تدبیر کو کیوں معرض وجود میں لایا نہیں جاتا۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مضمون ساتھ ہی بھیج رہا ہوں، مہربانی فرما کر جواب دے کر ضرور ممنون ومشکور فرماویں گے۔

(احقر عبدالوہاب گمتھلوی)

حضرت مدنی کا جواب

محترم المقام : زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں نہایت عدیم الفرصت ہوں، آپ کا مضمون تفصیل طلب ہے۔ کاش اگر کوئی ملاقات کا موقع ہوتا تو تبادلۂ خیالات کی پوری صورت ہو سکتی، تحریر بہت زیادہ طول چاہتی ہے، جس کی فرصت نہیں۔ مودودی صاحب کا مضمون احوال حاضرہ کے ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا۔

میرے محترم! کوئی ایسا مسلمان نہ ہوگا، جو کہ مسلم راج کا طالب اور خواہش مند نہ ہو۔ جیسے کہ کوئی ہندو اور سکھ اور کوئی پارسی اور عیسائی ایسا نہ پایا جائے گا، جو اپنے مذہب اور قوم کی حکومت کا خواہش مند نہ ہو، مگر اس کے نصب العین اور قلبی خواہش سے روکنے والے گردو پیش کے احوال ہوا کرتے ہیں۔ اگر احوال مساعد ہوتے تو یہ ہندوستان کی چھ سو برس کی مسلم حکومت ہی کیوں فنا ہوتی، اور کیوں مسلمانوں کی عام پبلک غیروں کی غلام ہوتی۔ آج روئے زمین پر بقول نیویارک ٹائمز مسلمانوں کی مردم شماری ۷۰ کروڑ ہے۔ مگر آزاد مسلمان بمشکل چار پانچ کروڑ نکل سکیں گے۔ صرف ہندوستان ہی کے مسلمان غلام نہیں ہیں، بلکہ تمام براعظم افریقہ اور یورپ اور اکثر حصہ ایشیا کے مسلمان مجبور ومقہور اور غلام اغیار ہیں اور جہاں یہ آزاد بھی ہیں، وہاں بھی حکومت الٰہیہ بمطابق مودودی صاحب کے تقریباً معدوم ہی ہے، ہندوستانی مسلمان تو سب سے زیادہ مجبور ومقہور ہیں، ادھر تو حکومت اعداء اللہ کی ہے ہی، ادھر غیر مسلم اکثریت جس نے ہر طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اکثریت غیر مسلم بھی معمولی نہیں ہے (فیصدی ۷۵) تمام ہندوستان میں غیر مسلم ہیں، اور ۲۵ فیصد مسلمان ہیں۔ علاوہ تفرق ظاہری و باطنی کے ان کی خواہشات اور ڈیوائڈ اینڈ رول نے وہ تشتت پیدا کیا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ۔ پھر اس پر ان کا فقرو فاقہ، افلاس وانعدام اسلحہ وغیرہ اور بھی ان کو بے بس کئے ہوئے ہیں۔ مگر اس پر بھی علماء کی

جماعت نے بار بار ازمنہ سابقہ میں کامیابی کی انتہائی کوشش کی، مگر سوائے ناکامی کچھ ہاتھ نہ آیا۔ حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما نے کیا کچھ نہیں کیا، مگر کیا ہوا۔ ۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ نے کیا کیا نہیں کیا، مگر کیا ہاتھ آیا؟ ۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا نہیں کیا، مگر کیا پیش آیا۔

محترم! سیاسیات صرف فلسفیات سے انجام نہیں پاتیں، بلکہ تاریخ بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔ مجبوریاں اس اہون البلیتین کی طرف کھینچ کر لاتی ہیں اور لائی ہیں۔ مذہب اسلام بھی احوال کی بنا پر احکام کو بدلواتا ہے۔ احوال گردوپیش سے چشم پوشی بلاکت اور خودکشی ہے۔ آج ہم اگر تشدد پر قادر ہوتے تو کہا جاسکتا تھا کہ مسلم اقلیت اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گی، مگر یہ چیز ناممکن ہو گئی۔ آئین تحریک میں اگر کامیابی طلب کی جائے گی تو بجز اشتراک عام آدمی اور صورت ہی کیا ہو سکتی ہے، آج ہر ہر قدم پر انگلستان سے یہی راگ الاپا جارہا ہے کہ ہندوستانیوں کو آزادی صرف اس وجہ سے نہیں دی جاسکتی کہ وہ آپس میں متحد نہیں ہیں، نہ مذہبیات میں ہے نہ سیاسیات میں، ایک جماعت اگر مکمل آزادی کی خواہش مند ہے تو دوسری ڈومینیں اسٹیس کی، تیسری برطانوی راج کی، چوتھی رام راج کی، پانچویں ڈیموکریسی کی، چھٹی بالشویزم کی وغیرہ وغیرہ۔ ان میں آپس میں فرقہ وارانہ جذبات کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ گائے اور باجا پر روزانہ خون کی ندیاں بہا کرتی ہیں، اگر ہمارا ظل عاطفت ان سے اٹھ جائے گا تو ہندوستان جہنم کا نشان بن جائے گا۔ آئے دن کے واقعات استدلال میں پیش کیے جاتے ہیں اور پھر اپنی مقصد برآری کے لیے تمام ہندوستانیوں کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، اس طرح پیسا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان قالب بے جان ہو کر رہ گیا۔ فقر و فاقہ کا چاروں طرف طوفان بپا ہے، بے کاری اور بے روزگاری کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور اپنے سخت اندھیروں سے سب کو برباد کر رہی ہیں۔

تجارت، زراعت، حکومت، ملازمت، دین ودولت سب کو ہی برباد کیا گیا ہے، اور کیا جارہا ہے۔ ہندوستان کے چشمہ ہائے زندگی وسرمایہ داری اپنے قبضے میں کر کے ہندوستانیوں کو مفلوج بنا دیا گیا ہے، نہ مفاد عامہ ان کے ہاتھ میں ہیں، نہ مفاد خاصہ۔ پس اگر بالفرض آٹھ کروڑ مسلمان سب کے سب یک جان اور متعدد قالب بھی ہو جائیں تو کیا وہ اپنی متفقہ آواز سے بھی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور جس چیز کو مودودی صاحب پیش فرمارہے ہیں، اس کے ذریعے سے اس غلامی کی لعنت سے گلو خلاصی ہو سکتی ہے اور کیا پردیسی آہنی پنجہ گو یہ اتفاق اور اتحاد اگر پیدا ہو بھی گیا، توڑ سکتا ہے؟ اور کیا اس کے ذریعے سے ملک کی اندرونی فتنے صرف اس کی وجہ سے مندفع ہو سکتے ہیں؟ عالم اسباب میں اسباب وذرائع لغو نہیں کئے جاسکتے نہ شریعت نے اس اعتراض کو روا رکھا ہے اور نہ عقل اور تاریخ اس کی اجازت دیتی ہے۔

اگر امامت کے یہی معنی ہیں اور غیر مسلم کی امامت مسلمانوں کے لیے ناجائز اور حرام ہے، تو میونسپل بورڈوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، اسمبلیوں، کونسلوں، تجارتی، صنعتی، انتظامی بورڈوں وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت ہندوستان میں بالکل حرام ہونی چاہیے، کیونکہ اکثر ان سب کا پریسڈنٹ اور سیکرٹری غیر مسلم ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس! جملہ شعبہ ہائے حکومت کو خواہ وہ فوجی ہوں یا انتظامی، علمی ہوں یا صنعتی، مالی ہوں یا تجارتی وغیرہ وغیرہ۔

سب کی ملازمت بہر نوع ممنوع اور حرام ہوگی، کیونکہ ان سب کا امام غیر مسلم ہے۔ وہ جو قانون چاہتا ہے بناتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے چلاتا ہے۔ تمام ملازموں کو اسی کے حکم پر چلنا پڑتا ہے، ورنہ ملازمت سے ہاتھ دھونا اور فقر وفاقہ کے مہا کوپ گڑھوں میں تمام خاندان اور بچوں کو فنا کے گھاٹ اتارنا ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اشخاص فنا کے گھاٹ اترتے ہیں، بلکہ قوم مسلم کو ہر قسم کی بربادی گھیرتی ہے، ذرا غور فرمائیے۔ اور تفصیلی نظر ڈالیے۔ نیز اگر غیر مسلم کی امامت محرمہ کے یہی معنی ہیں، جو کہ مودودی صاحب بتلارہے ہیں، تو آپ ہی بتلائیے کہ غیر مسلم ڈاکٹر کا معالجہ، غیر مسلم انجینئر اور معمار کی تعمیر، غیر

مسلم منتظم کی انتظامی کارروائیاں، اس کی قیادت کے ماتحت سب کی سب ناجائز ہوتی ہیں۔ کیاان سب کو قلم تحریم سے لکھ کر ممانعت کے حکم سے فنا کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو اس ملک میں فلاح اور بہبودی کی کیا صورت ہوگی۔

محترم! کیا اس وقت تک کہ آپ اپنی اتحادی قوت پیدا کریں، آپ اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو تمام ورطات سے محفوظ رکھ سکیں گے اور تمام اتحادی قوت پیدا ہو جانے کے بعد بھی آپ قوم اور اشخاص کو اس ملک میں نجات کے رستے گامزن کرسکیں گے، ذرا سوچئے!

اس کے بعد دوسرا سوال یہ پیش آتا ہے کہ آیا آپ کی مسلم قوم کو صرف ایک ہی راستے پر لایا بھی جاسکتا ہے، جب کہ آپ کے پاس مجبور کرنے والی کوئی قوت نہیں ہے۔ جب کہ ہر ایک آزاد ہے اور ہر ایک عقل اور ہمت، قوت وارادہ میں دوسرے کے تابع ہونے کو قبول نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارے پاس بجز وعظ ونصیحت وارادۂ طریق ورہنمائی کے کوئی چیز ہے جس سے سب کو راہ پر لاسکیں؟ اگر ایک طرف مغربیت نے اپنا قرینہ بنایا ہے، تو دوسری طرف مشرقیت اپنا ڈیرا ڈالے ہوئے ہے۔ ایک طرف شیعیت کا دور دورہ ہے، تو دوسری طرف قادیانیت کا، تیسری طرف خاکساریت کا، چوتھی طرف عدم تقلید کا، وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک اپنی عقل کو ارسطو اور افلاطون سے بالا سمجھ رہا ہے، پھر اس کی سبیل کیا ہے؟ سیاسی افکار ایک نہیں ہیں، انتظامی خواہشات جدا جدا ہیں، اغراض وخود ستائی کا وہ غلبہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

با ایں ہمہ جمعیت نے جو نصب العین اور دستور اساسی پیش کیا ہے اور جس طرف وہ مسلم قوم کو بلا رہی ہے کیا وہ بھی نہیں ہے، پھر بتلایئے کہ کیوں وہ ناکام ہے اور کیوں آپ کا طوفان ملامت اس کی طرف امنڈ رہا ہے۔ آپ اس کے دستور اساسی کو ملاحظہ فرمایئے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیت نے غیر مسلم کو قائد اور امام بنایا ہے۔ وہ مستقل ادارہ ہے۔ جو بات بھی کانگرس یا دیگر سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں، اس کو جمعیت کے ارباب

حل وعقد اپنی مشعل ہدایت کے سامنے لاکر جو کہ قرآن وحدیث وفقہ سے بنی ہوئی ہے، غور و فکر کرتے ہیں اور صحیح چیز کو اختیار کرتے ہیں، غیر صحیح کو رد کر دیتے ہیں۔ جمعیت مسلمانوں کے سامنے اس کو نہ پیش کرتی ہے نہ خود عمل کرتی ہے، اس کے ریکارڈ کو جانچئے ایسے متعدد واقعات اور پروگرام آپ پائیں گے، جن کی نہ صرف عدم موافقت جمعیت کی طرف سے ہوئی ہے، بلکہ مخالفت اور سرگرمی بھی عمل میں آتی رہی ہے، جمعیت ان امور سیاست اور آزادی کی جدوجہد میں صرف اشتراک عمل کر رہی ہے، کسی غیر مسلم جماعت یا غیر مسلم قائد کی آنکھ بند کر کے تابعداری نہیں کر رہی ہے۔ اشتراک عمل اور چیز ہے اور اقتدار و تابعیت اور چیز ہے، یہاں نہ تو غیر مسلم کا اقتدار پایا جاتا ہے، نہ اس کی امداد و اعانت پائی جاتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لاہور جانے والی سڑک پر دو شخص مسلم اور غیر مسلم ایک گاڑی میں چل رہے ہیں اور قزاقوں اور چوروں اور راہ کے گم کرنے سے ہر ایک دوسرے کا تحفظ کر رہا ہے اور بس ایسی صورت میں امامت مفروضہ کہاں پائی جاتی ہے اور اس کا الزام کہاں تک صحیح ہے، احوال حاضرہ کو جانچ کر کوئی حکم کیجئے؟

میرے محترم! نماز جیسی قطعی اور لازمی چیز بھی، احوال سے متبدل ہوتی رہتی ہے۔ حالت اقامت اور حالت سفر کی نمازوں میں کس قدر تفاوت ہے، حالت صحت اور حالت مرض کی نمازوں میں کتنا بُعد ہے، معذور اور غیر معذور کی نمازوں میں کس قدر فرق ہے؟

احوال کے تبدل سے روزہ، زکوۃ، حج، وضو وغیرہ سب ہی متبدل ہوتے رہتے ہیں، کیا آپ آج ہندوستان میں حکومت الٰہیہ کا حکم رجم زانی کے لیے، قطع ید سارق کے لیے، اسی کوڑوں کا حکم شرابخور اور قاذف کے لیے، قصاص اور دیت کا حکم قاتل کے لیے، قطع ایدی وارجل کا حکم قزاقوں اور باغیوں کے لیے، جو کہ قرآن میں منصوص ہے، جاری کریں گے؟ اور کیا اس دارالحرب میں اور موجودہ احوال میں یہ جاری ہو سکتے ہیں اور کیا ہم پر ان کا اجراء ان احوال میں فرض ہے یا نہیں؟ کیا ملیہ کے کھانے اور شراب کے پینے، خنزیر کے گوشت کے احکام اکراہ اور اضطرار کی حالت میں ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے کہ

طوع و اختیار یا غیر اضطرار میں تھے، کیا اگر کوئی اضطرار یا اکراہ ملجی کی حالت میں ان چیزوں کو اختیار نہ کرے، اور قتل ہوئے تو گنہگار نہ ہوگا؟ اس قسم کی سینکڑوں نہیں ہزاروں نظیریں شریعت میں پائی جاتی ہیں سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا نہیں جا سکتا۔ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کا عبداللہ بن اریقط دیلی کو بوقت ہجرت اپنا رہبر بنانا، جب کہ کفار جان کے در پے تھے، اس پر روشنی نہیں ڈالتا، وہ جس راستہ پر سب کی نجات سمجھتا تھا لے جاتا تھا، آپ اس کے۔ اتھ تھے اور اتباع کرتے تھے، اس پر اعتماد کئے ہوئے تھے۔ وہ رہنما تھا اور راہوں سے واقف تھا۔ ہجرت فرض تھی، پھر اس رہنمائی اور اتباع اور اس رہنمائی اور اتباع میں کیا فرق ہے؟ بدرقہ کہہ کر اس کو ٹال دینا قرین عقل وانصاف کیونکر ہو سکتا ہے؟ مدینہ منورہ میں پہنچ کر جناب رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ سے حلف لیا اور مشرکین سے جنگ جاری رکھی حدیبیہ میں مشرکین سے صلح کی اور یہود سے جنگ کی، کیا ان میں ہمارے لیے روشنی نہیں ہے، ہم ہرگز اس کو روا نہیں رکھتے کہ احکام شرعیہ میں ادنی سا بھی تغیر کیا جائے، اور کسی غیر مسلم یا مسلم کی قیادت کے ماتحت کوئی بھی شرعی حکم چھوڑا یا بدلا جائے اور اسی وجہ سے جمعیت العلماء کا قیام ہر زمانہ میں ضروری اور لازم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے واجب جانتے ہیں کہ اس کی ہدایت پر عمل کریں۔ ہاں یہ بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ احکام شریعہ میں ماہرین کا غور وخوض ہو اور اپنی پوری قوت دماغی اور عملی سے کام لے کر مسلمانوں کی رہنمائی کی جائے۔ جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں، جمعیت نے آخر تک یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ نہ قوت باطل سے دب کر کوئی تغیر احکام میں کرتی ہے، نہ آج تک اس نے کی ہے اور نہ وہ کسی طمع اور لالچ میں آ کر کسی کی مداہنت کرتی ہے، نہ اس نے آج تک کی ہے، ناواقفین شریعت اپنے اپنے خیال کے مطابق، تنقیدات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے رہے ہیں، مگر انہوں نے مراکز رسالات علیہم الصلوۃ والسلام کو کب معاف کیا تھا، جو آج ان سے کوئی امید کی جائے، والسلام۔

میری معروضات سابقہ سے آپ خود سمجھ جائیں گے کہ مسلم جماعتوں کا آپس کا اختلاف، خود رائی، خود غرضی، نفس پروری، خود بینی، اور عدم اتباع شریعت اور حکومت

وقت کی تفرقہ اندازی، لیڈروں کی ہوس اقتدار کی وجہ سے ہے، جس کو تجربے ہی سے بھانپا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ اخلاص وللّٰہیت بہت ہی کم یا عنقا ہے۔ دعوے بہت ہیں، الفاظ بہت زیادہ ہیں، حقیقت اور معنی تقریباً مفقود ہیں۔ بھولے بھالے لوگ دھوکوں میں آئے ہوئے ہیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، یکم محرم ۱۳۶۱ھ

اس خط سے جہاں حضرت مدنیؒ کی تبحر علمی، وسعت نظری اور مسلمانوں کی نظریاتی حدود کی حفاظت کے احساس کا پتہ چلتا ہے وہیں حاجی عبدالوہاب صاحب کی گہری سوچ اور شروع ہی سے تلاش حق اور امت کا درد بھی جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔

جوانی کے زمانے سے ہی حضرت مدنیؒ سے تعلق کا اثر تھا کہ مسلمانوں کی اجتماعی حالت اور اصلاح معاشرہ کی فکر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ پڑھائی کے دوران بھی اپنے ساتھیوں کو نماز کی تلقین فرماتے رہتے تھے اور جب مولانا الیاس صاحبؒ کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ لوگوں کو نمازی بناتے ہیں تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر اخیر دم تک انہی کے ہو رہے۔

جب حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے باقاعدہ تبلیغ کا کام شروع فرمایا تو اس زمانے کے جن اکابرین نے اس کام کی تائید فرمائی ان میں سرفہرست حضرت مدنیؒ ہی تھے۔

حضرت حاجی صاحب تبلیغ میں لگنے کے بعد بھی حضرت مدنیؒ سے متعلق رہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کبھی حضرت مدنی کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھ سے فرماتے۔ حضور...! کہاں سے آنا ہوا...؟ میں عرض کرتا کہ تبلیغ سے آیا ہوں۔ حضرت مدنیؒ حضرت حاجی صاحب سے کارگزاری سنا کرتے تھے کہ کہاں گئے تھے۔ کس گاؤں میں تشکیل ہوئی تو پھر حاجی صاحب تفصیلاً احوال سنایا کرتے یہاں تک کہ بستیوں کے نام اور وہاں کے باسیوں کے نام تک بتا دیتے کہ اس بستی میں فلاں سے اور اس بستی میں فلاں سے ملاقات ہوئی۔

حضرت مدنیؒ کی حضرت حاجی صاحب سے یہ محبت دیر تک رہی۔ اخیر زمانہ میں

جب حضرت مدنیؒ اپنے سیاسی مشاغل میں مصروف ہو گئے تو ملاقات اور کارگزاری کے احوال وغیرہ بھی نسبتاً کم ہو گئے۔

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ [1]

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کا اگرچہ دیگر اکابرین سے بھی تعلق تھا لیکن حضرت عبدالقادر رائے پوری سے خاص الخاص تعلق تھا اسی تعلق کا اثر تھا کہ بیعت کے

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے آباء واجداد کا اصل وطن تھور امحرم خاں ضلع اٹک ہے، حضرت کے والد ماجد حضرت حافظ احمدؒ اپنے تین بھائیوں کے ہمراہ تھوہا محرم خان سے موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں آکر آباد ہوئے۔ یہیں مولانا عبدالقادر رائے پوری کی ۱۲۸۵ھ/۱۸۷۸ء کے قریب ولادت ہوئی، حضرت کے تایا مولانا کلیم اللہ صاحب کھیوڑہ ضلع جہلم میں رہائش رکھتے تھے۔ انہی کے پاس رہ کر حضرت نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور انہی سے فارسی کے چند رسالے پڑھے، صرف ونحو کی کتابیں مولانا محمد رفیق صاحبؒ سے پڑھیں جو حضرت گنگوہیؒ کے شاگرد تھے اور جھاوریاں میں مقیم تھے بچپن ہی میں مزید تعلیم کے لیے ہندوستان کا لمبا سفر کیا اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے رائے پور پہنچے، یہاں درس نظامی کی کچھ کتابیں پڑھیں پھر پانی پت، سہارنپور اور دہلی کے مقامات پر قیام کر کے درس نظامی کی تکمیل کی اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر طب یونانی کی تحصیل کی، ضلع بجنور کے ایک قصبے افضل گڑھ میں مطب بھی کیا، کچھ عرصہ بریلی اور دوسرے مقامات پر رہ کر قرآن وحدیث کا درس بھی دیا۔ یہ طلبی کا جذبہ دل میں شروع میں موجزن تھا۔ جو آپ کو چین نہیں لینے دیتا تھا، چنانچہ آپ تمام مشاغل چھوڑ کر دیوانہ وار تلاش حق میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک عرصے تک سرگرداں رہے، آخر عنایت ربانی نے دستگیری فرمائی اور آپ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی خدمت میں پہنچے، پہلی ملاقات میں ہی حضرت کے اخلاق کو اس قدر متاثر ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے انہی کا ہو رہنے کی تمنا کا اظہار کیا اور بیعت ہونے کی درخواست کی، اس وقت حضرت گنگوہی بقید حیات تھے اس لیے حضرت نے آپ کو گنگوہ جانے کا مشورہ دیا، لیکن آپ نے عرض کیا کہ مجھے جناب ہی سے پوری مناسبت ہے میں کہیں اور جانا نہیں چاہتا، فرمایا: اچھا اتنی جلدی کیا ہے استخارہ وغیرہ کر کے اپنی طبیعت کا اطمینان کر لیں چنانچہ ذکر وغیرہ بتلا کر آپ کو رخصت کر دیا، آپ اپنے وطن تشریف لے آئے اور چند روز وطن میں قیام کر کے دوبارہ ہندوستان کا سفر کیا اور رائے پور تشریف لے گئے حضرت رائے پوری نے آپ کو بیعت فرمالیا اور ذکر واذکار کی تلقین فرمائی چودہ پندرہ سال مسلسل حضرت رائے پوری کی خدمت میں رہ کر اور سخت مجاہدات کر کے سلوک کی انتہائی منزلیں طے کیں اور چاروں سلسلوں کے فیوض وبرکات حاصل کیے ۱۳۳۷ھ میں حضرت رائے پوری کا انتقال ہوا تو آپ مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پورے پینتالیس سال تک تلقین وارشاد کی رونق کا باعث بنے رہے بڑے بڑے اکابر علماء آپ کے حلقہ بیعت وارشاد میں داخل ہوئے اور آپ سے فیض حاصل کر کے اجازت بیعت سے سرفراز ہوئے ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲/ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ بروز جمعرات لاہور میں حاجی عبدالمتین صاحب کی کوٹھی میں انتقال ہوا جنازہ ڈھڈیاں شریف لے جایا گیا وہیں آپ کی مسجد کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

مستقل سلسلے کے لیے بھی انہی کا انتخاب کیا۔

حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ سے تعلق کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ حاجی عبدالوہاب صاحب جن دنوں لاہور میں مقیم تھے ان دنوں حضرت رائے پوری لاہور تشریف لائے۔ حاجی صاحب کو ان کے متعلق علم نہیں تھا، کہیں سے یہ سنا کہ لاہور میں ہندوستان سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں چنانچہ فقط زیارت کی نیت سے ملنے تشریف لے گئے۔ حضرت رائے پوری لاہورؒ میں شملہ پہاڑی کے قریب حاجی عبدالمتین صاحب کی کوٹھی میں تشریف فرما تھے۔ ابتدائی تعارف میں جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خلیفہ ہیں (جو کہ حضرت حاجی صاحب کے آبائی گاؤں گمتھلہ ہی کے تھے اور حاجی صاحب انہی کی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔) تو ان سے عقیدت اور بھی بڑھ گئی۔

اسی تعلق کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ بھی حاجی صاحب پر خاص توجہ فرماتے کہ میرے شیخ کے گاؤں کا ہے اور انہی کی برادری کا ہے۔ لہٰذا سلوک کے منازل اتنی تیزی سے طے کروائے کہ جو منتہی کو اسباق و اذکار دیے جاتے وہ حاجی صاحب کو ابتداء میں ہی دے دیے۔

اسی مجلس کا ایک واقعہ ہے کہ حاجی صاحب حضرت رائے پوری کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک صاحب پینٹ شرٹ میں ملبوس ٹائی لگائے ہوئے اندر آئے۔ پہلے اپنی پتلون اتاری جس کے نیچے پاجامہ پہن رکھا تھا۔ جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر رکھی۔ ٹائی لگی رہی۔ شاید اس کی طرف دھیان نہیں گیا اور پھر نماز پڑھنے لگے پھر حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا فرما دیں کہ میں پکا نمازی بن جاؤں۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں فوراً متوجہ ہوا کہ دیکھوں حضرت کیا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ بھائی جیسے میں دعا مانگ سکتا ہوں تم بھی مانگ سکتے ہو اور

جیسے میری دعا اللہ تعالیٰ قبول کر سکتے ہیں تمہاری بھی قبول کر سکتے ہیں۔

بس اتنی بات ہے جو پکے نمازی ہیں ان کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں مجھے یہ بات بڑی معقول لگی کہ واقعی آدمی جن کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا پھر انہیں کی طرح ہو جائے گا۔ اس جواب سے حضرت کی اور زیادہ عظمت دل میں بیٹھ گئی۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں حضرت رائے پوری بیان وغیرہ نہیں فرماتے تھے، بہت مختصر بات فرمایا کرتے تھے۔

کالج سے فراغت اور گاؤں واپسی

حضرت حاجی صاحب 1943ء کے آخر میں کالج کی پڑھائی سے فارغ ہو کر لاہور سے واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے جب گاؤں پہنچے تو انبالہ مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے بلایا اور کہا کہ:

> ''ساتویں اور آٹھویں جماعت کے انگریزی وریاضی کے استاد نہیں ہیں ان کا نصاب کافی رہتا ہے۔ تم اس اسکول سے پڑھے ہو اس کا تم پر حق ہے۔ ان کو پڑھا دو'' حاجی صاحب تیار ہو گئے اور چونکہ طلباء بورڈنگ میں رہتے تھے تو حاجی صاحب اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق طلباء کو تہجد میں اٹھاتے۔ پھر میدان میں دوڑاتے۔ غسل کراتے، تہجد پڑھاتے پھر پڑھائی شروع کر دیتے اور پانچوں نمازوں کا اہتمام کراتے۔ دو ماہ میں سارا نصاب مکمل کرا دیا۔
>
> حاجی صاحب کے ایک عزیز جن کا نام راؤ عبدالوحید تھا (پاکستان میں کلور کوٹ میں آباد ہوئے۔ ابھی بھی ان کا خاندان وہیں ہیں) انہوں نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے چچا لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ کر پکا نمازی بنا دیتے ہیں۔

حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا۔ کتنے پیسے لیتے ہیں؟ انہوں نے

کہا۔ مفت۔۔۔ میں نے عرض کیا۔ مفت۔۔۔؟ انہوں نے کہا ہاں مفت۔۔۔۔۔

میں نے عرض کیا" وہ کہاں رہتے ہیں؟ تو راؤ عبدالوحید صاحب نے فرمایا دلی کے قریب ایک بستی ہے بستی نظام الدین" وہاں ان کی مسجد ہے۔

حاجی صاحبؒ نے مولانا الیاس صاحبؒ کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ البتہ شیخ الحدیث صاحب کی قدر دل میں بہت تھی۔ اس کی وجہ ان کی مشہور زمانہ کتاب **الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف** بہ اسلامی سیاست تھی۔ حاجی صاحبؒ نے یہ کتاب پڑھی ہوئی تھی اور مولانا الیاس صاحبؒ تو ان کے چچا تھے۔ اس بنا پر بستی نظام الدین جانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک چچا دلی میں رہتے تھے جو "پیر جماعت علی شاہ" علی پور والے کے مرید تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب نے نظام الدین جانے کا ارادہ کیا تو اپنے چچا کے پاس گئے اور ان سے بستی نظام الدین کا پتہ پوچھا تو ان کے چچا نے حاجی صاحب کو سارا پتہ سمجھایا کہ یہاں سے اس بس میں بیٹھنا پھر اتر کر اس راستے پر چلنا اور کہا کہ پھر بستی نظام الدین آئے گی اور آگے ان کی مسجد ہے جن کا تم نام لے رہے ہو۔ اپنے فکری اختلاف کی وجہ سے مولانا الیاس صاحب کا نام نہیں لیا بلکہ یہ کہا کہ ان کی مسجد آ جائے گی جن کا تم نام لے رہے ہو۔

مرکز نظام الدین آمد

یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو حاجی صاحبؒ مرکز نظام الدین تشریف لائے اور پورے چھ مہینے مولانا الیاس صاحب کی صحبت بابرکت میں گزارے۔ ان چھ مہینوں کو حاجی صاحبؒ نے کس طرح مفید بنایا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جتنا استفادہ حاجی صاحبؒ نے مولانا الیاس صاحب سے کیا وہ کم ہی کسی کو نصیب ہوا۔ حاجی صاحبؒ کی مثال حضرت ابوہریرہؓ جیسی تھی کہ آئے تو سب سے آخر میں لیکن آپ ﷺ کی احادیث سب سے زیادہ انہی سے منقول ہیں۔ اسی طرح حاجی صاحبؒ بھی مولانا الیاس صاحب کی خدمت

میں آئے تو سب سے آخر میں لیکن دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط سب سے زیادہ آپؒ نے ہی ضبط کئے۔

حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ بچپن سے مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ رہے، امیر حجاز حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب چار برس مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ رہے، حضرت جی ثانی مولانا یوسف کاندھلویؒ مولانا الیاس صاحب کی زندگی کے بالکل آخر میں اس کام کی طرف آئے اور بھی بہت سے حضرات نے مولانا الیاس صاحب کے ساتھ لمبا زمانہ صحبت کا پایا جب کہ حاجی صاحبؒ کو صرف چھ ماہ رفاقت نصیب ہوئی لیکن اس کے باوجود حضرت جی مولانا الیاس صاحب سے اتنا استفادہ کیا کہ شاید ہی کسی کے حصے میں آیا ہو۔ اس کی وجہ حاجی صاحب کا بے مثال حافظہ تھا، گویا ہر چیز کی تصویر کھینچ لیتے تھے جس کو انگریزی میں Photograpic Memories کہتے ہیں۔

پہلی ملاقات:

حاجی صاحبؒ مولانا الیاس صاحبؒ سے اپنی پہلی ملاقات کا حال یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

میں جب مرکز نظام الدین پہنچا تو میں نے دیکھا کہ صحن میں ایک چارپائی بچھی ہے جس پر مولانا الیاس صاحب تشریف فرما ہیں۔ اور اس کا رخ اس طرح ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا اور مسجد سے نکلنے والا ہر شخص ان کی نظر سے گزرتا ہے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو مولوی واصف علی صاحب سے میرا تعارف ہوا پھر وہ مجھے لے کر مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے حضرت سے ملوایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مختصر تعارف کے بعد حضرت نے تھوڑی سی دعوت وتبلیغ کی بات کی اور فرمایا کہ:

''دعوت دو۔'' حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں بالکل نیا، دعوت وتبلیغ کے مفہوم سے نابلد، میں کیا دعوت دیتا۔ میں نے عرض کیا۔ ''کیا دعوت دوں؟'' مولوی واصف علی صاحب نے کہا جو حضرت نے فرمایا، اسی کی دعوت دو۔ تو میں نے دعوت دی۔ پھر مولوی واصف علی صاحب نے مجھے دعوت دینے کا طریقہ سکھایا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے والد ماجد حضرت مولانا اسماعیل صاحب کی ایک اچھی خاصی جائیداد جھنجھانہ میں تھی۔ مولانا اسماعیل صاحب سال میں ایک یا دو مرتبہ وہاں جاتے اور جا کر زمین وغیرہ کا حساب کر کے جتنا جس نے دیا لے کر چلے آتے۔ اب لوگوں نے دیکھا کہ مولانا زمین اور مکانوں کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتے تو لوگوں نے ان پر قبضہ کرنا شروع کر دیا اور چپکے سے مولانا کی زمینیں اور مکان اپنے نام کروانے لگے۔ کسی نے آ کر مولانا کو خبر دی کہ فلاں کرایہ دار نے آپ کا مکان اپنے نام لکھوا لیا تو فرمایا کہ اگر لکھوا لیا تو خدا اسے ہی دے دے اور اس کے بدلے جنت میں ہمیں مکان دے دے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اکثر مکانوں اور زمین پر لوگوں نے قبضہ کر لیا۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ: میں مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک صاحب جن کا نام ظہیر الدین تھا اور رشتے میں مولانا الیاس صاحب کے بھانجے لگتے تھے حاضر خدمت ہوئے اور آ کر عرض کیا کہ: ''میں نے مجسٹریٹ سے بات کر لی ہے۔ آپ صرف ایک دفعہ مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو جائیں۔ میں مجسٹریٹ سے کہہ دوں گا کہ یہ مولوی اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ باقی سارا کام میرا ہے میں خود آپ کی جائیداد چھڑوا لوں گا اور اس کی دیکھ بھال بھی کرتا رہوں گا اور اس کی آمدنی آپ کو آتی رہے گی اور آپ نے اس کی آمدن کو اپنی ذات پر کون سا خرچ کرنا ہے آپ تو تبلیغ پر ہی خرچ کریں گے''۔ اس پر مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ:

> ''میاں ظہیر میری مثال چوراہے کے سپاہی کی سی ہے۔ چوراہے کا سپاہی اگر اپنا کام چھوڑ کر کسی اور کو راستہ بتانے چلا جائے تو ساری سواریوں کی آپس میں ٹکر ہو جائے گی۔ اگر میں نے اپنی سوچ فکر اور صلاحیت کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی کام میں لگا دیا تو دین کے سارے شعبوں میں

ٹکراؤ ہو جائے گا۔ میں تو ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی کو نہیں دوں گا۔" حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے دل پر ایسی لگی کہ میں نے بھی فوراً اپنے دل میں یہ طے کیا کہ عبدالوہاب تو نے بھی اپنی سوچ وفکر اور صلاحیت کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں لگانا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ایک اہم شخصیت

حاجی صاحب ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مسجد نظام الدین میں مولانا الیاس صاحبؒ کے پاس میرا پہلا دن تھا میں حضرت کے پاس ہی بیٹھا تھا اور مولانا واصف علی صاحب مجھے دعوت دینا سکھا رہے تھے کہ اتنے میں کچھ قدو قامت والے وضع دار لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھنے میں سب علماء لگ رہے تھے۔ وہ سب حضرت مولانا الیاس کو سلام کرتے مصافحہ کرتے اور حضرت ہر ایک سے پوچھتے خیریت ہے۔؟ جو صاحب چوتھے نمبر پر حضرت سے ملے حضرت نے ان سے ایک کے بجائے دو دفعہ پوچھا خیریت ہے۔۔؟ خیریت ہے۔۔؟ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ ضرور یہ کوئی خاص آدمی ہیں جن سے یہ گرم جوشی اور دو دفعہ خیریت کا پوچھا ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تھے۔

پہلے نمبر پر میرواعظ مولانا یوسف صاحب کشمیری (تحریک حریت کے لیڈر میر واعظ عمر فاروق کے دادا) دوسرے نمبر پر مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ اور تیسرے نمبر پر مولانا عمران خان صاحب بھوپال والے حضرت مولانا الیاس صاحب سے ملے تھے۔ ان حضرات کے ساتھ مولانا الیاس صاحبؒ کے بیٹے مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام صاحبؒ وغیرہ تھے جو کسی اجتماع سے واپس آرہے تھے۔

آپ ہمیں تختۂ مشق بنانا چاہتے ہیں

ایک دفعہ مولانا الیاس صاحبؒ سفر سے واپس تشریف لائے تو تھکے ہوئے تھے حضرت کے خادم مولوی واصف علی صاحب نے کمرے سے باہر آ کر صحن میں جھانکا تو حاجی صاحب پر نظر پڑی۔ حاجی صاحبؒ سے کہا کہ حضرت کو دبانا ہے...؟ تو آپ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مولوی واصف صاحب، حاجی صاحبؒ کو لے کر کمرے میں داخل ہوئے۔ تو مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ ان سے پوچھو: انہوں نے دبانا سیکھا بھی ہے...؟ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: میں نے تو دبانا نہیں سیکھا۔ اس پر حضرت نے فرمایا: تو آپ ہمیں تختۂ مشق بنانا چاہتے ہیں۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ اس دن مجھے بہت افسوس ہوا۔ کاش میں نے دبانا سیکھا ہوتا تو آج حضرت کا بدن دبالیتا۔

میری طبیعت پر گراں گزرتا تھا کہ یہ بزرگ کیوں دبواتے ہیں۔ میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اب جب میں خود بوڑھا ہو چکا ہوں تو پتہ چلا ہے کہ بزرگ کیوں دبواتے تھے۔

سب سے پہلی تشکیل

حاجی صاحبؒ چھ مہینے مولانا الیاسؒ کے پاس رہے۔ ان چھ مہینوں میں حاجی صاحبؒ نے اپنے والد کو دکھانے کے لیے کہ میں کچھ کام بھی کرتا ہوں پوسٹ آفس کی ملازمت اختیار کرلی۔ لیکن ملازمت میں جی نہ لگتا تھا۔ دفتر میں کرسی پر بیٹھے روتے رہتے تھے کہ تو کتنا بے غیرت ہے۔ دین کا یہ حال ہے اور تو دفتر میں بیٹھا ہے۔

مولانا الیاس صاحب کے پاس رہتے ہوئے حاجی صاحب کی جہاں سب سے پہلی تشکیل ہوئی وہ دلی کے قریب ہی ایک جگہ نیٹور ضلع بجنور[1] میں واقع ہے۔ یہ زیدی اور ترمذی خاندان کے سنی سیدوں کی بستی تھی وہاں ایک صاحب تھے جن کا نام سید جعفر تھا۔ حاجی

صاحب کی اس تشکیل میں سب سے پہلے انہی سے دوستی ہوئی۔ یہ تشکیل غالباً آٹھ یا دس دن کی تھی۔ انہی سید جعفر صاحب کی ایک چھوٹی سی بچی تھی جس کا نام نجمہ تھا۔

تبلیغی اعتبار سے حاجی صاحب کا یہ سب سے پہلا خروج تھا۔

نظام الدین میں گشت کا عمل

حاجی صاحبؒ ملازمت کے ساتھ ساتھ نظام الدین میں ہونے والے اعمال کی بھی خوب پابندی فرماتے تھے۔ چنانچہ جس دن وہاں گشت ہوتا تو اس دن دفتر جانے کے لیے معمول کے راستے سے ہٹ کر ایک بیابان سنسان لمبا راستہ اختیار کرتے تھے جہاں لوگوں کی چلت پھرت نہیں ہوتی تھی تا کہ راستے میں کسی غیر عورت یا کسی غلط چیز پر نظر نہ پڑ جائے اور اس کا اثر گشت پر نہ پڑ جائے اور جب گشت سے واپسی ہوتی تو دلی میں جو کوٹھری رہنے کے لیے لی ہوئی تھی، اس کی چوکھٹ پر ہی دیر تک کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے رہتے اور کہتے کہ میں ابھی اندر داخل نہیں ہوا بلکہ ابھی اللہ کے راستے میں ہی ہوں اس لیے جو دعا مانگوں گا وہ قبول ہوگی۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ گشت کا دن تھا اور بارش ہو رہی تھی تو ہم بارش کی وجہ سے رکے ہوئے تھے۔ حضرت نے پوچھا کہ گشت میں نہیں گئے؟ ہم نے حضرت سے عرض کیا کہ بارش ہو رہی ہے...تو حضرت نے جلال میں آ کر فرمایا "بارش..." اور یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکل گئے۔ ہم بھی پیچھے پیچھے ہو لیے اللہ کی شان جیسے ہی مولانا الیاس صاحب مسجد سے باہر نکلے تو بارش ہی رک گئی۔

مولانا الیاس صاحب کے ہاں معمول تھا کہ جو بھی خط آتا ہر روز فجر کی نماز کے بعد پڑھ کر سنایا جاتا پھر حضرت سب سے رائے لیتے اور جواب لکھواتے۔ فجر کی نماز کے بعد سب لوگ معوذتین پڑھ کر مولانا پر دم کرتے تھے۔ اس کے بعد خط سنایا جاتا اور خط کے بارے میں مجمع سے رائے لیتے کہ کیا جواب دینا چاہیے۔ پھر جو مناسب ہوتا وہ جواب لکھواتے اس کے بعد حضرت کا بیان ہوتا تھا۔

اللہ کی عظمت

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحبؒ کے اندر سے اللہ کی عظمت چھلکتی تھی جب مولانا الیاس صاحبؒ نماز پڑھانے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو مقتدیوں پر ایک خاص اثر محسوس ہوتا تھا۔ ایسی عظمت کے ساتھ اللہ کا نام لیتے تھے کہ آس پاس والے اس کا اثر لیے بغیر نہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو منہ نمازیوں کی طرف پھیر لیا اور فرمانے لگے کہ جنت... ارے...! ایسی موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں کہ ان کے دوپٹے کے پلو کا ایک ٹکڑا اگر زمین پر آجائے تو زمین خوشبوؤں سے بھر جائے۔ ان الفاظ کے ذریعے اس طرح جنت کا نقشہ کھینچا کہ یوں لگا جنت تو سامنے ہے۔ اور برحق ہے۔ کالج کے زمانے میں دوران تعلیم الحاد، فلسفہ وغیرہ پڑھتے ہوئے ہمارے ذہنوں میں شک ڈالا جاتا تھا کہ پتہ نہیں جنت ہے یا نہیں ہے اسی طرح جہنم کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں ایک شک سا ذہنوں میں پڑا ہوا تھا۔ جب مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ ایسی موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں... تو دل خود بخود ہی کہنے لگا کہ :ارے جنت تو ہے۔ اس کے بعد فرمایا : دوزخ... توبہ توبہ... اتنے بڑے بڑے خچر جتنے بچھو اور خون اور پیپ... اس انداز سے جہنم کا نقشہ کھینچا کہ دل نے کہا :ارے دوزخ تو ہے... اور سارے شکوک وشبہات رفع ہو گئے۔

ایک خوف کا ازالہ

حاجی صاحب فرماتے ہیں جب میں نیا نیا نظام الدین آیا تو ہر وقت ایک خوف طاری رہتا تھا کہ نامعلوم کب کسی بے ادبی پر یہاں سے نکال دیا جاؤں۔ اس لیے کہ حضرت لاہوریؒ کبھی کبھی اپنے درس میں فرمایا کرتے کہ تمہیں بزرگوں کے ادب آداب تو آتے نہیں، تم بزرگوں سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟ اس لیے خوف کے عالم میں ڈرا ہوا رہتا تھا۔

مولانا الیاس صاحب کے ایک دوست تھے جو دلی میں حکیم تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا تو مولانا الیاس صاحب ان کے بچے کو تربیت کے لیے اپنے پاس نظام الدین لے آئے۔ اور مولوی واصف علی صاحب کی نگرانی میں دے دیا۔ بچہ چھوٹا تھا، لیکن اسے ایک بری عادت تھی، چوری کرنے کی۔ اس نے کہیں چوری کر لی۔ حضرت کو خبر دی گئی۔ حضرت نے فرمایا! تم لوگ اپنے سامان کی خود حفاظت کرو۔ یہ واقعہ تو نظام الدین میں میرے سامنے کا ہے۔ کچھ دنوں بعد اس بچے نے دوبارہ چوری کی۔ حضرت کو خبر کی گئی۔ حضرت نے فرمایا بھائی میں نے تو یہ کام شروع ہی چوروں، ڈاکوؤں، بدمعاشوں کے لیے کیا ہے، جس نے بزرگوں میں رہنا ہے وہ کوئی اور جگہ تلاش کر لے۔ اس دوسرے موقع پر میں نظام الدین میں نہیں تھا۔ جب آیا تو کسی نے مجھے یہ سب بتایا۔ اس کو سنتے ہی مجھے خوشی ہوئی اور دل کو تسلی ہو گئی کہ جو چوروں کو نہیں نکالتے وہ مجھے بھی نہیں نکالیں گے۔

یہ تو میرے علم کا کوٹلہ ہے

ایک دفعہ مولانا یوسف صاحب اور مولانا الیاس صاحب کا تذکرہ چل نکلا تو فرمانے لگے کہ :

> ''مولانا یوسف صاحب کے بچپن کا زمانہ تھا۔ وہ اپنے والد مولانا الیاس صاحب کے ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے۔ چونکہ بچے تھے اس لیے چلنے کی رفتار آہستہ تھی تو پیچھے سے حاجی عبدالرحمن صاحب نے کہا :او چھورا... ! جلدی چل نا... یہ سن کر مولانا الیاس صاحب ان سے گویا ہوئے اور فرمایا: ''میاں جی! اس طرح تو مت کہو نا یہ تو میرے علم کا کوٹلہ[1] ہے۔''

صحبتے با اہل دل

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ اہل اللہ کی صحبت جتنی بھی مل جائے اسے

---

[1] ۔ وہ مخصوص برتن جس میں گھروں کے اندر اناج گندم چاول وغیرہ محفوظ کیے جاتے ہیں۔ اردو زبان میں اسے کوٹلا کہا جاتا ہے۔

غنیمت سمجھو۔ اس کے بعد ایک واقعہ سنایا کہ :

''مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے یہاں دن کے گیارہ بجے کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اللہ کی شان ایک دفعہ کھانے پر حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور دیگر علماء کرام جمع ہو گئے۔ کھانے سے فراغت پر حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ : میں کہیں جا رہا ہوں اور میں اکیلا ہی جاؤں گا کوئی میرے ساتھ نہیں جائے گا۔ یہ سننا تھا کہ فوراً مولانا الیاس صاحبؒ بولے کہ میں جاؤں گا۔ حضرت رائے پوری نے یہ سن کر فرمایا: کہ نہیں میں اکیلا ہی جاؤں گا لیکن مولانا الیاس صاحبؒ ساتھ جانے پر بضد رہے۔ جب حضرت رائے پوریؒ نے دیکھا کہ مولانا الیاس صاحبؒ ساتھ جا کر ہی رہیں گے تو حضرت رائے پوریؒ مدرسے باہر نکلے اور مولانا الیاس صاحبؒ بھی ساتھ ہو لیے۔ یہ دونوں حضرات سہارنپور سے نکلے اور تھانہ بھون پہنچ گئے وہاں پہنچے تو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دونوں حضرات کا استقبال کیا۔

حضرت تھانویؒ مولانا الیاس صاحبؒ سے تو اچھی طرح واقف تھے لیکن حضرت رائے پوریؒ کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ صرف نام سے جانتے تھے۔ ملتے ہی مولانا الیاس صاحبؒ سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں...؟ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے خوشی سے فرمایا۔ اچھا... یہ ہیں وہ۔ پھر فرمایا : اچھا یہ ایسے ہیں تو جنہوں نے ان کی تربیت کی ہوگی وہ (حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) کیسے ہوں گے۔'' پھر جب ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت تھانویؒ اپنی مسند پر تشریف لائے اور حضرت رائے پوریؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ''حضرت آپ کا مقام بہت اونچا

ہے'' چاہیے تو یہ تھا کہ آپ یہاں مسند پر تشریف رکھتے اور میں آپ کی جگہ پر بیٹھتا۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ : واقعی عبدالقادر مظہر قادر ہیں...

کچھ دیر بعد حضرت رائے پوریؒ نے واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ''اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میں آپ کو اسٹیشن تک چھوڑنے چلا جاؤں...؟'' حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا۔ نہیں آپ تشریف رکھیں مجھے آپ کو زحمت دیتے ہوئے تکلیف ہوگی۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ''ٹھیک ہے حضرت جیسے آپ چاہیں'' چنانچہ حضرت رائے پوریؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ تھانہ بھون سے نکلے اور واپس سہارنپور جانے کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے ابھی ریل کے آنے میں وقت تھا چنانچہ دونوں حضرات وہیں اسٹیشن پر ریل کا انتظار کرنے لگے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دوران مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ ایک ریل سے اترے اور انہیں دوسری جگہ جانے کے لیے تھانہ بھون اسٹیشن سے دوسری ریل بدلنی تھی جس کے آنے میں ابھی کافی وقت تھا انہوں نے سوچا کہ اتنے ریل آجائے میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں سلام ہی عرض کرلوں۔ چنانچہ اس غرض سے خانقاہ میں حضرت تھانویؒ کے پاس حاضر ہوئے اور آنے کی غرض بیان کر کے رخصت چاہی تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ آیئے میں آپ کو اسٹیشن تک چھوڑ دیتا ہوں...۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ پر حضرت تھانویؒ کا یہ جملہ بجلی بن کر گرا، اور وہ بہت حیران ہوئے کہ حضرت تھانویؒ تو آج تک کسی کو چھوڑنے نہیں گئے اور آج مجھے چھوڑنے جارہے ہیں، غرض دونوں حضرات اسٹیشن پہنچے۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ ابھی تک اسٹیشن پر ہی موجود تھے۔ حضرت تھانویؒ حضرت رائے پوری کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ کو تکلیف نہیں دی میں تو ان (حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کی طرف اشارہ کیا) کے ساتھ آیا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ

حضرت تھانویؒ میرے لیے نہیں آئے تھے بلکہ حضرت رائے پوریؒ کی وجہ سے میرے ساتھ اسٹیشن تک آئے تھے تا کہ جب تک حضرت رائے پوریؒ اسٹیشن پر موجود ہیں ان کی صحبت بابرکت سے استفادہ کرلیا جائے۔

مولانا عبید اللہ سندھی صاحبؒ کی نظام الدین آمد

حاجی صاحبؒ، مولانا الیاس صاحبؒ کے پاس چھ مہینے رہے۔ اس دوران چونکہ حاجی صاحبؒ ملازمت کرتے تھے۔ اس لیے ملازمت کے اوقات میں عدم صحبت کا حاجی صاحبؒ کو بہت قلق رہتا تھا۔ ان دنوں نظام الدین میں ایک مولوی صاحب جن کا نام عبدالملک صاحب مراد آبادی تھا، حاجی صاحبؒ کے دوست بن گئے جو روزانہ حاجی صاحبؒ کو بتاتے کہ آج مولانا الیاس صاحبؒ نے یہ فرمایا یہ فرمایا۔۔ آخری دنوں میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تشریف لائے تو دیکھ کر فرمایا کہ "بڑے میاں (مولانا الیاس صاحبؒ) تو اپنی پرواز میں ہزاروں میل کی رفتار سے جا رہے ہیں"۔۔۔

انہی دنوں میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا نظام الدین آنا ہوا۔ مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔ طبیب نے بیماری کی وجہ سے بولنے سے منع کیا ہوا تھا۔ حضرت سندھیؒ نے سلام کیا، حضرت مولانا الیاس صاحب نے جواب دیا اور جواب دینے کے بعد ڈیڑھ گھنٹا مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو ڈانٹا کہ "طبیب نے مجھے بولنے سے منع کیا ہوا تھا تو تم نے سلام کیوں کیا۔۔۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے تم نے مجھے واجب میں کیوں مبتلا کیا۔۔" حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ صاحب چپ چاپ سنتے رہے اور آخر میں اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ: مجھ سے غلطی ہوگئی معاف فرمادیں۔

اسی آمد کا ایک اور واقعہ حاجی صاحبؒ سنایا کرتے تھے کہ حضرت عبید اللہ سندھیؒ بڑے صاحب فراست آدمی تھے۔ اللہ نے ان کو ایسی فراست دی تھی کہ جب وہ کوئی بات کرتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے سامنے کچھ دیکھ کر بات کر رہے ہیں ان کی یہ فراست ساری دہلی میں مشہور تھی۔

تو جب حضرت سندھی مولانا الیاس صاحبؒ کی بیمار پرسی سے فارغ ہو کر باہر آئے تو حوض کے پاس بیٹھ گئے۔ دائیں طرف مولانا یوسف صاحبؒ بائیں طرف مولانا احتشام الحسن صاحبؒ اور سامنے مولوی داؤد صاحب کھڑے تھے۔ حضرت عبیداللہ سندھیؒ نے فرمایا یہ بہت عظیم کام ہے یہ (مولانا یوسف صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تو کرلے گا۔ اور یہ (مولانا احتشام الحسن صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ مولانا یوسف صاحبؒ مولانا الیاس صاحبؒ کے کام کو لے کر بہت آگے بڑھے البتہ مولانا احتشام الحسن صاحبؒ جو مولانا یوسف صاحبؒ کے ماموں تھے۔ بعض اعذار کی وجہ سے ساتھ نہیں چل سکے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا الیاس صاحبؒ نے تین آدمیوں (مولانا ابوالحسن ندویؒ، مولانا ظفر احمد صاحبؒ اور مولانا عبیداللہ صاحبؒ) کو اپنے پاس بلایا اور رات کافی دیر تک ان تینوں حضرات کو صبح کے بیان کے لیے مضمون سمجھاتے رہے۔ صبح ہوئی تو بیان کے لیے ایک صاحب کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پہلے تمہیدی بات شروع کی حضرت (مولانا الیاس صاحبؒ) کی چارپائی مسجد میں تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ کس کو کھڑا کردیا۔۔؟ بند کرو۔ اس سے کہو کہ کام کی بات کرے۔ وہ صاحب خاموش ہو گئے دوسرے صاحب سے کہا گیا کہ آپ بیان کریں تو وہ کہنے لگے جی حضرت کے ہوتے ہوئے میں تو نہیں کرسکوں گا۔۔۔ شیخ زکریاؒ وہیں موجود تھے انہوں نے فرمایا آپ اپنی چارپائی مسجد سے اٹھوا کر اندر حجرے میں کروا لیجیے۔ یہاں رہیں گے تو کوئی نہیں بیان کر سکے گا۔ حضرت کی چارپائی اندر حجرے میں کروا دی گئی۔ مولانا یوسفؒ حجرے میں آئے اور والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ مجمع سے کیا چاہتے ہیں۔۔؟ مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک دو جملوں میں بتایا کہ میں یہ چاہتا ہوں۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے جا کر بیان شروع کیا اور ساری بات مجمع کو سمجھا دی، بیان کے بعد مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے کہا کہ تم تو

رات کو ہمارے ساتھ نہیں تھے تمہیں کیسے پتا کہ حضرت یہ بات چاہتے تھے تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ (ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)...!!!

بڑوں کا ادب

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ اللہ والوں کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہئے اور جب ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہو تو راستے میں ذکر واذکار کرتے ہوئے اور ان کے مقام ومرتبہ کا پہلے سے استحضار کرکے جانا چاہئے۔ فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا الیاس صاحب شفیع قریشی صاحب کے ساتھ ان کی گاڑی میں رائے پور جا رہے تھے۔ سارے راستے مولانا الیاس صاحبؒ حضرت رائے پوری کے خصائل اور نیک تعریفات کرتے رہے۔

شفیع قریشی صاحب کا حضرت رائے پوریؒ سے پہلے تعارف نہیں تھا۔ مولانا الیاس صاحبؒ کی زبانی اتنی تعریف سنی تو یہ سمجھے کہ حضرت رائے پوری شاید مولانا الیاس صاحبؒ سے بھی کوئی بڑے بزرگ ہیں۔ رستے میں اچانک گاڑی خراب ہوگئی تو سب حضرات پیدل چلنے لگے۔ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں وہ مقام تو اتنا اونچا ہے کہ وہاں سر کے بل جانا چاہئے۔ قریشی صاحب اس پر مزید حیران ہوئے اس سفر میں مولانا احتشام صاحب بھی ساتھ تھے وہ راستے میں ایک جگہ قریشی صاحب سے باتیں کرنے لگے تو مولانا الیاس صاحبؒ نے زور سے ڈانٹ کر فرمایا۔ مولوی احتشام: تمہیں پتا نہیں کہاں جارہے ہیں؟ باتیں کررہے ہو۔ چنانچہ یہ لوگ جب بستی کے قریب پہنچے تو ادھر سے حضرت رائے پوری بھی مولانا الیاس صاحبؒ کے استقبال کے لیے کافی آگے تک آئے ہوئے تھے۔ حضرت رائے پوری انتہائی عاجزی سے ملے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کی تعظیم میں بچھے چلے جارہے تھے حاجی صاحبؒ کہنے لگے یہ تھا ہمارے بزرگوں میں ایک دوسرے کا ادب۔

مسلمان کا حسن ظن

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد مولانا الیاس صاحب نے فرمایا: مسلمان کو حسن ظن کی صفت سے ہمیشہ آراستہ رہنا چاہئے۔ مسلمان کا ظن ایک بہت بڑی طاقت ہوتا ہے۔ میں تو نیا نیا کالج سے گیا تھا۔ مجھے اس وقت سمجھ نہیں آیا کہ ظن کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحب اکثر نظام الدین سے گشت کے سلسلے میں میوات جایا کرتے تھے۔ میوات جانے کے لیے جس جگہ سے بس پکڑتے تھے اس بس اڈے کے بالکل سامنے ایک کالج تھا جس کا نام تھا اینگلو عربیک کالج... یہ کالج انگریزوں نے بنایا تھا جس کا مقصد انگریزی اور دینی تعلیم کو مخلوط کر کے انگریزی تہذیب، کلچر اور تعلیم کو غالب کرنا تھا۔ چنانچہ بس کا انتظار کرتے ہوئے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے عرض کیا کہ کالج ہے تو حضرت نے فرمایا نہیں یہ ہمارا تبلیغ کا اڈہ ہے۔ ساتھیوں نے عرض کیا حضرت ساری خرابیاں یہیں سے تو نکلتی ہیں اور سارے فساد یہیں سے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت فرماتے نہیں نہیں یہ تبلیغ کا اڈہ ہے۔ یہاں سے تبلیغ کی جماعتیں نکلیں گی۔

پھر اللہ نے بہت جلد مولانا الیاس صاحب کی بات کو پورا فرمایا...؟ حضرت مولانا الیاس صاحب کی زندگی میں ہی کالج والوں نے مشورہ کیا کہ ہمارے مجلس عاملہ میں کوئی عالم نہیں ہے ایک نہ ایک عالم ضرور ہونا چاہئے... چنانچہ مشورہ سے مولانا انعام الحسن صاحب کا نام تجویز ہوا اور مولانا انعام الحسن صاحب ان کی مجلس مشاورت میں آ گئے۔ مولانا الیاس صاحب کے انتقال کے بعد اس کالج میں ایک مسجد بھی بنی اور مسجد کے سامنے میدان میں اجتماع بھی شروع ہو گیا اور متواتر ہر سال ہونے لگا۔ یہ مولانا الیاس صاحب کے ظن کی طاقت تھی۔ مولانا الیاس صاحب کبھی کسی کو دیکھ کر منفی سوچ کی طرف نہیں جاتے تھے بلکہ ہمیشہ اچھا گمان رکھتے تھے... اور فرماتے تھے کہ اگر مسلمان میں 99 خرابیاں ہوں اور صرف ایک اچھائی ہو تو اس کی اچھائی کو اتنا بیان کرو اتنا بیان کرو کہ اس کی سب برائیاں اس کی ایک اچھائی میں چھپ جائیں۔[1]

مجھے آپ کے کام پر سو اشکال ہیں:

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مولانا یوسف صاحبؒ اپنے والد مولانا الیاسؒ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے آپ کے کام پر سو اشکال ہیں... مولانا یوسف صاحبؒ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو بھی ساتھ ملا لیتے تھے لیکن مولانا انعام الحسن صاحبؒ میں حیا غالب تھی اور وہ بہت باادب تھے۔ اس لیے وہ چپ چپ رہتے تھے۔ جب کہ مولانا یوسف صاحبؒ انتہائی جری تھے تو والد صاحبؒ سے اکثر کہہ دیا کرتے تھے کہ مجھے آپ کے کام پر سو اشکال ہیں۔ اس پر ایک دفعہ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا ''تم دونوں مجھے مسلمان بھی سمجھتے ہو یا نہیں...؟''

ایک دفعہ مولانا الیاس صاحبؒ نماز پڑھ رہے تھے کہ مولانا یوسف صاحب اپنے والد کے داہنی طرف آ کر بیٹھ گئے۔ مولانا الیاس صاحبؒ نماز سے فارغ ہوئے اور مولوی یوسف صاحبؒ کی طرف دیکھا تو مولانا یوسف صاحب کہنے لگے کہ : بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں... بیوی کا یہ حق ہے... یہ حق ہے۔۔۔ اپنے والد ماجد کو بیوی کے حقوق گنوانے لگے۔ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا ''اچھا بھائی... میں تیری اماں سے معافی مانگ لوں گا...'' مولانا یوسف صاحبنے کہا ''نہیں یہ غلط ہے... مرد کو عورت سے معافی نہیں مانگنی چاہئے بلکہ حقوق ادا کرنے کا خیال رکھنا چاہئے''۔ اس طرح مولانا یوسف صاحبؒ اشکال کرتے رہتے تھے... حضرت رائے پوریؒ کو اس کا علم ہوا تو مولانا یوسف صاحبؒ کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ جب حضرت دہلوی[1] کوئی بات فرمایا کریں تو ادب و توجہ سے سنا کرو... مولانا یوسف صاحبؒ، حضرت رائے پوری کا حد درجہ ادب کرتے تھے اس بات کا بھی حضرت مولانا یوسف صاحبؒ پر بہت اثر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اس کے بعد سارے اشکالات آہستہ آہستہ دور ہونے لگے۔

---

[1] حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری مولانا الیاس صاحب کو حضرت دہلوی کہا کرتے تھے۔ (فہیم)

اللہ کی رحمت اترنے والی ہے

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ حضرت مدنی بخاری شریف کا سبق پڑھا رہے تھے کہ پڑھاتے پڑھاتے اچانک فرمایا۔ کتاب بند کر دو اللہ کی رحمت اترنے والی ہے۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا سبق شروع کرو۔ سبق کے بعد ایک شاگرد حضرت کے پیچھے پیچھے گیا اور عرض کیا ''حضرت آپ نے سبق میں فرمایا تھا اللہ کی رحمت اترنے والی ہے پھر کیا ہوا؟'' حضرت مدنیؒ نے فرمایا۔ وہ تو مولوی الیاس پر اتر گئی۔

اس شاگرد کا تعلق مولوی نور محمد صاحبؒ سے تھا، جو روہتک موجودہ ہریانہ کے رہنے والے تھے۔ وہ سارا علاقہ بریلوی بھائیوں کا تھا جن میں یہ مولوی نور محمد صاحب اکیلے دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور بقول حاجی صاحب یہ بڑے دبنگ اور لٹھ مار قسم کے مولوی تھے۔ ان کا مولانا الیاس صاحبؒ سے تعلق تو تھا لیکن ابھی تک بیعت نہ ہوئے تھے جب انہیں حضرت مدنیؒ کا رحمت اترنے والا واقعہ اس طالب علم کی زبانی معلوم ہوا تو فوراً نظام الدین پہنچے اور جا کر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ یہ مولوی نور محمد صاحبؒ تقسیم کے بعد پہلے اوکاڑہ میں آکر آباد ہوئے۔ لیکن وہاں جی نہیں لگا۔ پھر پتہ چلا کہ ان کے محلے کے لوگ پھلر وال میں آکر آباد ہوئے ہیں تو پھلر وال آگئے بڑے بیٹے محمد اسحاق کو تو عالم بنایا۔ جن کے ایک بیٹے محمد ناصر فوج میں کرنل ہوئے۔ آج کل سیالکوٹ میں ہیں۔ مولوی نور محمد صاحبؒ کے دوسرے بیٹے محمد انور پھلر وال ہی میں آباد ہیں۔

حجاز مقدس کی طرف پہلی جماعت

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ نے حجاز مقدس کی طرف جانے والی جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانے میں جو جماعت تبلیغ کے عنوان سے سب سے پہلے حجاز مقدس کی طرف گئی اس میں سوائے ایک کے سب کے سب عالم تھے۔ عربی بولنے والوں میں مولانا احتشام صاحبؒ تھے، مولانا ادریس صاحبؒ صادق آباد

والے اور مولانا نور محمد صاحبؒ (یہ پچھلے واقعہ والے نہیں دوسرے بزرگ تھے) یہ اردو بیانات میں ماہر تھے اور مفتی جمیل احمد تھانویؒ رئیس المفتی جامعہ اشرفیہ لاہور اور دہلی کے ایک مسجد کے امام حافظ کرامت صاحب کے بیٹے مولوی جمیل الدین صاحب بھی ساتھ تھے۔ جو مسلکاً بریلوی تھے۔ مولانا الیاسؒ کا مزاج تھا کہ وہ سب کو جوڑ کر چلتے تھے۔ اسی لیے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ اس کے علاوہ مولانا شاہ عبدالعزیز بھی ساتھ تھے۔ یہ مولانا عبد العزیز صاحب انتہائی شریف الطبع اور مستجاب الدعوات شخصیت تھے۔ اس سفر میں مولانا انعام صاحب اور مولانا یوسف صاحب بھی مولانا الیاس صاحب کے ہمراہ تھے۔ یہ سب تو علماء تھے اور ان کے علاوہ ایک اور مستجاب الدعوات عمر رسیدہ بزرگ حاجی عبدالرحمن صاحب تھے جو کہ نو مسلم تھے۔

پورے سفر میں قافلے کی خدمت پر مولانا یوسف صاحب اور مولانا انعام صاحب مامور تھے۔ اس سفر کی روداد مولانا عبدالعزیز صاحب نے حاجی صاحب کو مفصل سنائی جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مغرب کے بعد مولانا الیاس صاحب ملتزم پر چمٹے ہوئے رو رو کر دیر تک دعائیں مانگتے رہے جب واپسی ہوئی تو چہرہ کھلا ہوا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے آج اللہ سے کچھ خصوصی دعا مانگی اور اللہ نے میری دعا قبول کرلی اور وہ دعا یہ تھی۔

۱۔ دنیا میں میرا یہ کام چل کر رہے گا اور اس کا غلغلہ ہوگا۔

۲۔ جو کوئی میرے بعد میرے اس کام میں ترمیم کرنا چاہے گا، اس کی ترمیم نہیں چلے گی۔

۳۔ جو کوئی جان بوجھ کر میرے اس کام کی مخالفت کرے گا، اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

میرے چاند تجھ کو تھوڑے ہی ڈانٹا ہے!

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ بتانے لگے کہ مولانا الیاس صاحب کے زمانے میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کا معمول تھا کہ دن کے 11 بجے مولانا الیاس صاحب کی چارپائی کے قریب آ کر سو جاتے۔ ایک دن مولانا احتشام صاحب نے انہیں کوئی کام

کہہ دیا۔ مولانا عبید اللہ صاحب اس کام میں مصروف ہو گئے اور حضرت کے پاس وقت پر نہ آسکے۔ جب آئے تو مولانا الیاس صاحبؒ نے خوب ڈانٹا اور فرمایا نکل جاؤ یہاں سے چلے جاؤ یہاں سے۔

مولانا یوسف صاحبؒ نے مولانا عبید اللہ صاحب سے اکیلے میں کہا کہ کہیں نہیں جانا۔ مولانا عبید اللہ صاحب روتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ میں کہاں جاؤں گا، میرا کون سا ٹھکانا ہے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے دوسرے دروازے سے مولانا عبید اللہ صاحب کو حجرے میں بلوایا اور فرمایا کہ میرے چاند تجھ کو تھوڑی ڈانٹا ہے جنہوں نے تجھے کام کہا ان کو ڈانٹا ہے۔ آئندہ تجھے کام نہیں کہیں گے۔

مولانا عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے میرے اور مولانا سعید احمد خان صاحب کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ جو بات میں کہا کروں اس کی نصوص تلاش کیا کرو اور الحمدللہ ہم نے کبھی بھی حضرت کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کی ہمیں نصوص نہ ملی ہوں۔ علمی کمال کے اعتبار سے مولانا عبید اللہ صاحب انتہائی ممتاز تھے لیکن مولانا سعید احمد خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تواضع، انکساری، تذلل نفس اور دعوت الی اللہ کی وجہ سے علم سے نوازا تھا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ پڑھنے کے زمانے میں مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی تھی لیکن اب میں بخاری شریف کے ترجمۃ الباب لکھ سکتا ہوں۔

مولانا عبید اللہ صاحب تو علم کا سمندر تھے۔ ان کے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مسائل کا استحضار تو اس کو ہے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب فرمانے لگے کہ حرمین میں مسجد کے اندر میت لا کر جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ جتنے حنفی تھے وہ فوراً نماز (ظہر، مغرب، عشا) کے بعد سنت کی نیت باندھ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ مفتی محمود حسن گنگوہی اور حضرت شیخ الحدیث بھی یوں ہی کرتے تھے۔ جب مولانا عبید اللہ صاحب نے دیکھا تو فرمایا کہ جو امام نماز جنازہ پڑھا رہا ہے اس

کے مسلک کو دیکھا جائے اگر اس کے مسلک میں جائز ہے تو دوسرے مسلک والوں کو بھی اس کی اتباع کرنا درست ہے۔ اگر امام کے مسلک میں جائز ہے تو اقتداء میں بھی جائز ہو گا۔ پھر سب نے نماز جنازہ پڑھنی شروع کر دی۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ مسائل کا استحضار تو اس کو خوب ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے سبق میں مشہور تھا کہ دورہ حدیث میں جو عبارت پڑھ سکتا تھا وہی عبارت پڑھتا تھا اور ساری عبارت عموماً حضرت مولانا عبیداللہ صاحب ہی پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں بخار ہو گیا تو انہوں نے مولانا انیس الرحمن لدھیانوی (مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے صاحبزادے) کو پڑھنے کے لیے کہہ دیا۔ جب وہ پڑھنے لگے تو شیخ نے فرمایا: عبیداللہ کہاں ہے...؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ان کی طبیعت خراب ہے اس پر حضرت شیخ نے فرمایا: میرے سے اجازت لیے بغیر خود ہی کیوں کہہ دیا؟ میرے سے کہا ہوتا کہ میں بیمار ہوں پڑھ نہیں سکتا۔ خود کیوں طے کر کے اس کو کہہ دیا؟ آئندہ تم ہی پڑھا کرو۔ اور مولانا عبیداللہ صاحب سے ناراض ہو گئے۔

مولانا عبیداللہ صاحب ایک بریلوی خاندان سے تھے ان کے والد عبدالقدیر صاحب ایک کٹر بریلوی اور اپنے علاقے کے پیر مانے جاتے تھے۔ ان کا سلسلہ قدیریہ بھی اپنے علاقے میں مشہور تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ حاجی صاحب سے عرض کیا کہ میرے والد تو تبلیغ کے سخت خلاف ہیں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں میرا ایک ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا لیکن میں نے تہیہ کیا کہ میں ان کے والد سے ضرور ملوں گا ان کے والد ان دنوں غازی آباد رہا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے مولانا یوسف صاحبؒ سے فرمایا کہ مجھے کچھ لوگ دے دیں میں جماعت لے کر مراد آباد چلا جاؤں گا۔ مراد آباد سے جماعت تیار کر کے اگلی جگہ چلا جاؤں گا۔ چنانچہ حاجی صاحب کچھ لوگوں کی جماعت لے کر مراد آباد پہنچے۔ مراد آباد سے ایک جماعت تیار کر کے لکھنو اور لکھنو سے ایک جماعت لے کر غازی آباد پہنچے۔ مولانا عبیداللہ صاحب بھی حاجی صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ حاجی صاحبؒ وہاں پہنچ

کران کے والد سے ملے۔ ان کے والد عبدالقدیر صاحب نے مہمان داری کے لیے کہا کہ "کھانا کھاؤ" حاجی صاحبؒ نے کہا کہ پہلے وقت دو پھر کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ انہیں وصول کیا اور واپسی ٹرین میں ان کو چھ نمبر اور مولانا یوسف صاحب کے بیانات سناتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کا وقت بھی لگوادیا۔

مفتی کفایت اللہ صاحب کی تصدیق

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مولانا الیاس صاحبؒ کو حج کے سفر میں جب یہ کام القاء ہوا تو اس کے بعد ان کے ذہن میں چلہ، تین چلہ اور کام کی ترتیب آنا شروع ہوگئی جب مسلسل ایسا ہونے لگا تو مولانا الیاس صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب کے پاس گئے اور ساری بات ان کے سامنے رکھ کر عرض کیا کہ "کیا یہ کام حضور علیہ السلام اور صحابہ ﷺ کی نہج پر ہے؟" مفتی کفایت اللہ صاحب نے کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ "کام تو وہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ آج تو لوگ مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کو ایک ٹکہ بھی نہیں دیتے تو کون اپنے پاس سے اس کام کے لیے اتنے پیسے خرچ کرے گا؟" مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ "یہ میرے ذمہ نہیں کہ کون دے گا کون نہیں؟ یہ کام حضور ﷺ اور صحابہ ﷺ کے نہج پر ہے تو میں تو کروں گا۔ اور جو دے گا، اپنے لیے دے گا، کام تو اللہ نے لینا ہے"۔

مفتی کفایت اللہ صاحب سے سنا پہلا تبلیغی بیان

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ابھی مجھے نظام الدین آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ ایک دن نظام الدین کی مسجد میں آواز لگنے لگی مفتی کفایت اللہ صاحب پتھر پھوڑیوں کی مسجد میں بیان فرمائیں گے۔ میں پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچ گیا۔ یہ مسجد دہلی میں واقع تھی۔ مفتی صاحب نے بہت ہی مختصر بیان فرمایا:

خطبہ میں آیت :

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ الی آخرہ۔

پڑھی : پھر فرمایا، بھائیو! یہ کوئی نیا کام نہیں ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ ؓ کا کام ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ جب کوئی چیز رواج میں ہو تو مشکل بھی ہو تو آسان ہو جاتی ہے اور جب رواج میں نہ ہو تو آسان بھی مشکل نظر آتی ہے۔ جیسے میں یوں کہوں بھائیو! ہمارے یہاں ولیمہ ہے تم آنا۔ ہم تمہیں دودھ کا ایک ایک پیالہ پلائیں گے۔ تو یہ آسان بھی ہے اور سنت بھی لیکن چونکہ رواج میں نہیں تو سب کہیں گے۔ یہ کیسا ولیمہ ہے۔ اور اگر کہوں کل ولیمہ ہے تم ضرور آنا ہم تمہیں زردہ پلاؤ کھلائیں گے۔ سب کہیں گے ہاں یہ ولیمہ ہے۔ حالانکہ مشکل ہے لیکن چونکہ رواج میں ہے اس لیے آسان ہے۔

بھائیو! صحابہ ؓ کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنا عام تھا۔ اس لیے آسان تھا۔ اب نام لکھواؤ۔

اتنا بیان کیا اور تشکیل ہو گئی۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے مفتی صاحب کا یہ پہلا بیان تبلیغ کے عنوان سے سنا۔ مختصر اور آسان۔

ابتدائی زمانے میں اعمال دعوت

ایک دفعہ حاجی صاحب فرمانے لگے کہ شروع شروع میں دعوت کے اعمال کو کھلے عام کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا جب ہم دلی میں گشت کرتے تھے اور لوگ ہمیں عجیب سی نظروں سے دیکھتے تھے۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ جس دن گشت ہوتا تو اس دن سارا وقت ایک ہی دعا رہتی کہ یا اللہ خیر سے گشت ہو جائے اور جب گشت کے بعد بیان کا عمل ہوتا تو یہی دعا کرتے رہتے کہ خیر سے بیان ہو جائے، کوئی کچھ کہہ نہ دے۔

مولانا الیاسؒ کے کام کے ابتدائی دور کی حالت :

ایک دفعہ حاجی صاحبؒ مولانا الیاس صاحبؒ کے کام کے ابتدائی حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ مولانا الیاسؒ کے زمانے میں نظام الدین

مرکز بنگلہ والی مسجد میں جلسہ ہوا۔ جلسے کے بعد سب لوگ دسترخوان پر بیٹھے تو کھانے کو دیکھ کر مولانا الیاس صاحب فرمانے لگے کہ "آج کل تو کھانے اتنے اچھے اور عمدہ ہیں جب ہم نے کام شروع کیا تو اس وقت ریت میں آٹا ملا ہوا ہوتا تھا۔ اسی کی روٹی بنا کر گزارہ کر لیتے تھے... پھر اب اخیر زمانے میں جا کر کہیں فراخی ہوئی۔"

حاجی صاحب فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحب کے انتقال کے بعد پھر یہی زمانہ شروع ہو گیا۔ کبھی پیاز اور مرچیں پانی میں گھول کر چٹنی بناتے اور اسی سے روٹی کھا لیتے، کبھی گندم نہ ملتی تو باجرہ اور جوار دونوں کو پیس کر بڑی مشکل سے روٹی بنا۔ تے اور پانی سے کھا لیتے۔

خود بھی یہی کھاتے اور جو کوئی مہمان آ جاتا تو اسے بھی یہی کھلاتے۔ حضرت کے یہاں پیٹ کا بھرنا خواہشات پوری کرنے کے مترادف تھا۔ ان کے نزدیک کام اصل تھا۔ مولانا الیاس صاحب کی تاکید تھی کہ جو بھی مسجد میں آئے کام سمجھے بغیر نہ جائے۔ ایک دفعہ ایک آدمی آیا اور استنجا کر کے مسجد سے باہر چلا گیا۔ حضرت نے مجھے فرمایا: "دیکھو وہ گیا۔" میں اس آدمی کے پیچھے ڈیڑھ میل تک چلتا رہا اور دعوت کی بات کرتا رہا۔

مولانا الیاس صاحبؒ کی جانشینی کا مسئلہ

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ صاحب کے مرض وفات میں سب سے بڑا مسئلہ (جس نے حضرت مولانا کے متعلقین اور اکابر وقت کو فکر وتشویش میں مبتلا کر دیا تھا) یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں آپؒ کی نیابت کون کرے گا؟ اور دعوت کا وہ کام جو بڑے انہماک و یقین، درد وسوز اور ذوق وشوق کو چاہتا ہے اور اس وقت بہ ظاہر وہ کسی میں ہے بھی نہیں، کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے، جن میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حافظ فخر الدینؒ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ) قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے وصال سے ٹھیک بارہ (۱۲) دن قبل ایک رات مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس بارے میں بڑی دیر تک باہم غور وفکر اور مشورہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے بعد یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور ان کی دعوت سے تعلق ومحبت رکھنے والے پورے حلقہ کو عقیدت و محبت ہو تو پھر ان شاء اللہ یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور ایسی شخصیت اس وقت ان دونوں بزرگوں کی نظر میں صرف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تھی، اس لیے صبح ہوتے ہی یہ دونوں بزرگ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے یہاں تشریف لے گئے اور مولانا منظور نعمانیؒ نے مختصر تمہید کے بعد اس طرح بات شروع کی کہ :

> ''مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے یہ کام شروع کیا اور بہت اونچا کام ہے اور اگر مولانا الیاس صاحبؒ کے بعد یہاں کام نہ ہوا تو ہم تو یہاں نہیں آئیں گے۔ ہم تو کٹر وہابی ہیں۔ ہم اس لیے یہاں نہیں آئیں گے کہ یہ حضرت کی چارپائی ہے، یہ حجرہ اور یہ لاٹھی ہے اور یہ بہت مقدس چیزیں ہیں بلکہ اگر کام ہوا تو آئیں گے اور یہاں حضرت والا غم اور فکر کسی میں بھی نظر نہیں آتا۔
>
> رات کے مشورہ میں ہم دونوں نے یہ بات طے کی کہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہوگا؟ ہم لوگوں کا اندازہ ہے اور غالباً آپ کو بھی اس سے اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں، ان سب کا اصل تعلق حضرت کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں، اس کا کافی اندیشہ ہے کہ

حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ کہ حضرت کے بعد آپ یہاں قیام کا فیصلہ فرمالیں اور یہ کام آپ جناب کی راہ نمائی اور سرپرستی میں ہو۔"

حضرت شیخ الحدیثؒ پوری بات انتہائی توجہ اور یک سوئی سے سنتے رہے اور پھر یوں گویا ہوئے۔

"مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے، میں اور آپ اس کا کیا بندوبست کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے، بلکہ ان کے بعد بھی ان کے کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں، لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی ایک بھی شخص ان کی محنت و تربیت سے تیار نہیں ہوتا، لیکن ان کا وصال ہوتے ہی اچانک ان کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتاً اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ لیکن ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ حضرت چچا جان کے لوگوں میں کسی کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری امید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس لیے مجھے توقع ہے کہ غالباً یہاں دوسری شکل واقع ہونے والی ہے۔"

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اپنے انتقال سے دو دن پہلے اپنے چھ معتمد خدام (۱) حافظ مقبول حسن صاحبؒ (۲) قاری داؤد صاحبؒ (۳) مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ (۴) صاحبزادہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (۵) مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ (۶) مولانا سید رضاء الحسنؒ کے نام لیے اور ان پر اعتماد کا اظہار کیا۔ ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور ان میں سے کسی ایک کو اپنے نائب وجانشین کے انتخاب کا مسئلہ حاضر الوقت بزرگوں پر چھوڑ دیا، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے فرمایا کہ ان میں سے تم اور حضرت رائے پوریؒ مشورہ سے جس کو امیر تجویز کرو میرے سامنے یہیں بیعت کرادو۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے حافظ مقبول حسن صاحبؒ کے متعلق تھی کہ وہ بہت قدیم اجازت یافتہ تھے اور بہت عرصہ سے انہماک سے ذکر وشغل کرتے تھے۔ لیکن حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی رائے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے متعلق تھی اور حضرت رائے پوریؒ کہا کرتے تھے کہ ”میرا تو یوسف ہے“۔ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے سامنے جب دونوں آراء آئیں تو انہوں نے فرمایا کہ : ”اہل میوات جتنا یوسف پر جمع ہوسکتے ہیں اور کسی پر نہیں ہوسکتے۔“ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو اپنے والد ماجد کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے تک ان کی پوری زندگی میں دعوت وتبلیغ کے کام کا شرح صدر ہی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ خود فرماتے تھے کہ مجھے اپنے والد کی وفات تک تبلیغ کے کام پر سو اعتراض تھے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے عرض کیا کہ مولوی یوسف ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خلافت کے لیے ”القول الجمیل“ میں جو شرائط لکھی ہیں، وہ سب بحمد اللہ ان میں پائی جاتی ہیں۔ عالم ہیں، متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں“۔ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے فرمایا کہ : ”اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر و برکت فرمائے گا۔ مجھے منظور ہے۔“ یہ بھی فرمایا کہ : ”پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی، اب بہت اطمینان ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ میرے بعد ان شاء اللہ کام چلے گا۔“

انتقال نسبت

چنانچہ وفات کے دن مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اپنے وصال سے کچھ ہی دیر پہلے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو رات کے پچھلے پہر اپنے پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا:

"یوسف آمل لے! ہم تو چلے!"

اللہ جانے اس محبت بھری نگاہ میں کیا جادو بھرا ہوا تھا اور اس شفقت بھرے جملے میں کیا مقناطیسیت تھی جس نے درد و فکر، فیضان الٰہی، یقین و ایمان کی ایک نہ بجھنے والی آگ بجلی کے کرنٹ کی طرح ایک سے دوسرے کے اندر منتقل کر دی اور وہ خلاء جو ایک عظیم شیخ و داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا وہ اسی انتقال نسبت سے اور خدا کی شان عطائی اور فضل سرمدی سے پر ہوا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مولانا منظور نعمانی صاحب ان آخری دنوں میں یہاں نظام الدین میں نہیں تھے بلکہ بریلی میں تھے۔ جب جنازے پر آئے تو پوچھا کہ: کس کو نائب بنایا...؟ لوگوں نے بتایا کہ: مولانا یوسف صاحب کو... مولانا منظور نعمانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں کہا.. لو... یہاں بھی وراثت ہی چلی کہ باپ مرا اور بیٹا جو کہ نااہل ہے اسے نائب بنا دیا۔

لیکن جب صبح کو مولانا یوسف صاحب نے نماز کے بعد بیان کیا تو میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور مجھے اس بات کا پختہ یقین ہو گیا کہ یہاں تو انتقال نسبت ہوئی ہے۔

حاجی صاحبؒ مولانا یوسفؒ کے زمانے میں

مولانا یوسفؒ کے زمانے میں حاجی صاحبؒ بہت متحرک تھے اور حاجی صاحبؒ نے یہ طے فرمالیا کہ اب اسی کام کو کرنا ہے۔ چنانچہ پوری طرح سے اپنے آپ کو مولانا یوسفؒ کے حوالے کردیا۔ مولانا یوسفؒ نے بھی حاجی صاحبؒ کو خوب استعمال فرمایا اور نظام الدین میں حاجی صاحبؒ مکمل طور سے اعمال میں جڑنے لگے۔

والد صاحب کو دکھانے کے لیے جو پوسٹ آفس کی ملازمت کررہے تھے مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد اسے بھی خیرآباد کہہ دیا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے مولانا یوسفؒ کے زیر تربیت رہنے لگے۔

اس وقت تنگی کا دور تھا۔ حاجی صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے پاس ایک جوڑا ہوتا تھا۔ رات کے وقت اس کو دھو کر پہن لیتا تھا اور صبح تک وہ میرے بدن پر سوکھ جایا کرتا تھا۔

مولانا یوسف صاحبؒ کے شروع کے زمانے میں کچھ میواتی حضرات مرکز میں آکر یہ بات کہا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت جی تو چلے گئے۔ اسی طرح دہلی والے کہنے لگے کہ یہ لونڈا ہی تو ہے پتا نہیں کیا کرے گا۔ ایک دفعہ حضرت شیخؒ، حضرت رائے پوری کے پاس تھے تو حضرت شیخ ان سے کہنے لگے، دونوں لونڈے (مولانا یوسفؒ اور مولانا انعامؒ) پتا نہیں کیا کررہے ہوں گے۔ اس وقت مولانا یوسفؒ صاحب کی عمر 28 سال کی تھی اور مولانا انعامؒ صاحب ان سے دو سال چھوٹے یعنی 26 سال کے تھے۔ ان حالات

میں مولانا یوسف صاحبؒ مکمل طور پر ڈٹے رہے اور دائیں بائیں کی ذرا بھی پروانہ کی۔ جب یہ جماعتیں لے کر جایا کرتے تھے تو جماعتوں کے اندر صاحب زادوں کی طرح نہیں رہا کرتے تھے بلکہ پوری طرح محنت فرماتے اور نقد خروج کی کوشش کرتے تھے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سال تک دعا کی کہ اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں میں مولانا یوسف صاحبؒ کی شخصیت بٹھا دے ہم جو دفتری لوگ تھے۔ مولانا یوسف صاحبؒ کے ساتھ جڑے رہے اور ہم پر مولانا یوسف صاحبؒ کے زہد و توکل، قناعت و صبر کا بہت اثر تھا۔

بے مثال توکل

مولانا الیاس صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب حاجی صاحب نے اپنی نوکری چھوڑ دی تو ایک دن حضرت رائے پوری سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے پوچھا کہ نوکری چھوڑ دی ہے تو اب کیا کرو گے؟ تو حاجی صاحب نے عرض کیا کہ : جی قرآن پڑھوں گا اور پڑھاؤں گا دو وقت کی روٹی مل ہی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ ایسا توکل اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ اور انہیں ہمت دلائی اور جمے رہنے کی تلقین کی۔

کروں گا وہ جو یہ کہیں گے

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نظام الدین کی مسجد میں بیٹھا ذکر کر رہا تھا، مولانا یوسف صاحب نے مجھے بلایا اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ نیچے مشورہ ہو رہا ہے اور تم اوپر ذکر میں لگے ہو۔ حاجی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میری طبیعت پر یہ بہت گراں ہوا کہ میں ان سے بیعت بھی نہیں ہوں جو مجھے ڈانٹتے ہیں اور میرے جی میں اور میری طبیعت پر ان کے ڈانٹنے سے بہت بوجھ ہوا۔ لیکن اسی لمحے میں اللہ نے میری رہنمائی فرمائی اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ:

"عبدالوہاب! اگر تو ذکر کی لائن سے قطب مینار پر بھی پہنچ جائے اور

دوسری طرف امت اس عظیم محنت کی برکت سے ایک بال برابر بھی ترقی کر جاتی ہے تو یہ اونچا ہے۔ اس لیے کروں گا وہی جو یہ کہیں گے"۔ چنانچہ کچھ ہی لمحوں میں طبیعت کی یہ گرانی رفع ہوگئی۔

یہ تو مولوی یوسف کا خاص آدمی ہے!

جب حاجی صاحب نے یہ بات طے کرلی کہ اسی کام کو کرنا ہے تو اکثر اوقات نظام الدین میں ہی رہنا ہوتا تھا لیکن چونکہ حاجی صاحب حضرت رائے پوری سے بیعت تھے اس لیے ان سے ملاقات رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت رائے پوری سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا۔ جاؤ جاؤ وہیں جاؤ٦۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رائے پوری کی مجھ پر اب وہ پہلے کی سی توجہ نہیں رہی تھی لیکن میں نے پھر بھی حضرت کے پاس جانا نہ چھوڑا۔ اس بار بار کے جانے سے اتنا ہوا کہ حضرت مجھ پر توجہ ڈالتے رہتے تھے۔ پھر بعد میں جب کبھی میں حاضر خدمت ہوتا تو حضرت فرماتے "کون۔۔۔؟ تو کہا جاتا" عبدالوہاب۔۔۔ حضرت فرماتے ہاں بھائی یہ تو مولوی یوسفؒ کا خاص آدمی ہے۔

حضرت رائے پوریؒ کی خلافت!

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے یہ یہ اسباق واذکار دیے تھے حضرت فرمانے لگے کہ یہ تو منتہیوں کو دیئے جاتے ہیں۔ باقی تمھیں اب ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ تم کچھ وقت سولیا کرو اور لوگوں کو اللہ کا نام بتا دیا کرو۔ حاجی صاحب خود فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتا تھا کہ اس کو اجازت کہتے ہیں۔ بعد میں ایک دفعہ حضرت رائے پوری کے بھانجے نے مجھ سے کہا کہ یہی تو اجازت ہے ورنہ حضرت رائے پوری کسی کو خلافت کے لیے لکھ کر تھوڑی دیتے تھے۔

ہمیں تم پر اعتماد ہے

ایک دفعہ حاجی صاحب نے مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ ”حضرت! آج ایک بات صاف ہو جائے... بتائیں آپ کو ہم پر اعتماد ہے یا نہیں؟ اگر آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے اور ہم بہت کچھ کر رہے ہوں تو ہم کچھ نہیں کر رہے اور اگر آپ کو ہم پر اعتماد ہے تو ہم کچھ بھی نہ کر رہے ہوں تو بھی ہم بہت کچھ کر رہے ہیں“۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا ”نہیں بھائی ہمیں تم پر اعتماد ہے“۔

یوسف پکے رہیو!

حضرت مولانا یوسف صاحب کا مرکز نظام الدین میں ایک خاص اصول تھا، وہ مال کو جان کا فدیہ، وقت کا بدل اور آدمی کا قائم مقام کبھی نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کے نزدیک روپیہ آدمی کے ہاتھ کا میل اور آدمی جیسی چیز کا بدل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مالی امداد پیش کرنے والوں سے ہمیشہ فرماتے کہ ہمیں تمہارا روپیہ نہیں چاہیے۔ تمہاری ضرورت ہے انہی لوگوں کی مالی امداد قبول فرماتے جن کی کام میں عملی شرکت اور رفاقت ہوتی۔

مولانا الیاس صاحب کے انتہائی قریبی ساتھی محمد شفیع قریشی صاحب، صاحب ثروت آدمی تھے اور نظام الدین کے اعمال میں عملاً شریک ہونے کے ساتھ ساتھ مرکز کے انتظامی امور میں مالی امداد کے اندر بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ مولانا کو ان سے کوئی اجنبیت اور تکلف نہیں تھا اور ان کی طرف سے ہر جمعرات کی شب مرکز میں ایک دیگ مجمع کے لیے آیا کرتی تھی۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ محمد شفیع قریشی صاحب کی والدہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھیں اور ہسپتال میں داخل تھیں۔ اس زمانے میں ٹی بی ایسا ہی لاعلاج مرض سمجھا جاتا تھا جیسا آج کے زمانے میں کینسر ہے۔ قریشی صاحب چونکہ والدہ کے پاس تھے اس لیے ان کا آنا جانا مرکز میں کم ہو گیا۔

قریشی صاحب کے ایک انتہائی قریبی دوست تھے جن کا نام ملک دین محمد تھا۔ قریشی صاحب کی عدم موجودگی میں ملک صاحب نے جمعرات کے روز حسب معمول مجمع کے لیے کھانے کی دیگ پہنچادی۔ مولانا یوسف صاحب کو علم ہوا تو انھیں نے وہ دیگ یہ کہہ کر واپس کردی کہ چوں کہ قریشی صاحب آج کل مرکز نہیں آ رہے اس لیے ہم یہ دیگ واپس کرر ہے ہیں۔ پھر کچھ دن بعد قریشی صاحب کی عدم حاضری کی وجہ سے معلوم ہوئی اور قریشی صاحب خود بھی تشریف لے آئے تو دوبارہ کھانا آنے لگا جسے مولانا یوسف صاحب نے قبول فرمالیا۔

یہ بات کسی طریقے سے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کو پہنچ گئی کہ مولانا یوسف صاحب لوگوں کو انکار کردیتے ہیں۔ انھوں نے حضرت رائے پوری سے اس کی شکایت کی کہ مولانا یوسف ہر آنے والی چیز کا انکار کر دیتے ہیں، لوگ انھیں تھوڑی دیتے ہیں۔ لوگ تو تبلیغ کو دیتے ہیں اگر یہ اسی طرح انکار کرتے رہے تو نظم کیسے چلے گا۔ حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ : ''اچھا ٹھیک ہے، میں یوسف سے بات کروں گا۔'' کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اتفاقاً مولانا یوسف صاحب کی حضرت رائے پوری سے ملاقات ہوگئی اور درمیان کلام یہ انکار والی بات بھی سامنے آئی تو حضرت رائے پوری نے فرمایا :

''یوسف پکے رہیو! میں تمھارے ساتھ ہوں بس اسی پر جمے رہنا، ہم لوگوں کے ہدیے اور تحفے اس لیے لیتے ہیں کہ ہم سے جڑے رہیں اور کوئی آخرت کا فائدہ اٹھالیں۔''

چناں چہ اس کے بعد سے مولانا یوسف صاحب نے اس اصول پر مزید سختی سے عمل شروع کردیا۔

مولانا یوسف کی ایک خاص وصیت:

مولانا یوسفؒ نے ایک دفعہ حاجی عبدالوہاب سے فرمایا کہ : ''عبدالوہاب! میری تجھے وصیت ہے کہ ساتھیوں کی بے اصولی کو دیکھ کر ساتھیوں کو چھوڑ نہ دینا ورنہ تبلیغ سے کٹ جائے گا، ہوسکتا ہے وہ اصولوں پر آجائیں۔''

اس چاردیواری میں کبھی فاقہ نہ آئے گا

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مطبخ کے ذمہ دار منشی صاحب آگئے اور کہنے لگے کہ دکان دار نے راشن دینے سے انکار کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ پہلے پچھلا قرضہ اتارو پھر اور سامان ملے گا۔ اس سے پہلے بجلی اور پانی کا بل بھی آچکا تھا۔ مولانا یوسف صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں...؟ میں نے کہا جی ہاں اور میں نے دوانیاں نکال کر دیں تو فرمایا: اتنے سے کہاں کام ہوگا۔ جاؤ جا کر صلاۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے مانگو.. حضرت حاجی صاحبؒ کہتے ہیں میں وہاں سے چلا گیا اور وضو خانے کی طرف چل دیا۔ وضو کے دوران میں سوچنے لگا کہ اگر بجلی کا بل جمع نہ ہوا تو کنکشن کٹ جائے گا۔ اسی دوران کہیں سے اتنا انتظام ہو گیا کہ اس سے بجلی کا بل ادا ہو سکتا تھا۔ حضرت نے فرمایا، چلو اس سے بل تو ادا ہو جائے گا۔ اس کے بعد مولانا کو راشن کا فکر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ مطبخ کے راشن کی فکر نہ کریں... انہوں نے فرمایا۔ کیا مطلب...؟ میں نے عرض کیا کہ مولانا الیاس صاحب نے دعا مانگی ہوئی ہے کہ اس چاردیواری میں کبھی فاقہ نہ آئے گا،[1] یہ سنتے ہی مولانا یوسف صاحبؒ نے پوچھا کہ پکی بات ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی پکی بات ہے۔

دواہم باتیں:

حضرت مولانا یوسف صاحب کے زمانے میں جب کام کے اصول بننا شروع ہوئے تو اس سلسلے میں بہت سی باتیں آئے روز سامنے آیا کرتی تھیں۔ مولانا یوسف صاحبؒ اپنی فراست سے مختلف امور کو ان کی نوعیت کے اعتبار سے بہترین طریقے پر طے فرمادیا کرتے تھے۔ حاجی صاحبؒ اکثر ان کا تذکرہ کرتے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے حاجی بشیر صاحب اور دیگر اکابرین جو اس وقت

---

[1] حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بھی مولانا الیاس صاحب کی طرح رائیونڈ کے لیے دعا مانگی ہوئی ہے کہ یا اللہ جو بھی یہاں ہمارے دسترخوان پر بیٹھے وہ پیٹ بھر کر ہی اٹھے۔ (فہیم)

موجود تھے ان سے ایک سنت عمل یعنی مشورے کے متعلق ایک بات کہی کہ یوسف کے پاس جانے سے پہلے رائے ہموار کرلینا یہ خیانت ہے۔

اس بات کا مطلب یہ تھا کہ جیسے کچھ لوگ بیٹھ کر پہلے ایک چیز کو سوچ کر طے کر لیتے ہیں اور پھر مشورے والوں کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ یہی طے ہو جانا چاہیے جیسا کہ آج کل بھی مدارس اور تبلیغ کے مشوروں میں ہونے لگا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت شیخ کی اس بات پر حاجی بشیر صاحب نے عرض کیا۔ ہم آپس میں متعلقہ مسئلہ کے بارے میں جو چیزیں مالہ اور ماعلیہ کے اعتبار سے بہتر ہیں وہ سب سوچ لیتے ہیں۔ پھر مولوی یوسف صاحبؒ کے پاس جاتے ہیں۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

دوسری اہم بات یہ کہ حاجی صاحبؒ نے جب پاکستان میں کام شروع کیا تو ایک دفعہ مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت کراچی میں پانچ ہزار مسجدیں ہیں۔ ہر ہفتے ہم ایک مسجد والوں کو بلاتے ہیں اور ان سے مذاکرہ کرتے ہیں۔ تو اس طرح ان کی دوبارہ باری کب آئے گی۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ :لوگوں کو کام کی حقیقت سمجھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کام کی حقیقت کیا ہے؟ تو مولوی یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ "اللہ پر جان دینا حضور علیہ السلام کے طریقے سے" تو حاجی صاحب فوراً بولے "کہ میرے جیسا بزدل کیسے جان دے دے گا۔ ۔" تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ :

> "کام کے ہر تقاضے کو اپنی ہر ضرورت پر چاہے وہ اپنی ذات کی ہو یا گھر کی ہو، کار وبار کی مقدم کرنا۔ یہ ہے اللہ پر جان دینا" حاجی صاحب کہنے لگے یہ کام تو میں کرسکتا ہوں"۔

حاجی صاحبؒ کے والدؒ کی نظام الدین آمد

مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد جب حاجی صاحبؒ نے نوکری چھوڑ

دی تو یہ بات ان کے والد کو بھی معلوم ہوگئی۔ وہ مولانا یوسف صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس نے نوکری چھوڑ دی ہے اور یہاں آ کر پڑ گیا ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو بلایا اور فرمایا بھائی جاؤ اور نوکری کرو اور آپؒ کے والد کو خوش کیا، لیکن جب وہ واپس گھر چلے گئے تو آپؒ نے حاجی صاحب کو فرمایا: ''یہیں ڈٹے رہو''۔

حاجی صاحبؒ کی شادی

حضرت حاجی صاحبؒ کے والد چاہتے تھے کہ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ واپس گھر آ جائیں۔ اس کے لیے انہوں نے یہ حربہ استعمال کیا کہ مولانا یوسف صاحبؒ سے حاجی صاحبؒ کی شادی کی اجازت چاہی۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ شادی تو ضرور کرنی چاہیئے یہ سنت نبوی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ نے شادی کی اجازت دے دی۔ چنانچہ کچھ عرصے کے بعد حاجی صاحبؒ کی شادی ہو گئی۔ کھیڑی ضلع سہارنپور میں یہ شادی 1947ء یا 1945ء میں ہوئی۔ حاجی صاحبؒ کی اپنی اس اہلیہ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک بچی پیدا ہوئی تھی جو بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔[1] شادی کے بعد بھی حاجی صاحبؒ نظام الدین سے نہیں گئے اور دعوت وتبلیغ کے کام میں منہمک رہے۔

---

[1] حاجی صاحب کی زندگی تک یہ ایک راز تھا کہ حاجی صاحبؒ کی ایک بچی تھی لیکن یہ گنے چنے لوگوں کو ہی معلوم تھا۔ حاجی صاحب اپنی عمر کے آخری سالوں میں کہا کرتے تھے کہ کاش میری بھی کوئی اولاد ہوتی مولانا سعید احمد خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پاک جس بندے سے اعلیٰ پیمانے پر دین کا کام لینا چاہتے ہیں تو اس کو یا تو اولاد ہی نہیں دیتے یا بہت کم دیتے ہیں یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے لیکن اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ مولانا الیاس صاحب کے بھی ایک ہی بیٹے تھے مولانا الیاس صاحب کے بچے تو کئی ہوئے۔ لیکن اس میں سے بچے صرف دو مولانا یوسف صاحب اور ایک بیٹی عطیہ جو شیخ الحدیث صاحب کی دوسری اہلیہ تھیں جو مولانا طلحہ صاحب کی والدہ تھیں۔ مولانا یوسف صاحب کے بھی ایک ہی تھے۔ مولانا انعام صاحب کے بھی ایک ہی تھے اور خود مولانا سعید احمد خان صاحب کی بھی ایک ہی بیٹی تھی۔ (مرتب)

حاجی صاحبؒ کے والدؒ کی ناراضی

جب حاجی صاحبؒ نظام الدین میں ڈٹ گئے اور وہیں رہنا طے کر لیا تو ان کے والد صاحبؒ نے ناراض ہو کر ان کو خط لکھا جس میں یہ دھمکی دی کہ میں نے تمہیں جائیداد سے عاق کر دیا ہے اور تمہاری ماں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور تمہارے حصے کی جائیداد عدالتی کارروائی کے ذریعے تمہارے بھائیوں کے نام کرنے لگا ہوں۔ ان کے والد صاحبؒ کا یہ دھمکی آمیز خط صرف ڈرانے کے لیے تھا۔ ورنہ انہوں نے اپنی اہلیہ سے علیحدگی اختیار کی تھی اور نہ ہی ان کے حصے کی جائیداد بیٹوں کو دی تھی۔ انہوں نے یہ سب صرف اس لیے کہا تھا تاکہ وہ ڈر سے واپس آ جائیں۔ لیکن حاجی صاحبؒ تو ہمت واستقلال کے پہاڑ تھے۔ جب یہ خط حاجی صاحبؒ نے پڑھا تو فوراً مفتی کفایت اللہؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی اور ان کو ساری بات بتائی انہوں نے فرمایا:

''کسی کے عاق کرنے سے بندہ جائیداد سے محروم نہیں ہوتا اور اگر انہوں نے عاق کیا ہے تو گناہ گار ہوئے ہیں۔ حاجی صاحبؒ نے والد صاحب کو جواباً خط لکھا جس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بات بھی لکھی کہ آپ کو عدالتی کارروائی کی ضرورت نہیں آپ جس بھائی کے نام کہیں گے میں خود اس کے نام اپنے حصہ کی جائیداد کر دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاجی صاحبؒ کے والدؒ نے حاجی صاحبؒ کی والدہ اور بہنوں کو ساتھ لیا اور مرکز نظام الدین کے چوراہے پر چھوڑ کر واپس چلے آئے اور یہ کہا کہ جاؤ یہاں تمہارا بیٹا رہتا ہے۔ یہ دونوں ماں بیٹی بیچ راستے میں پریشان کھڑے تھے کہ ایک میواتی طالب علم کا ادھر کو گزر ہوا۔ اس نے ان دونوں عورتوں سے حال احوال لیے اور ساری بات سمجھ گیا اور ان دونوں خواتین کو مولانا یوسف صاحبؒ کے گھر پہنچا دیا۔ حاجی صاحبؒ کے والد صاحبؒ چونکہ راجپوت تھے تو طبیعت کی یہ سختی لازمی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد حاجی صاحب کی والدہ اور بہن مرکز نظام الدین میں ہی مولانا یوسف صاحبؒ کے گھر میں رہنے لگیں۔

یہ مبلغ اعظم کی بہن ہے

حاجی صاحبؒ کی بہن بھی چونکہ راجپوت ہی تھیں، اسی لیے ان کی طبیعت میں بھی باپ کا رنگ غالب تھا۔ ایک دفعہ مولانا یوسف صاحبؒ کی والدہ نے انہیں کوئی کام خلاف طبیعت بتادیا جوان پر بہت گراں ہوا۔ وہ برہم ہوگئیں اور کہا کہ میں نے نہیں کرنا۔ مولانا یوسف صاحبؒ کو اس بات کا پتا چلا تو حضرت نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ :

"پتا ہے یہ کس کی بہن ہے؟ یہ مبلغ اعظم کی بہن ہے"۔

حاجی صاحبؒ جب گھر آئے تو آتے ہی ان کی بہن نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور یہ کہا کہ:

"یا توتم ہمیں گھر چھوڑ کرآؤ یا پھر کوئی اور مکان لے کر دو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔"

حاجی صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ اگر گھر لے جاؤں یا یہیں پر کوئی اور مکان کا بندوبست کردوں تو انہیں وہ ماحول تو نہیں ملے گا جو یہاں میسر ہے ابھی تک میں اسی کش مکش میں تھا کہ اچانک ایک دن والد صاحبؒ نظام الدین تشریف لے آئے اور سخت برہمی کا اظہار کیا اور والدہ اور بہن کو لے کر واپس چلے گئے۔

حاجی صاحبؒ کی تربیت

مرکز نظام الدین میں ہوتے ہوئے مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کی بہت دفعہ براہ راست تربیت فرمائی اور حاجی صاحبؒ خود بھی فرماتے ہیں کہ میں خود بھی اس بات کا اہتمام کرتا تھا کہ میں مولانا یوسف صاحبؒ کے مضامین کو جس طرح سنا ہے ویسا ہی پیش کروں۔ مولانا یوسف صاحبؒ خود بھی فرماتے تھے کہ جو میں کہوں وہ کہو۔ ایک دفعہ نظام الدین میں فجر کی نماز ہوئی۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو بلایا اور بیان کے لیے کھڑا کر دیا اور خود وہاں سے اٹھ کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب نے

بات شروع کردی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مولانا یوسف صاحبؒ ایک شامی جبہ پہن کر چپکے سے آئے اور دوسری طرف بیٹھ گئے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ وہ چلے گئے لیکن وہ تو یہیں موجود تھے۔ جب بیان سے فارغ ہو گیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن وہ فلاں بات میں نے کب کہی؟ اس طریقے سے حاجی صاحب کی تربیت مولانا یوسف صاحب نے فرمائی۔

محبت تو تجھے یوسفؒ سے ہے

ایک دفعہ نظام الدین میں جب حاجی صاحب کو رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تو کسی طرح یہ بات بہت چل پڑی کہ بھائی عبدالوہاب ذکر کی بہت مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کو بھی یہ بات پتا چلی تو ان کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔

حضرت شیخ نے حاجی صاحبؒ کو بلایا۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ: ''تمہیں مجھ سے کوئی بات کرنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: نہیں۔ حالانکہ جب انہوں نے مجھے بلایا تھا تو میں نے یہ ٹھان لی تھی کہ یہ ذکر کی مخالفت والی بات ضرور کروں گا۔ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ لیکن مجھے ا سے کرنی ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے نصیحت کے انداز میں فرمایا کہ ہمارے تین بزرگ تھے حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ پھر ان تینوں حضرات کی عادتیں بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی کے متعلق اس کی بات اس کی پیٹھ پیچھے سنتے ہی نہیں تھے اور حضرت گنگوہیؒ کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی کسی کے بارے میں بات کرنے لگتا تو وہ اپنا ذکر شروع کر دیتے۔ بات کرنے والا یہ سمجھتا کہ میں حضرت کو اپنی بات بتا رہا ہوں لیکن حضرت اپنے ذکر میں لگے رہتے اور اس کی طرف بالکل توجہ نہ کرتے اور حضرت تھانوی ان کی دو بیویاں تھیں۔

حضرت تھانویؒ کی چھوٹی بیوی ان کی محبوبہ تھی محبوبہ ؎ ایک دفعہ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے کہہ دیا کہ وہ جو فلاں عورت ہے وہ یوں بول رہی تھی۔ حضرت تھانویؒ نے اس عورت کو بلوایا وہ عورت سمجھ گئی کہ میری پیشی ہے۔ اس نے آنے سے عذر کر دیا اور کہا کہ مجھے تو بخار سا ہو رہا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے ڈولی منگوائی اور اپنی محبوبہ کو بٹھا کر اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس عورت سے کہا کہ میری بیوی نے تمہارے متعلق ایسا کہا ہے اس پر اس عورت نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ حضرت تھانویؒ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ یہ عورتیں لڑائی کرواتی ہیں۔ یہ قصہ سنا کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ دیکھو میرا بھی تم سے تعلق ایسا ہی ہے اگرچہ محبت تو تمہیں یوسفؒ سے ہے ایک دل میں دو کی محبت نہیں ہو سکتی۔ تم لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو میں تو یوں کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے سے پوچھا کہ میرے لیے کیا لائے ہو تو میں کہہ دوں گا کہ "عبدالوہابؒ کو لے کر آیا ہوں اور تم مجھ سے ناراض ہی رہتے ہو۔

بس تم لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو ؎

مولانا یوسف صاحبؒ کا اعتماد

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں ایک دن صبح کے بیان کے بعد میں مولانا یوسف

؎ بزرگ معصوم تو نہیں ہوتے اب جو بات وہ بار بار کسی سے سنیں گے تو بعض اوقات انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ کہنے والا ٹھیک ہی کہہ رہا ہے جیسے ہمارے مولانا احسان صاحب دامت برکاتہم حاجی صاحبؒ کے کتنے چہیتے اور لاڈلے تھے یہ ہر ایک کو معلوم ہے حاجی صاحب نے ہی انہیں پڑھایا اور اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا لیکن کچھ فتنہ پرور لوگوں نے مولانا احسان صاحب تک کو بھی حاجی صاحب کی نظروں سے گرا دیا لیکن اللہ کا ضابطہ ہے کہ وہ باطل کو زیادہ دیر چلنے نہیں دیتا۔ جب اللہ نے اس فتنے کو صاف کیا تو پھر جو حاجی صاحب کی مولانا احسان صاحب سے محبت کا عالم تھا وہ ناقابل بیان ہے، ہر کام میں مولانا احسان صاحب کو ہی ترجیح دیتے تھے۔ دنیا سے گئے تب بھی مولانا احسان صاحب کی محبت ہی غالب رہی کچھ کھا رہے ہوتے اور بچ جاتا تو فرماتے احسان کو کھلا دو ہم نبیذ بناتے اور وہ بچ جاتی تو فرماتے احسان کو پلا دو۔ پورے رائیونڈ میں اگر کوئی حاجی صاحبؒ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف مولانا احسان صاحب ہی ہیں۔

صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کچھ اور حضرات بھی موجود تھے۔ حضرت فرمانے لگے کہ اب تو میں ڈاک دیکھ رہا ہوں کچھ دیر بعد آ جانا۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں میں مولوی عبیداللہ صاحبؒ کے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں بات چل رہی تھی کہ یونیورسٹی میں تبلیغ کا کام اور ہے اور شہر کا کام اور نوعیت کا ہے میں نے ان سے کہا کہ سب جگہ کا کام ایک ہی طرح کا ہے اور کچھ چیزوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا یہاں یہ کیا ہو رہا ہے۔ (کچھ بے اصولیاں تھیں)۔ جس پر مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تم یہاں سے کام سیکھو اور کہیں چلے جاؤ۔ تو میں نے ان سے کہا۔ ٹھیک ٹھیک کام کرو ورنہ میں تمہیں چلنے نہیں دوں گا۔ میں تمہیں اتنا بڑا بزرگ نہیں سمجھتا۔

اتنے میں مولانا یوسف صاحبؒ اپنے کام سے فارغ ہو کر مجھے ڈھونڈتے ہوئے اس کمرے تک پہنچے اور فرمایا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارا وہاں انتظار کر رہا ہوں۔ مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے کہا کہ یہ ہم سے جھگڑ رہا ہے۔ تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ نظام الدین آنے کا مقصد مسجد ہے، یہ کمرے نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرا بستر تو مسجد میں ہی ہے (مسجد سے مراد مسجد کے اعمال تھے)۔ مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے مولانا یوسفؒ کو پچھلی ساری بات بتائی اور کہا کہ یہ (عبدالوہاب) ایسا کہہ رہا ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ بات تو یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔

اس حد تک مولانا یوسف صاحبؒ کو حاجی صاحبؒ پر اعتماد تھا۔

اعمال دعوت

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بھائی بشیر صاحب کے کمرے میں ڈاک دیکھ رہا تھا کہ حافظ محمد اسماعیل صاحب اندر داخل ہوئے اور کہا کہ آگرہ سے ایک جماعت آئی ہے۔ اگر آپ ان کے درمیان تعلیم کا حلقہ لے لیں تو بہت نفع کی امید ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا" یوسف صاحب سے پوچھ لوں...؟" مولانا سے عرض کیا گیا تو فرمایا: "ہاں ضرور تعلیم ڈاک پر مقدم ہے۔"

تمھیں کام کرنا آ گیا:

پاکستان بننے کے بعد دسمبر کے مہینے میں مولانا یوسفؒ یہاں تشریف لائے۔۔۔ یہاں کے کام اور مختلف امور پر نظر دوڑائی اور حاجی صاحب سے پوچھا کہ تمھارے اوپر کتنا قرض ہے۔۔۔؟ حاجی صاحب کہتے ہیں نے مولانا یوسف صاحب سے عرض کیا کہ ''اللہ نے سارے کاموں کا اپنے غیب سے انتظام فرمایا دیا مجھ پر ایک پیسہ بھی قرض نہیں ہے۔'' مولانا یوسف صاحب نے میری داڑھی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ تجھے کام کرنا آ گیا۔

پارلیمنٹ کے باہر دعوت کا کام

جن دنوں پاکستان کی آزادی کی تحریک عروج پر تھی، ان دنوں مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ دہلی کی پارلیمنٹ کے باہر بھی کچھ کام ہو جائے۔۔ چنانچہ جب اس کے لیے آواز لگی تو حاجی صاحب فوراً تیار ہو گئے۔ دہلی اسمبلی کے باہر ایک پارک تھا اور اس کے ساتھ ایک مسجد تھی۔ اس مسجد میں حاجی صاحب نے اپنا قیام رکھا اور جو دفتری لوگ وہاں سے گزرتے ان میں سے جو مسلمان ہوتا اسے دیکھ کر کچھ بات فرما لیتے اور نظام الدین میں یہ کہلا بھیجا کہ جو جماعتیں آیا کریں وہ میرے پاس کچھ دیر وہاں ٹھہر جایا کریں۔ چنانچہ جماعتوں کو جہاں کا بھی رخ ملتا وہ کچھ دیر اس مسجد میں بھی ٹھہر جایا کرتی تھیں۔ جب ظہر کی نماز ہو لیتی تو حاجی صاحبؒ اٹھتے اور اعلان کرتے کہ بھائی یہ جماعت کلکتہ سے آئی ہے اور بمبئی میں کام کرے گی۔۔۔ یہ جماعت فلاں جگہ سے آئی ہے اور دہلی میں کام کرے گی۔ وہاں جو ملازمین آتے تو وہ حیران ہو کر کہتے کہ اچھا کام بمبئی تک پہنچ گیا۔ کام کلکتہ تک پہنچ گیا؟ چنانچہ اس طریقہ سے بہت سے لوگ کام سے متعارف ہوئے اور اس زمانے میں کام سے تعارف ہی بڑی بات تھی پھر یہ لوگ واپس جا کر اپنے علاقوں میں جہاں جماعت ہوتی اس کی نصرت کرتے۔

تقسیم ہند

1947ء کا زمانہ برصغیر کی تاریخ کا وہ سیاہ دور ہے جب انسانیت کو انسان سے شرم آنے لگی تھی۔ ہر طرف خون کی ہولی تھی۔ لاکھوں مسلمان اس تحریک آزادی پر قربان ہو چکے تھے اور جگہ جگہ مسلمان کشی جاری تھی۔

بستی نظام الدین دہلی کے دہانے پر واقع ہے۔ مشرقی پنجاب کے علاقے کی رہ گزر بھی ہے پھر ہندوستان کے دارالحکومت یعنی دہلی میں مسلمان آبادی کے تناسب کا ایک اہم جزو تھے اور تجارت وصنعت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا آفت ومصیبت کا نشانہ بننا لازمی امر تھا۔

تقسیم ہند کے وقت حاجی صاحبؒ ہندوستان میں ہی رہے اور ان دنوں انتہائی سختی کے ایام میں بھی دعوت کے کام سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں تحریک آزادی عروج پر تھی تو یہ نعرہ زبان زدعام تھا کہ لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان، دے کے رہیں گے جان... میں نے مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ :لوگ جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس پر مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ :میاں جیسے لینا چاہتے ہیں ویسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ میاں سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں مولانا یوسف صاحبؒ اللہ تعالیٰ کو میاں کہا کرتے تھے۔

پاکستان کی طرف ہجرت

قیام پاکستان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) کے کچھ ہی عرصہ بعد حاجی صاحب کا خاندان ہندوستان سے ہجرت کر کے ضلع وہاڑی کی تحصیل بورے والا کے گاؤں 331/EB ٹوپیاں والا میں رہائش پذیر ہوا۔ یہ گاؤں بورے والا سے دریائے ستلج کی طرف پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر اور برصغیر کی پہلی خانقاہ معروف ولی اللہ حاجی شیر دیوان

سے دس سے بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں حاجی صاحبؒ کا آبائی گھر اور کچھ اراضی آج بھی موجود ہے۔

کچھ عرصہ حاجی صاحبؒ کے والد صاحبؒ ان کی والدہؒ اور اہلیہ کو لے کر پھلر وان ضلع سرگودھا میں بھی رہے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے والد صاحبؒ سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ یہ عورتیں لڑتی رہتی ہیں۔ بات یہ تھی کہ بھابھیاں میری اہلیہ سے کہتی تھیں کہ تیرا میاں تو کچھ کرتا نہیں، اور آتا نہیں۔

اس پر میں نے والد صاحبؒ سے کہا کہ اباجی قبرستان ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں لڑائی نہیں ہوتی۔ جہاں کچھ برتن ہوں گے تو آواز تو آئے گی۔ پھر کچھ عرصے بعد واپس چک چلے گئے۔

پہلی جماعت دہلی سے لاہور تک

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے مختلف حصوں سے بے شمار مسلمان پاکستان منتقل ہو گئے تھے۔ خصوصاً دہلی اور میوات سے (جو اس دعوتی کام اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے معتقدین اور محبین کے علاقے تھے) بہت سے پرانے کام کرنے والے اور ان اکابر سے ذاتی اور دینی تعلق رکھنے والے اپنے وطن عزیز کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے اور ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے اور پھر یہیں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ اس لیے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو سخت فکر اور تشویش لاحق ہوئی کہ جو ہندوستانی باشندے یہاں سے ہجرت کر کے پاکستان جا رہے ہیں اور انہیں آئندہ وہیں مستقل قیام پذیر ہونا ہے تو وہاں ان کے دین کی فکر کون کرے گا اور ان میں دین کے کام کو کون اجاگر کرے گا؟

حضرت کی چاہت یہ تھی کہ جیسے تقسیم کے بعد یہاں کچھ کام کی شکل بنی ہے ویسے ہی پاکستان میں بن جائے۔

اس لیے آپ نے تمام احباب کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے دریافت فرمایا کہ

پاکستان میں دعوت وتبلیغ کے کام کو کون اٹھائے گا؟ تو سب سے پہلے حاجی صاحبؒ نے اپنے آپ کو دین کی اس خدمت کے لیے پیش کیا اور عرض کیا کہ پاکستان میں دین کی محنت کا کام میں جا کر کروں گا۔ حالانکہ اس وقت حاجی صاحبؒ کا پاکستان میں آنے کا ارادہ بالکل نہیں تھا۔ اب بھی ان کا اکثر وبیشتر خاندان وہیں ہندوستان میں آباد ہے۔ حاجی صاحبؒ کے بعد پانچ احباب اور بھی تیار ہوئے اور انہوں نے بھی سرزمین پاکستان پر دعوت وتبلیغ کی محنت کے لیے اپنے نام پیش کر دیے۔ جب یہ حضرات چلنے لگے تو جس سے بھی ملتے وہ انہیں مغفرت کی دعا دے کر رخصت کرتا یعنی سب کو یقین تھا کہ یہ نہیں بچیں گے۔ قاری داؤد صاحب جو مولانا الیاس صاحبؒ کے معتمد ساتھی تھے۔ وہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں اللہ کی خاص مدد اس (عبدالوہاب) کے ساتھ ہے۔ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے چھ افراد پر مشتمل اس مختصر سی جماعت کی تشکیل دہلی سے لاہور کر دی اور فرمایا کہ اب پاکستان جا کر دعوت وتبلیغ کے کام کو اٹھانا آپؒ کے ذمہ ہے۔ ہدایات کے بعد جماعت ریلوے اسٹیشن دہلی پر پہنچی اور لاہور جانے والی ٹرین میں تمام احباب سوار ہو گئے لیکن سوءِ قسمت کہ جس ٹرین میں یہ احباب سوار ہوئے تھے، اسے ہر اسٹیشن پر سکھوں اور بلوائیوں نے قتل وغارت کا نشانہ بنایا۔ ٹرین جب اسٹیشن پر رکتی تو یہ بیت الخلاء میں جا کر چھپ جاتے اور سکھ اور بلوائی اس ڈبے کے سامنے اکٹھے ہوتے اور آدھے اِدھر حملے کے لیے چلے جاتے اور آدھے دوسری طرف اور اس ڈبے کو چھوڑ جاتے، یہاں تک کہ دہلی سے لاہور تک جتنے اسٹیشن آئے ہر اسٹیشن پر یوں ہی ہوتا رہا۔ انہوں نے اِدھر بھی لاشیں گرا دیں اور اُدھر بھی لاشیں گرا دیں، لیکن یہ تمام احباب محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس ڈبے کو ان کی نظروں سے اس طرح محفوظ رکھا کہ ایک ہندو پنڈت جو اس ڈبے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحم ڈال دیا۔ جب وہ اس طرف آتے تو وہ ہندو پنڈت کہتا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں ہے تو وہ اِدھر اُدھر بکھر جاتے اور یہ لوگ محفوظ رہ جاتے چنانچہ ساری ٹرین اسی طرح کٹ گئی اور صرف گنتی کے چند آدمی لٹی پٹی حالت میں بخیر وعافیت لاہور اسٹیشن پر پہنچے۔

حاجی صاحب نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ میں کام کرنے والوں کو جمع کروں گا آگے وہ کام کریں یا نہ کریں۔ اس پر مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں کام کرنے والوں کو جمع کر دینا بھی بڑی بات ہے۔ جس پر قاری داؤد صاحب نے فرمایا اللہ کی خاص مدد اس (عبدالوہاب) کے ساتھ ہے۔

ہجرت کی خونچکاں داستان

مولانا سید محمد ثانی حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

"تقسیم کے فوراً بعد سب سے پہلی تبلیغی جماعت جو پاکستان گئی اس کی روداد سفر بڑی عبرت ناک ہے۔ اس جماعت کے ایک رکن نے لاہور پہنچ کر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے عجیب اور خطرناک سفر کے تاثرات لکھے تھے۔ جس کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خدا پر یقین رکھتے ہوئے اور احکام شرعیہ کا خیال کرتے ہوئے سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرتا ہے تو خدا اس کی کھلی مدد کرتا ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ جب عقل وہوش مندی یہ کہتی تھی کہ جو جہاں ہے وہ وہیں پکار ہے یا پناہ گزینوں کے کیمپ میں حکومت وطاقت کی حفاظت میں چلا جائے۔ لیکن تعلق مع اللہ اور ایمان باللہ کہتا تھا کہ مارنے اور جلانے والی صرف ایک خدا کی طاقت ہے مخلوق سے ڈرنا کیسا اس تبلیغی جماعت نے خدا پر بھروسہ کر کے علی الاعلان یہ سفر کیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

سفر کے تاثرات کا یہ مکتوب ہم کو خطوط کے ایک نادر ذخیرہ سے

میسر آ گیا۔ اس لیے ہم اس کو نقل کرتے ہیں:

از لاہور۔ ۲۴ اگست 1947ء

محترم المقام مخدومنا جناب مولانا محمد یوسف صاحب! ''سلام مسنون! ہماری لاہور جانے والی جماعت جو کہ چھ افراد پر مشتمل تھی آپ سے اجازت لے کر جب اسٹیشن پہنچی تو ہمیں مختلف ذرائع سے یہ پتہ چلا کہ یہ راستہ بھٹنڈا جانا انتہائی خطرناک ہے۔ ہم نے امیر جماعت سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے ٹکا سا جواب یوں دیا:

"فاذا عزمت فتوکل علی اللہ"

اور یوں کہا کہ: ''ہمیں فضاؤں اور ظاہری حالات اور مشاہدہ سے متاثر نہیں ہونا چاہئے، بلکہ یہی حق ہے کہ ہم ایسے میں اپنے آپ کو اللہ پر چھوڑ دیں۔ اس سے زیادہ اور کون سا وقت ہوگا جب کہ ہم اللہ کے دین کے لیے نکلے ہوئے ہیں''۔ غرضے کہ ہم نے امیر کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کیا۔ وضو کیا، نمازیں پڑھیں اور تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ اب تک تو چند مسافر ہمارے ڈبے میں ہم سفر رہے، لیکن اس کے بعد سوائے ہمارے اور بھٹنڈا، اترنے والے قلی کے اور کوئی نہ تھا۔ جنید کے اسٹیشن پر جب ہماری گاڑی پہنچی تو فسادی گروہ در گروہ بلموں (نیزوں) خنجروں اور چھریوں سے مسلح تھے، آپس میں کانا پھوسی ہم کو دیکھ کر کر رہے تھے۔ گاڑی کو جب جی چاہتا کھڑا کر لیتے تھے اور جہاں جی چاہتا تھا چلنے کا حکم دیتے تھے۔ جب موڑ کا اسٹیشن آیا تو ہم نے ایک لاش چادر میں لپٹی

ہوئی خون سے لت پت اور دوسری پندرہ سالہ مسلمان بچے کی لاش تلواروں سے کٹی ہوئی ریل کی پٹڑی پر پڑی ہوئی دیکھی۔ فسادی بدستور سرگوشیاں کرتے اور ہماری طرف دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ بٹھنڈا سے آگے جب گیانہ اسٹیشن پر ہم پہنچے تو اس وقت تعداد میں فسادی ایک ہزار کے قریب تھے۔ انہوں نے وہاں گاڑی کھڑی کر لی اور پہلے کچھ دیر مشورہ کیا، بعد میں انہوں نے چار گروپ میں تمام فسادیوں کو اس طرح تقسیم کیا کہ ایک گروہ ڈبہ کے آگے (جن کے پاس تلواریں، بلم اور چھبیاں تھیں) کھڑا کیا، اور دوسرا گروہ مسلح ڈبہ کے اندر دو حصوں میں تقسیم کر کے بھجوا دیا۔ ایک حصہ کا کام صرف یہ تھا کہ مال و اسباب، عورتیں اور بچیاں لوٹ کر لے جائیں، اور دوسرے گروہ مسلمان مردوں کو باہر نکال کر ڈبے کے آگے کھڑے ہوئے گروہ کے حوالے کرتا جائے جنہیں وہ منٹوں میں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتے تھے۔ تیسرا گروہ گاڑی کے دوسری رخ پر صرف پستولوں سے مسلح تھا کہ جو مسلمان ادھر سے نکل بھاگنے کی کوشش کرے اسے گولی مار دی جائے۔ اور چوتھا گروہ ساتھ ہی بیلچوں اور زمین کھود اوزاروں کے ساتھ اس لیے زمین کھود رہا تھا تا کہ لاشوں کو ساتھ ساتھ جوڑ کر ان گھڑوں اور خندقوں میں ڈال دیا جا سکے۔ اب انہوں نے قتال کا کام یوں شروع کیا کہ گاڑی کھڑی کر لی اور گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان مردوں، عورتوں کو ایک ایک ڈبے سے نکال نکال کر ڈبے کے آگے والے گروہ کے حوالے کر دیا جاتا اور چوتھا گروہ

لاشوں کو گڈھوں اور خندقوں میں دباتا جاتا اور گاڑی کے دوسرے رخ سے نکلنے والوں کو گولیوں سے بھونا جا رہا تھا۔ ہم نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو اللہ میاں سے دعائیں مانگنی شروع کیں اور آہستہ سے ریل کے ڈبے کی سیٹوں کے نیچے پڑ رہے اور بھائی رحمت علی صاحب کو جن کی ڈاڑھی مونچھ نہیں تھی باہر ہی رہنے دیا۔ اتفاق سے ایک ہندو نیم پاگل سا، جس کے سر پر چوٹی، جنیو اور ہندوانہ وضع قطع بھی صاف دکھ رہی تھی، ہم نے اسے پہلے ہی اپنا لیا تھا اور ایک چودھ سالہ بچہ جو بھائی رحمت علی کا رشتہ دار تھا، اسے بہاول پور جانا تھا، وہ بھی بیٹھا ہوا تھا، ایک اصلی ہندو اور دو نقلی ہندو بن بیٹھے تھے۔ جب قتل کرنے والے نوبت بہ نوبت ہمارے ڈبے تک پہنچے (ہاں! اس دوران میں ایک اور بات قابل ذکر یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک لاش فسادی ہمارے ڈبے میں پھینک گئے تھے) قتل کرنے والوں کو رحمت علی نے کہا یہاں تو کوئی مسلمان نہیں ہے۔ پہلے یہاں سے ہو گئے ہیں۔ تم بھی اپنی تسلی کرلو! اور یہ لاش ہمارے حوالے اس لیے کر گئے ہیں کہ چلتی گاڑی سے ہم اسے پھینک دیں۔ قتال کرنے والا گروہ ہمارے ڈبے میں چڑھا، دیکھا اور کمرہ خالی پا کر ساتھ والے کمرہ پر حملہ کر دیا۔ اس طرح یہ تمام ٹرین میں خون کی ہولی کھیلتے ہوئے دوسرے سرے تک پہنچے۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ چلو "رسیدہ بود بلائے و لے بہ خیر گزشت" لیکن اگلے اسٹیشن پر ہو بہو یہی انتظام اسی فعل کے ساتھ عمل میں لایا گیا۔ آنکھوں دیکھے اور سننے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم جو دیکھ رہے تھے حیطۂ

امکان سے باہر ہے کہ وہ صفحہ قرطاس پر اپنے احساسات وکیفیات کے ساتھ رقم کرسکیں۔ ان کے قتال کا ڈھنگ اولاً جو عرض کیا گیا آخر تک یہی رہا اور اس دوران میں چھتیس میل کے رقبے میں گاڑی کو تیرہ مرتبہ کھڑا کیا گیا اور مذکورہ طے شدہ طریق قتال سے فسادی ہولی کھیلتے رہے۔ ہماری طرف سے انہیں یقین ہو چکا تھا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں۔ آخر ہم پانچ آدمی، سید رسول شاہ، مولوی عبدالوہاب صاحب، مولوی صدیقؔ صاحب، اکرام صاحب، محمود صاحب، یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ اس ڈبے کے بیت الخلاء میں گھس گئے، جہاں ہمیں ساڑھے چار گھنٹے تک محصور رہنا پڑا۔ ہمارا اندازہ ہے کہ فسادی اس ڈبہ میں تیرہ بار آئے، لیکن حق تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے ہم بال بال بچ گئے۔ لیکن معصوم بچوں کی چیخیں، عورتوں کا واویلا اور مردوں کا کراہنا۔ قتال کے وقت کی ایسی چیزیں ہیں جن کے نقوش زندگی بھر تک ہمارے دل سے نہیں مٹ سکتے۔ اور مقتولین مسلمانوں کی تعداد کم از کم دو سو سے زیادہ ہوگی، جن میں بوڑھے، بچے، عورتیں شامل ہیں۔ فسادیوں نے اپنی طرف سے کوئی لاش بھی گاڑی میں نہیں چھوڑی۔ لاہور کے اسٹیشن پر آٹھ لاشیں ان لوگوں کی ملیں جو گھائل تھے، جنہوں نے فیروز پور اور لاہور کے درمیان دم توڑ دیا۔ ایک قافلہ جو بیس یا بائیس افراد پر مشتمل تھا اور ان میں سے ایک آدمی جب ہم دعا کر رہے تھے آ کر شامل دعا ہوا اور تھوڑی دیر بعد اپنے گروہ میں چلا گیا۔ یہ ابتداء کا واقعہ ہے... اللہ تعالیٰ کے راستے پر پڑنے اور نکلنے میں جو برکات

تھے، ہم نے بدرجہ اتم اس سفر میں دیکھے اور ہم میں سے ہر ایک اس وقت یہی کہتا تھا کہ اللہ اس وقت ان ظالموں سے اگر نجات دے دے تو ساری عمر ہم تبلیغ کے کاموں میں گزار دیں گے۔ ہم محفوظ و مامون طریقے سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ اس لیے یہ خیریت نامہ تحریر کر رہے ہیں۔ ہم آتے ہی اپنے کام میں لگ گئے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر لگے رہیں گے اور لوگوں کے اس نوع پر پڑنے اور کامیابی کے نمایاں طور پر اثرات نظر آ رہے ہیں، خصوصی طور پر دعاء فرمائیں۔''

مندرجہ بالا مکتوب سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پورا مشرقی پنجاب مسلمانوں کے لیے آگ کی بھٹی بن چکا تھا۔ نہ مال وزر محفوظ، نہ جان وایمان کی خیر تھی۔ بغض وعداوت، نفرت، غیظ وغضب کا دور دورہ تھا اور مسلمان کشی کی وباء پھیل چکی تھی۔ ان علاقوں میں جو مسلمان بچے کھچے رہ گئے تھے۔ وہ اتنے سہمے ہوئے تھے کہ ایک قدم چلنا بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف سمجھتے تھے ۔

چال ہے مجھ نیم جاں کی مرغ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہے گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تمنا اور آرزو تھی کہ خدا کا نام لینے والے اسلام کے اس اجڑے ہوئے دیار اور ویرانہ میں پھر سے جائیں اور خدا کا نام بلند کریں اور ان مسلمانوں کی ڈھارس بندھائیں جو دور دراز علاقوں میں چھپے ہوئے ہیں اور ان غیر مسلم حضرات کے سامنے صحیح اسلام کی تصویر پیش کریں جو انہوں نے اپنے ہم سایہ مسلمانوں کے غلط طریقوں اور خلاف اسلام اعمال سے غلط سمجھا ہے اور وہ معصوم انسانوں کے پیاسے ہو گئے ہیں۔ اس لیے کہ ان غیر مسلموں میں کثرت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے لاعلمی اور صرف

بھڑکانے سے فساد کیا ہے۔لیکن اس پر آشوب دور میں یہ کام تھا بہت مشکل۔ اول تو راستہ ہی نہ تھا۔دوم وہ داخل ہی نہیں ہو سکتے تھے۔اس کا راستہ ہموار کرنے کے لیے کئی سال چاہئیں تھے۔اس آگ کے الاؤ میں کودنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ بڑے سے بڑا اہل عزیمت بھی اس پر عمل کرنا ناممکن سمجھتا تھا۔"

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ راستے میں میں اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ نیت کرو ان تمام قتل کرنے والوں کو جنت میں لے جائیں گے۔ساتھی کہتے یہ ہمیں قتل کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو ان کو جنت میں لے جانا ہے۔ بڑی مشکل سے ساتھیوں سے یہ نیت کروائی۔

حاجی صاحبؒ پاکستان میں

پاکستان پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ تبلیغ سے وابستہ چند چیدہ چیدہ آدمی ہیں، جو کراچی، لاہور اور راولپنڈی میں آباد ہیں۔اس لیے حاجی صاحبؒ ان احباب سے ملنے کبھی کراچی، کبھی لاہور اور کبھی راولپنڈی جاتے تاکہ یہاں پاکستان میں دعوت وتبلیغ کا کچھ کام شروع ہو جائے۔ چنانچہ احباب نے بار بار آپس میں ملاقاتیں کیں اور باہم اکٹھے ہوئے تو پھر سوچنے لگے کہ ہماری جماعت کا یہاں کوئی مرکز ہونا چاہیئے کوئی ٹھکانا ہونا چاہیئے۔تاکہ ہم خوب دل جمعی اور اطمینان خاطر کے ساتھ دین کی محنت کر سکیں۔

ابتدائی زمانے کے کچھ حالات:

محترم حاجی صاحب نے سنایا کہ جب شروع میں ہم نے یہاں کام شروع کیا، تو بڑی مشکل پیش آئی، دو جھونپڑیاں کھڑی کر دی تھیں، جن کے لیے زمین بھی میں نے ہی خریدی تھی، مگر میاں جی عبداللہ کے نام کی تھی، نہ آدم ہوتا تھا، نہ آدم کی ذات۔

رائے ونڈ منڈی میں اس زمانہ میں ایک سرائے تھی، جس میں میواتی ٹھہرا کرتے تھے اور مزدوری کے لیے لاہور جایا کرتے تھے۔ میں یوں کرتا تھا کہ سرائے چلا جایا کرتا ہے جو میواتی لاہور جانے کے لیے چلنے لگتا، تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لیتا کہ میں بھی

ایک جگہ تک آپ کے ساتھ ہی جاتا ہوں، پھر اس سے دعوت کی بات کرتا، مرکز لاتا، یہاں اس کو کھانا کھلاتے، پانی پلاتے، ایک میاں جی حشمت تھے، ان کے ذمہ بس یہ کام تھا کہ وہ حقہ گرم رکھے، میواتی حقہ ضرور پیتے۔

یوں کھانا کھلا کر، پانی، حقہ پلا کر اس کو رخصت کرتے اور اس سے درخواست کرتے کہ واپسی میں بھی بس ہمارے ہاں کھانا کھا کر اور حقہ، پانی پی کر جانا۔

یہ سنا کر فرمایا: ''تم لوگ اس مجمع کی قدر کرو اور ان کو دین سکھاؤ۔''

ایک چلہ کی تشکیل

چنانچہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے اس بارے میں جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے ایک جماعت تشکیل کی، جس کا امیر میاں جی عبداللہؒ کو بنایا اور ان سے فرمایا کہ تم لوگ ایک چلہ لگاؤ! دس دن مشرق کی جانب، دس دن مغرب کی جانب، دس دن شمال کی جانب، دس دن جنوب کی جانب، اور فرمایا کہ: ''چلے کے بعد ساری جماعت آپس میں مل بیٹھ کر استخارہ کرے اور مشورہ کرے کہ ہمیں کہاں اپنا مرکز اور ٹھکانا بنانا چاہیے؟۔ چنانچہ جماعت نے حسب ارشاد دس دن مشرق کی جانب، دس دن مغرب کی جانب، دس دن شمال کی جانب اور دس دن جنوب کی جانب لگائے۔ دوران چلہ انہیں ایک میواتی نوجوان ملے جن کا نام میاں جی سلیمانؒ تھا اور وہ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ میاں جی عبداللہؒ نے ان سے فرمایا کہ ہم دین کا بڑا مرکز بنا رہے ہیں تم بھی آجاؤ، ہم تمہیں اپنا امام بنائیں گے۔ تو وہ بھی ساتھ ہو گئے اور وہ بعد میں ۱۹۵۳ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک رائے ونڈ مرکز کے امام رہے۔

چنانچہ پاکستان پہنچنے کے اگلے ہی سال ۱۹۴۸ء میں لاہور بیگم پورے کی مسجد اور مدرسہ ضیاء القرآن میں پہلا تبلیغی اجتماع ہوا۔ اس میں بہت سے میواتی حضرات موجود تھے۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو قریشی صاحب نے بیان کے لیے کھڑا کیا لیکن کچھ دیر کے بعد کسی وجہ سے انہیں بٹھا دیا۔ قریشی صاحب کو مولانا الیاس صاحب کی طرف سے

اجازت تھی کسی کو بھی اصول سے ہٹ کر بیان کرتا دیکھیں تو پرچی بھیج کر بیان سے بٹھا دیں۔ حاجی صاحب فرماتے تھے ان کے علاوہ کسی کو اجازت نہیں تھی کہ بیان کے دوران کسی کو بیان سے روک دے۔ پاکستان میں کام کے اصول سے سب سے زیادہ واقف قریشی صاحب تھے۔ براہ راست مولانا الیاس صاحب سے کام سیکھے ہوئے تھے۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں قریشی صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ عقل تو اللہ نے ہمیں دی ہے۔ لیکن تمہاری رائے سے وحشت نہیں ہوتی کیونکہ تم اپنی بات تو کرتے نہیں یا تو مولانا الیاس صاحب کی یا مولوی یوسف صاحب کی بات ہوتی ہے۔ باقی مجھے سب پتہ چل جاتا ہے کون کس کی پڑھائی ہوئی رائے دے رہا ہے۔ پھر اس کے بعد کراچی ایک قسم کا کام کا مرکز بن گیا۔ اس کے بعد چونکہ ایک ختم نبوت کی تحریک چلی جس نے پورے ملک، خاص طور سے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس دوران بھی حاجی صاحب اور ان کے ساتھی کام میں مشغول رہے۔ اگلے سال سندھ میں اجتماع ہوا اس وقت جو حضرات نظام الدین سے لاہور آئے تھے ان میں بھائی عبدالخالق، بھائی تنویر، بھائی یاسین صاحب، بھائی ادریس قریشی صاحب وغیرہ حضرات تھے اور ادریس قریشی صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو حاجی صاحب کو نظام الدین سے ہی جانتے تھے۔ ان کے نانا فتح پور سیکری کی مسجد کے امام تھے، جو بریلوی مکتبہ فکر کی ایک بڑی مسجد تھی اور نظام الدین کے زمانے میں ان کے والد نے حاجی صاحب سے کہا ہوا تھا کہ دفتر سے آ کر کھانا ہمارے ہاں کھالیا کرو۔ بھائی ادریس قریشی صاحب لاہور میں اسلام پورہ میں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد وہیں رہتی ہے۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۵۰ء میں کراچی میں مشورہ ہوا وہاں یہ طے ہوا کہ رائے ونڈ کو مرکز بنانا چاہیے۔ حاجی صاحبؒ اس جگہ کو ٹھیہ کہتے تھے مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ٹھیہ نہیں مرکز ہے پاکستان کا، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسے مرکز نہ کہیں یہ ٹھیہ ہے۔ رائے ونڈ پہلے ضلع قصور میں تھا بعد میں ضلع لاہور میں آیا اور اسی مشورے میں قریشی صاحب کی امارت کا بھی طے ہوا چنانچہ ۱۹۵۱ میں پھر یہ حضرات رائے ونڈ آئے جن میں مولانا عبداللہ نیازی، حافظ سلیمان صاحب، حافظ نورالدین اور میاں جی اسماعیل تھے۔

جب یہ حضرات رائے ونڈ آئے تو مستقل کسی جگہ پر قیام نہیں کیا۔ ایک جگہ پر جا کر بیٹھے جو اس وقت پرانا رائیونڈ کہلاتا تھا یہاں کی مسجد میں قیام کا ارادہ کیا جب وہاں نماز کا وقت ہوا تو یہ لوگ امام کا انتظار کرنے لگے۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ امام صاحب، پہلے کسی اور جگہ نماز پڑھا کر آئیں گے پھر یہاں نماز پڑھائیں گے۔ یہ حضرات اس بات سے بہت پریشان ہوئے اور یہ جگہ چھوڑ دی۔ اس کے بعد یہ حضرات کچھ آگے جا کر آبادی کے متصل علاقہ جسے اُس وقت بڑا رائیونڈ کہا جاتا تھا۔ ایک مسجد میں ٹھہر گئے یہاں بھی جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے کہا کہ امام صاحب پہلے کہیں اور نماز پڑھا کر آئیں گے پھر یہاں نماز پڑھائیں گے۔ یہ سب حضرات اس مسجد کو چھوڑ کر بازار کے بیچوں بیچ غیر مقلدین کی ایک مسجد میں آ گئے۔ یہاں کچھ دن تو بہت اچھے انداز میں کام ہوا۔ مسجد والوں نے بہت اکرام اور استقبال بھی کیا لیکن کچھ دنوں بعد کسی نہ کسی بات پر ٹوکنا شروع کر دیا کہ یہ بدعت ہے، یہ شرک ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب بات نوک جھونک سے زیادہ بڑھ گئی تو ان لوگوں نے اس مسجد کو چھوڑ کر ایک اور چھوٹی سی مسجد میں قیام کر لیا جو کچی آبادی کے درمیان چند گھروں کی مسجد تھی۔ ابھی پہلا دن بھی نہ گزرا تھا کہ آبادی والے مسجد میں آ کر کہنے لگے کہ ہمارے لیے ایک ختم پڑھ دو۔ ان حضرات کے انکار پر انھیں یہاں سے بھی نکال دیا گیا... اس طرح کسی جگہ پر مستقل قیام نہ ہو سکا۔ حاجی ملک کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ہم کب تک بلی اور اس کے بچوں کی طرح اِدھر اُدھر گھومتے رہیں گے۔ چناں چہ اس وقت حاجی صاحبؒ نے قریشی صاحب سے مرکز کی جگہ کے بارے میں بات کی۔

رائے ونڈ مرکز کے ابتدائی حالات

جب مرکز کی جگہ حاصل ہو گئی تو ان حضرات نے بڑی جان فشانی کے ساتھ وہاں پر دعوت کا کام شروع کر دیا۔ کھانے کے لیے روکھی سوکھی جیسی ملتی کھا کر گزارہ کر لیتے۔ حافظ سلیمان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کبھی آدھی روٹی سوکھی ملتی کبھی اس سے بھی کم۔

ہم نمک کے ساتھ کھاتے تو میاں جی عبداللہ صاحب فرماتے : ''لوٹ لو بھوک کے مزے لوٹ لو۔ رائے ونڈ میں ایک وقت آئے گا جب یہاں کبھی فقر وفاقہ نہ ہوگا۔''

تقسیم ہند کے بعد جو میواتی حضرات ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے تو ان میں ایک بڑی تعداد رائے ونڈ کے چاروں طرف آباد ہو گئی تھی۔

پہلا تبلیغی اجتماع رائے ونڈ

۶ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ بمطابق 10 اپریل 1954ء بروز ہفتہ کو رائے ونڈ کا پہلا اجتماع ہوا۔ مولانا یوسف صاحبؒ اس دن صبح دہلی سے روانہ ہو کر دن کے 12 بجے لاہور پہنچ گئے اور عصر کی نماز کے بعد اجتماع میں تشریف لے گئے۔ یہاں مولانا یوسف صاحبؒ نے ۳ دن قیام فرمایا۔

موت پر بیعت

جب اجتماع ختم ہوا تو مولانا یوسفؒ نے تمام احباب کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا۔ ''دیکھو بھائی! آج کے بعد یہ جگہ تمہاری جماعت کا مرکز ہے۔ تم نے اسے سرسبز وشاداب بنانا ہے اور اس جگہ کو دین کی محنت سے آباد کرنا ہے۔ اس لیے تنگی آئے یا وسعت، بھوک آئے یا پیاس، بیماری آئے یا موت تم نے دنیا کے کسی کام میں نہیں لگنا بلکہ اسی کمائی کے کام میں لگنا ہے اور اپنے آپ کو یہاں مٹا دینا ہے تو جو تیار ہو وہ اٹھے اور میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرے۔ پھر فرمایا کہ کوئی کسی کو ترغیب بھی نہ دے۔ جس نے کھڑا ہونا ہے اپنی ذمہ داری پر کھڑا ہو۔'' چنانچہ جو شخص پہلے کھڑا ہوا اس کا نام (حاجی) عبدالوہاب تھا۔ اس کے بعد حافظ سلیمانؒ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد میاں جی عبداللہ کھڑے ہوئے اس کے بعد میاں جی عبدالرحمن اس کے بعد حافظ نور محمدؒ اور اس کے بعد میاں جی اسماعیلؒ کھڑے ہوئے۔ جو کھڑا ہوتا مولانا یوسف کاندھلویؒ اس کو آگے اپنے پاس بلا لیتے اور اس سے یہ اقرار لیتے کہ : آج کے بعد میں اشاعت اسلام، خدمت دین اور مرکز کی آبادی کے علاوہ دنیا کے کسی کام میں نہیں

لگوں گا۔ اس راستہ میں اگر مجھے بھوک آئی تو برداشت کروں گا پیاس آئی تو برداشت کروں گا۔ بیماری آئے گی تو برداشت کروں گا لیکن کسی دوسرے کام میں ہرگز نہیں لگوں گا''۔

ابھی مولانا محمد یوسف کاندھلوی یہ کہلوا کر ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ باہر بیٹھا رہے تھے کہ اسی اثناء میں آپ کی نظر میاں جی محرابؒ پر پڑ گئی جو حاجی محمد مشتاقؒ کو تیار کر رہے تھے تو آپؒ نے میاں جی محراب کو انتہائی زور سے ڈانٹا اور فرمایا: ''میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ کوئی کسی کو تیار نہ کرے۔ ورنہ کل جب بھوک پیاس آئے گی تو پھر یہ تمہیں گالیاں دے گا کہ مجھے اس نے پھنسایا تھا! اس لیے کوئی کسی کو تیار نہ کرے!'' الغرض کل اٹھارہ آدمی کھڑے ہوئے اور انیسویں آدمی بھائی مشتاق صاحب تھے جو سب سے آخر میں کھڑے ہوئے تھے۔ یہ کل انیس آدمی تھے جنہوں نے اس ڈانواڈول کشتی کو بھنور سے نکالا اور اسے کھینچ کر ساحل پر لائے۔ ان میں سے جو احباب موت تک یہیں رائے ونڈ مرکز میں موجود رہے وہ چھ تھے:

1- حضرت حافظ نور محمد صاحبؒ
2- حضرت میاں جی محمد اسماعیل صاحبؒ
3- حضرت حافظ محمد سلیمان صاحبؒ
4- حضرت میاں جی محمد عبداللہ صاحبؒ
5- حضرت حاجی محمد مشتاق صاحبؒ
6- حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

میاں جی عبدالرشید نابینا تھے۔ انہوں نے بھی اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ پرانی مسجد کے ایک کونے میں ان کا بستر ہوتا تھا۔ طالب علم مہینہ، مہینہ کی ڈیوٹی سے ان کو کھانا پہنچاتے تھے۔ باقی ہر جگہ مرکز میں آنا جانا وہ اپنی لاٹھی سے کرتے تھے۔ کسی سہارے کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کو تہجد میں اٹھایا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا انیس لوگوں میں حافظ نور محمدؒ، میاں جی عبداللہؒ، میاں جی اسماعیلؒ، حافظ سلیمان صاحبؒ ان سب حضرات کے گھر رائے ونڈ کی بستی میں بن گئے تھے اور یہ اپنے بچوں سمیت وہاں رہا کرتے تھے۔ حافظ نور محمد اور میاں جی اسماعیل مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں حفظ پڑھاتے تھے۔ حافظ سلیمان صاحبؒ رائے ونڈ مرکز میں مسجد کے امام تھے اور یہ بھی حفظ پڑھاتے تھے۔ اب ان تینوں کی اولاد اور احفاد رائے ونڈ مرکز کے شعبہ حفظ کو چلا رہے ہیں، جس میں پاکستانی بچے پڑھتے ہیں۔ بیرون کے بچوں کا شعبہ حفظ شعبہ کتب کے ساتھ ہے۔ لیکن ان سب میں جو سب سے زیادہ اللہ کے راستے میں قربان ہوئے اور تکلیفوں اور مشقتوں کی چکی میں پسے وہ "حاجی عبدالوہاب صاحب" تھے۔

پاکستان کے اندر تبلیغی امراء

قیام پاکستان کے بعد جب یہاں کام منظم ہوا تو مولانا یوسف صاحب نے احباب سے مشورہ وغیرہ کر کے بھائی شفیع قریشی صاحب کو پاکستان کا امیر مقرر کر دیا۔

بھائی شفیع قریشی صاحب نے دسمبر 1950ء سے 1971ء تک نہایت جانفشانی سے امارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور جماعت کے کام کو آگے بڑھایا۔

ان کی وفات کے بعد 1971ء میں ہی بھائی بشیر صاحب کو مشورے سے تبلیغی جماعت پاکستان کا ذمہ دار مقرر کر لیا گیا۔

بھائی بشیر صاحبؒ 1992ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے جس کے بعد بھائی عبدالوہاب صاحب کو اس عظیم کام کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔

تقسیم ہند کے بعد چونکہ کام دونوں جگہ پاکستان و ہندوستان میں شروع ہو چکا تھا تو اس موقع پر کام کی ترتیب اور دیگر ممالک میں جماعتوں کی نقل و حرکت کے امور باہمی مشورے سے طے ہوتے تھے۔ مولانا یوسفؒ اپنے ساتھیوں سے یعنی (حاجی صاحب وغیرہ) لوگوں سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ملکوں کے کوئی مسائل آتے تو مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے کہ بھائی ہمارے شوریٰ والے کچھ پاکستان میں ہیں کچھ

حجاز میں۔ جب اکٹھے ہوں گے پھر مشورہ کریں گے۔ (پاکستان میں قاضی عبدالقادر صاحب، مفتی صاحب، قریشی صاحب، بھائی عبدالوہاب صاحب، بھائی بشیر صاحب وغیرہ۔ اور حجاز میں مولانا سعید احمد خان صاحب اور بھائی فضل عظیم صاحب وغیرہ تھے)۔

اس وقت مشورے والے حضرات کچھ پاکستان میں تھے کچھ حجاز مقدس میں تھے چنانچہ وہ امور جن کا تعلق اجتماعی معاملات سے تھا، ان کے طے کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہونا ضروری تھا۔ ہندوستان میں سب کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا۔ اس پر یہ طے ہوا کہ عمرے کے عنوان سے حجاز مقدس میں جمع ہوا جائے۔ چنانچہ 1961ء یا 1962ء میں یہ ترتیب شروع ہوگئی۔ پھر ایک سال چھوڑ کر ایک سال حج کے موقع پر جانے لگے جہاں باہمی مشورے سے امور طے ہوتے اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ حضرات طاق سالوں میں حج پر جاتے ہیں یہ فقط اتفاق ہوگیا ورنہ طے کر کے نہیں گئے تھے۔

1965ء کے بعد بھی یہی ترتیب مولانا انعام صاحب نے رکھی۔ مولانا انعام صاحب کی ہیبت بہت زیادہ تھی۔ حاجی صاحبؒ چونکہ جری آدمی تھے۔ وہ مولانا انعام صاحبؒ سے ہر طرح کی گرم سرد بات کر لیتے تھے۔ اور مولانا انعام صاحبؒ بھی حاجی صاحب کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ حاجی صاحبؒ کے دنیا جہان کے جو اسفار ہوئے وہ مولانا انعام صاحبؒ کے ساتھ ہی ہوئے۔ ایک سال حج اور ایک سال کسی ملک کا سفر ہوا کرتا تھا۔

غالباً 1978ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا کہ ایک سال حج کا سفر اور ایک سال کسی بیرون ملک کا۔ ان اسفار میں کوئی چیز طے نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ عالمی امور یا تو پاکستان کے اجتماع میں طے ہوتے یا حج کے موقع پر۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان تقسیم ہوگیا تو پھر یہ عالمی امور تین جگہ طے ہونے لگے۔ ایک رائے ونڈ اجتماع، دوسرا ڈھاکہ اجتماع اور تیسرا سفر حج۔ مولانا انعام صاحب کی زندگی کے آخری سالوں میں ایک سال حج کا سفر تو باقی رہا البتہ ایک سال بیرون ملک سفر کی ترتیب ان کے ضعف کی وجہ سے ملتوی ہوگئی۔ اس پر یہ ہوا کہ مولانا انعام صاحب کے پاس ایک سال چھوڑ کر ایک سال یعنی دوسرے سال ممالک

کے پرانے حضرات آجایا کرتے تھے۔ جب وہ آجاتے تو مولانا انعام صاحبؒ ان کے مسائل سنتے۔ ان مسائل میں سے جو چیز پہلے سے طے ہوتی وہ بتادیا کرتے اور اگر کوئی نئے امور سامنے آتے تو مولانا انعام صاحبؒ خود سے طے نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ رائے ونڈ لکھو یا فرماتے۔ رائے ونڈ یا ٹونگی اجتماع پر رکھو۔

رائیونڈ سے جو بات سامنے آتی، اسے سوچ کر پھر کوئی بات۔ طے فرماتے تھے۔

غرض یہ کہ مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے تک کام چونکہ ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ پر شروع ہو چکا تھا۔ اس لیے مولانا یوسفؒ صاحب باہمی مشورے سے عالمی امور طے فرماتے تھے۔

مولانا یوسفؒ کا پنڈی کا ایک سفر

مولانا یوسف صاحبؒ کے انتقال سے چند سال قبل غالباً 1960ء میں انہیں بواسیر کی شکایت ہوئی تو علاج کے لیے پنڈی تشریف لائے۔ قریشی صاحب کے گھر پر قیام تھا اور پنڈی کے پرانے مرکز میں فجر کے بعد کا بیان روزانہ مولانا یوسف صاحب ہی فرمایا کرتے تھے۔ حاجی صاحبؒ نماز کے بعد بیٹھ گئے کہ مولانا یوسف صاحب آئیں گے اور بیان فرمائیں گے لیکن مولانا یوسف صاحب نہیں آئے اور منشی اللہ دتہ صاحب جو کہ پرانے ساتھیوں میں سے تھے، بیان کے لیے آگئے۔

حاجی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں نے منشی اللہ دتہ صاحب سے حضرت جی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو ابھی اپنے استاد مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری صاحب سے ملنے جائیں گے جو راجہ بازار کے ایک مدرسے میں استاد تھے اور پہلے مظاہر العلوم سہارنپور میں استاد تھے سے اور 10 بجے پرانے ساتھیوں میں شیخ قدیر صاحب کے گھر کے لان میں بیان کریں گے۔

حاجی صاحبؒ، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس چلے گئے اور کہا کہ یہ مشورہ کس نے کیا کہ فجر کے بعد آپ کا بیان نہیں ہوا۔۔ فرمایا کہ بھائی تمہارے مشورے

والوں نے... حاجی صاحب نے عرض کیا کہ :ان کا نام بتا دیں۔ لیکن مولانا یوسفؒ صاحب ایک ہی بات کہتے رہے کہ تمہارے مشورے والوں نے... حاجی صاحب اپنی بات پر مصر رہے کہ نام بتائیں اور حضرت جی جواب میں یہی کہیں کہ تمہارے مشورے والوں نے۔ جس پر مولانا یوسفؒ نے فرمایا کہ نہ تمہارا مشورہ قابو میں نہ اس کا اجراء...اور غصے میرے اوپر ہو رہا۔ اس پر آخر حاجی صاحبؒ خاموش ہو گئے۔

10 بجے مولانا یوسف صاحبؒ شیخ قدیر صاحب کے مکان کے لان میں بیان کے لیے آئے اور آتے ہی فرمایا :عبدالوہاب کو بلاؤ... جب حاجی صاحب تشریف لے آئے تو فرمایا کہ :بیٹھو... اور بیان شروع کیا جس کے چند جملے یہ ہیں:

حمد وثناء کے بعد فرمایا :

''بھائیو دوستو ! دیکھو ! بات یہ ہے کہ یہ تبلیغ کا کام بہت نازک ہے۔ اتنا نازک کہ کوئی حد وحساب نہیں۔ اس کام کے کرنے سے آدمی بن بھی سکتا ہے اور بگڑ بھی سکتا ہے۔ اس سے بنے تو ایسا بنے کہ ایسا ملنا مشکل اور اس سے بگڑے تو ایسا بگڑے کہ ایسا ملنا مشکل۔''

رائیونڈ کے اندر مولانا یوسفؒ نے حاجی صاحبؒ کو بٹھایا اور بہت سی باتیں فرمائیں کہ فلاں کے ساتھ ایسے چلنا، فلاں کے ساتھ ایسے رہنا وغیرہ۔ یعنی جانے سے پہلے ساری بات سمجھا گئے۔

قریشی صاحب جن دنوں پاکستان کے امیر تھے۔ اس وقت انہوں نے مولانا یوسف صاحبؒ سے ایک دفعہ پوچھا کہ ہم رائیونڈ کا بڑا اس (حاجی صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو سمجھیں۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا : ہم تو سمجھتے ہی اس کو ہیں۔

پاکستان کا آخری سفر

مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے پاکستان کا آٹھواں سفر جو ان کی حیات کا آخری سفر ہے۔ ۱۳۸۴ھ میں کیا، اس سفر کے لیے مولانا کی روانگی ۱۰ شوال ۸۴ھ مطابق ۱۲

فروری ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ، اس سفر میں ساتھ تھے۔ لاہور سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ تشریف لے گئے اور نواکھالی، چاٹگام، سلہٹ، کمرلا، دیناج پور، راج شاہی، کھلنا، فرید پور کا تفصیلی دورہ فرمایا۔ ڈھاکہ میں سہ روزہ تبلیغی اجتماع تھا۔ جس میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ اس اجتماع سے ایک سو پچاس جماعتیں چلہ اور تین چلہ کی نکلیں۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا دورہ پورا فرما کر ڈھاکہ سے کراچی مغربی پاکستان واپسی ہوئی۔ یہاں بھی کراچی، ملتان، کنگن پور، تھل کوہاٹ، راولپنڈی میں اہم اور بڑے بڑے اجتماعات ہوئے۔ کراچی کے قیام میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی بھی دہلی سے تشریف لے آئے۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ میں رائے ونڈ ضلع لاہور کا عظیم و وسیع سالانہ اجتماع ہوا۔ آخری جمعہ کی ادائیگی گوجرانوالہ میں کی۔ اور نماز جمعہ سے قبل اور اس کے بعد تقریر بھی فرمائی اور اسی دن شام کو لاہور آ گئے۔ منگل، بدھ، جمعرات ۳۰، ۳۱ مارچ، یکم اپریل ۱۹۶۵ء بمطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ میں تین دن رائے ونڈ میں قیام فرمایا، ان تینوں دنوں میں بہت مؤثر اور فکر و کرب سے بھرپور بیانات فرمائے۔ منگل کے دن بعد نماز فجر جو تقریر فرمائی اس کی ابتداء میں اپنی طبیعت کی ناسازی کا ذکر کیا اور پھر بہت ہی حسرت و افسوس کے لہجہ میں اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

> ''دیکھو! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی، اس کے باوجود ضروری سمجھ کر بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا، ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔

یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں سارے رشتے اور تعلقات کٹ جائیں۔

جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والے کا نام نہیں ہے بلکہ سیکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے۔ جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے، وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور ﷺ اور صحابہؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے، اگر مسلمان اب بھی امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے لیکن اگر قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی۔ امت میل ملاپ اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی۔ بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لیے اپنا حق، اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اپنے اوپر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا۔

امت کے بنانے اور بگاڑنے میں، جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے۔ زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے، اور ایک ہی بات

جوڑ پیدا کر دیتی ہے اس لیے سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ زبان پر قابو ہو۔ اور یہ جب ہوسکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت ہر جگہ اس کے ساتھ اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

قاری رشید احمد صاحب خورجوی جو اس سفر میں ساتھ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس مرتبہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے یہود و نصاریٰ کے نظام پر زیادہ گفتگو فرمائی اور ان کی اسلام دشمنی کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا، چنانچہ ایک موقعہ پر فرمایا کہ:

"یہ دونوں قومیں اسلام کی ہمیشہ دشمن رہی ہیں۔ انھوں نے اپنی معاشرت اور تہذیب کے ذریعہ دین کو ایسا نقصان پہنچایا ہے کہ سدھار دشوار ہو رہا ہے۔ اچھے اچھے دین داروں کو خبر نہیں، تاریخ اسلام، سیرت پاک، لغات قرآن میں ایسے ایسے تغیرات کیے ہیں کہ اچھے اچھے اہل علم کو دھوکہ لگ جاتا ہے"۔

مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانے میں دعوتی کام

مولانا یوسف صاحبؒ کے بعد مولانا انعام صاحبؒ نے اس عظیم منصب کو سنبھالا اور دعوت کے کام کو اپنے عروج تک پہنچا دیا۔ حاجی صاحبؒ، مولانا انعام صاحبؒ کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے اور اکثر اسفار میں مولانا انعام صاحب کے ساتھ ہی ہوا کرتے تھے۔

مولانا انعام صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کی قربانی اور مشقت کا زمانہ دیکھ رکھا تھا کہ کس طرح اس شخص نے اپنا تن من دھن دین کے لیے قربان کر دیا تھا۔ جس وجہ سے مولانا انعام صاحبؒ، حاجی صاحبؒ کا حد درجہ لحاظ کرتے تھے۔

حاجی صاحبؒ، مولانا انعام صاحبؒ کے بہت واقعات سناتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حجاز مقدس کا سفر تھا۔ ہم سب مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ میں تھے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو بلا کر ان سے فرمایا کہ شفیع قریشی صاحبؒ (اس وقت پاکستان کے امیر تھے) اور مولانا سعید احمد خانؒ صاحب اب بوڑھے ہو گئے ہیں ان کا بدل سوچ لو کہ ان کے بعد یہ ذمہ داری جس کے حوالے کی جا سکے۔ مولانا انعام الحسنؒ صاحبؒ نے شیخ الحدیث صاحبؒ کی بات سن لی لیکن ان کی جیسی طبیعت تھی کم گو... وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے پتہ چلا کہ شیخ الحدیث صاحبؒ نے یہ فرمایا ہے تو میری طبیعت میں بے چینی سی شروع ہو گئی کہ حضرت جی مولانا انعام صاحب

نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پتہ نہیں کس کا طے کرنے کا ارادہ ہے۔

حرم کی طرف جاتے ہوئے میں حضرت جی مولانا انعام صاحب کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور عرض کیا کہ : حضرت شیخ نے جو فرمایا، تو آپ نے کیا سوچا..؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا...۔ حاجی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں نے دوبارہ یہی سوال دہرایا تو فرمایا : ''بھائی...! یہ تصوف والوں کی سوچ ہوتی ہے کہ میرے بعد کون ہوگا... کون خلیفہ بنے گا۔ اس نبوت والے کام میں یہ نہیں چلا کرتا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے کام لینا ہو اس کے لیے خود ہی حالات بناتے چلے جاتے ہیں'' اور آخر میں فرمایا کہ : ''دیکھ...! آخر میرے جیسے گونگے سے بھی تو اللہ تعالیٰ کام لے ہی رہے ہیں نا''۔

دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک

دعوت کے تقاضوں اور اس کے نشیب و فراز کو سمجھنے میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو جس درجہ کا کمال وملکہ عطا فرمایا تھا، اسی طرح دور بینی و دور اندیشی اور اصابت رائے بھی اعلیٰ درجہ کی مرحمت فرمائی تھی۔ جب آپ کی معاملہ فہمی، دقت نظری اور اصابت فکر اپنی تمام تر قوت روحانی اور نور ایمانی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی تو اچھے اچھے خرقہ پوش آپ کے چہرہ کے نور کی روشنی میں اپنے چاک داماں کی بخیہ گری کرلیا کرتے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے تمام تذکرہ نگار اور وقائع نویس اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے پورے دور امارت میں مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ اس دعوت وتبلیغ کے دماغ بن کر رہے۔

مسائل خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، اندرونی ہوں یا بیرونی، فرد کا مسئلہ ہو یا افراد کا، اجتماع کا مسئلہ ہو یا اجتماعیت کا، مولانا محمد یوسف صاحبؒ بڑے اہتمام کے ساتھ آپ سے مشورے فرما کر آپ کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔

دعوت وتبلیغ کے ایک قدیم کارکن، محترم بھائی خالد سیف اللہ (دہلی)، مولانا

محمد یوسف صاحبؒ کی نگاہ میں آپ کے مشوروں کی اہمیت وافادیت اور آپ کی وجہ ترجیح کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ اس طرح سناتے ہیں:

”مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں ہم لوگ مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے بہت ڈرتے تھے۔ چونکہ ان کا رعب بہت پڑتا تھا اس لیے ان سے دور دور رہتے تھے۔ لیکن میں نے متعدد مشورے ایسے دیکھے جس میں ساری شوریٰ کی رائے ایک طرف اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی رائے ایک طرف تھی لیکن مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے سب کی رائے سے ہٹ کر مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی رائے پر فیصلہ دے دیا۔ مشورہ کا یہ منظر دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے تنہائی میں اس کی وجہ مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھی تو فرمایا کہ بڑے حضرت کی زندگی میں سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہ کر دعوت کو مولوی انعام نے پیا ہے، خطوط کے جوابات بھی اکثر وہی لکھتے تھے۔ اس زمانے میں میرا ذوق تو حضرت شیخ والا ذوق تھا، ذکر اور مطالعہ وتصنیف۔ بڑے حضرت جب مجھے حکم دیتے تھے تو جماعت میں چلا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں میرے ذمہ بڑے حضرت نے دعوت کے عنوان سے حیاۃ الصحابہ لکھنا طے فرمادیا۔ میں ان دنوں اوپر کے حجرہ میں رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ بہت سے ٹیلی فون کے تار میرے حجرے میں آ رہے ہیں اور ہر تار کے ساتھ ایک پرچہ چسپاں ہے جس پر کسی ملک کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو بڑا خوش ہوا اور میں نے یہ تعبیر لی کہ میری یہ کتاب حیات الصحابہ ان ملکوں میں جائے گی۔ لیکن جب بڑے حضرت سے یہ خواب سنایا تو خوش ہو کر تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ ان شاء اللہ ان ملکوں میں تمہارے ذریعہ دعوت کا کام پہنچے گا۔ لیکن مجھ پر اس وقت بھی کتاب ومطالعہ کا ایسا ذوق غالب تھا کہ میں نے یہ تعبیر سننے کے باوجود دل میں یہی سوچا تھا کہ نہیں ان ملکوں میں میری کتاب جائے گی۔“

دور یوسفی میں آپ کی مثال اس کمانڈر جیسی تھی جو بڑی خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر رہ کر اپنے ماتحت عملہ کو برابر متحرک رکھتا ہو اور وقت وقت پر ضروری اور اہم ہدایات ومشورے دے کر ان کی قوت عمل اور نقل وحرکت کو بڑھاتا رہتا ہو۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب امامت وامارت مرحمت فرمایا اور اس کام کا بار تن تنہا آپ پر آ گیا تو آپ نے عزیمت وجد وجہد اور سرفروشی وقربانی کی ایک ایسی عظیم الشان تاریخ رقم فرمائی کہ دنیا والے آج بھی اس پر حیران ہیں کہ گوشہ گمنامی اور کنج تنہائی میں رہنے والے اس مرد درویش نے اس قدر کامیاب بین الاقوامی قیادت اور عالمی رہنمائی کیسے کر دی۔

چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ آپ کے بتیس سالہ دور امارت میں ہونے والے عظیم تر اور وسیع تر دعوتی عمل پر اپنے تاثرات واحساسات ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے رفیق کار اور داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص معتمد علیہ اور تربیت یافتہ تھے، امیر منتخب ہوئے تو ان کے زمانہ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت وکامیابی حاصل کی اور دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اس نے اپنے اثرات دکھائے۔ اس میں مولانا انعام الحسن صاحب کی استقامت، روح محافظت اور اس جذبہ کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصلی راستہ اور ابتدائے کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے۔ اس لیے انہوں نے (اس تحریک کو) انہی حدود اور دائرہ کار میں رکھا جو ابتداء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس کے لیے مقرر کر رکھے تھے۔'' (تعمیر حیات)

اس استقامت، روح محافظت یا بالفاظ دیگر دعوتی بصیرت اور اصابت فکر کی سب سے مضبوط اور پختہ دلیل یہ ہے کہ آپ دین کے کسی ایک ہی شعبہ کے ترجمان اور

داعی نہیں تھے بلکہ تمام دینی شعبوں اور گوشوں کی مکمل رعایت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس دعوت وتبلیغ کے ذریعہ ایک صالح معاشرہ اور اعمال سے مالا مال ایک خالص دینی وروحانی ماحول پیدا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ مختلف مجالس واجتماعات میں بڑے اعتماد ووثوق کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ:

''ہم اس دعوت والے کام کے ذریعہ یہ چاہتے ہیں کہ جس وقت حضور اکرم ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا، اس وقت جو اس امت کی (دینی و ایمانی) حالت تھی، اس حالت پر تمام امت آجائے۔''

اسی طرح آپ کی دعاؤں میں یہ فقرہ کہ ''اے اللہ اس نقل وحرکت کے ذریعے دین کے تمام شعبوں کو زندہ فرما۔'' اس بات کو پورے طور پر واضح کرتا ہے کہ آپ کی نگاہ پورے دین پر تھی اور اس دعوت کے ذریعہ پورے دین کے احیاء کی کوشش آپ کے پیش نظر تھی۔ موجودہ زمانہ میں دین کی حیات کے جتنے شعبے اور طریقے ہیں خواہ وہ درس وتدریس ہو یا تصنیف وتالیف اور وعظ وارشاد، دینی مدارس اور علمی جامعات ہوں یا سلوک واحسان کی راہ سے تزکیہ وتجلیہ اور بیعت وطریقت، حضرت مولانا کا ان سب شعبوں سے براہ راست اور بہت قریبی تعلق تھا۔ آپ نے حکمت وتدبر کے ساتھ ہمیشہ اس کی کوشش فرمائی کہ دعوت وتبلیغ کی شکل میں چلنے والا یہ عمل نبوت، دین کے ان تمام شعبوں کے ساتھ مربوط ہو کر چلتا رہے تا کہ ایک کو دوسرے سے تقویت پہنچے۔

دعوت وتبلیغ کی راہ سے دین کے معاملہ میں آپ کا طرز فکر صرف اسلام کے چند ارکان کو زندہ کرنا نہیں تھا بلکہ روشن ضمیری کے ساتھ اس دینی غیرت اور ایمانی حرارت کو پیدا کرنا تھا جو ایک مسلمان کو ایمان ویقین کی بھرپور دولت عطا کر کے اعمال واخلاق کی لائن سے اس کو اتنا مضبوط کر دے کہ جلوت وخلوت میں اس کا رابطہ برابر خدا کے ساتھ قائم رہے۔ نیز دعوت وتبلیغ کی راہ سے آپ کا اصلی ذوق ووجدان یہ تھا کہ امت کو اعمال صالحہ پر کھڑا کیا جائے اور ان میں دین کے بنیادی واساسی اعمال، نماز، ذکر، تلاوت، تسبیحات، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا شوق پیدا کیا جائے۔ اسی فکر ونظریہ کے تحت آپ اپنی تقریروں و

تحریروں میں اعمال پر خصوصی توجہ صرف فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ امت کے اندر سو فیصد اعمال زندہ ہو جائیں۔ بالخصوص اسلام کے بنیادی اور اساسی فرض، نماز کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اتنی محنت کی جائے کہ ہر علاقہ میں سو فیصد نمازی بن جائیں۔ ایک موقع پر آپ نے اسی طرز فکر و نظریہ کی وضاحت میں یہ فرمایا تھا کہ ہم تینوں کے زمانہ میں مختلف چیزوں پر زور رہا ہے۔ بڑے حضرت جی (حضرت مولانا الیاس صاحب) کے زمانہ میں آخرت اور جنت و جہنم پر زور تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانہ میں قربانی اور مجاہدات پر زور رہا۔ اور میرے زمانہ میں اعمال پر زور ہے۔

جناب پروفیسر کلیم عاجز صاحب (پٹنہ بہار) دعوت و تبلیغ کی ستر سالہ تاریخ کے آغاز، تقابلی عروج نیز اس کے پہلے، دوسرے اور تیسرے دور کے درمیان باہمی ربط و اتصال کے ساتھ ساتھ ایک لطیف فرق و خط امتیاز اور حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی دعوتی بصیرت اور ان کے حقیقت و معنویت سے بھرپور تقاریر پر اجلی اور صاف ستھری زبان میں اپنا ایک مبنی بر حقیقت تجزیہ ان الفاظ کے ساتھ سپرد قلم کرتے ہیں:

> ”قانون ارتقاء کی تین منازل ہیں۔ پہلی منزل آغاز، دوسری منزل تقابلی عروج اور تیسری منزل عروج، اب یوں سمجھئے کہ کسی بھی چیز کا آغاز اس کی تخلیقی منزل ہے۔ تقابلی عروج اس کا دور نشوونما ہے۔ اس کے بعد شباب ہے، جہاں پہنچ کر نشوونما رک جاتی ہے۔ اگر فکر سے شباب کو قائم رکھنے کی کوشش ہوئی تو شباب کا ٹھہراؤ قائم رہتا ہے اور شباب کی کوئی معین مدت نہیں ہے۔ یہ حالات پر قابو پانے کے وسائل پر منحصر ہے۔ ورنہ کمال کے بعد زوال کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا دور اس محنت کے آغاز اور اس کی نشوونما کا تھا۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا آخری دور اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی امارت کا اول دور اس محنت کے شباب اور عروج کا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے بعد مجھے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ حضرت جی ثالثؒ کی فکر اس شباب کے ٹھہراؤ کو قائم رکھنے کی طرف

بہت مائل ہے۔ ان کی ہر بات اور گفتگو سے یہ حقیقت مترشح ہوتی تھی کہ اب وہ کام کے پھیلاؤ سے زیادہ کام کرنے والوں میں ان صفات کو پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہیں جن کے ذریعہ اس محنت کے شباب میں ٹھہراؤ اور استحکام پیدا ہوسکتا ہے۔ جماعتوں کی روانگی کی ہدایات میں بس ایک ہی پیغام ان کا نظر آرہا تھا کہ قربانی کے معیار کو تیز کرتے ہوئے۔ خدا کے تعلق کو بڑھاتے ہوئے، اعمال میں اخلاص پیدا کرتے ہوئے۔ تقویٰ کی صفت سے خود کو آراستہ کرتے ہوئے مخلوق خدا میں اس محنت کو عام کرو۔ میرے حافظہ میں اس کے علاوہ اور کوئی مرکزی پیغام حضرت جیؒ کے ارشادات اور ہدایات میں نظر نہیں آتا۔

حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی امارت کا بالکل آغاز تھا کہ بجنور میں اجتماع کی تاریخ آگئی۔ اجتماع کی تیاری زور وشور سے ہو رہی تھی۔ میں بھی قافلہ کے ساتھ بجنور روانہ ہوگیا۔ دوسری صبح سے اجتماع شروع ہوا اس اجتماع میں آخری دن پھر حضرت جی کا مختصر بیان ہو کر دعا ہوئی۔ اس نہایت مختصر بیان نے میرے حافظہ میں یہ بات محفوظ کر دی کہ حضرت جی کا بیان تقریر نہیں ہے بلکہ وہ کام کا خلاصہ بیان فرما دیتے ہیں۔ سادہ جملے اور گنے چنے چند جملے جن میں حقیقتوں کی روح سمائی ہوئی ہوتی۔ جیسے اردو شاعری میں میر تقی میر کے سادہ اشعار، ان اشعار کی سادگی اور اختصار وایجاز کا یہ حال ہے کہ غالب کے زمانہ کے چند اساتذہ جن میں صدر الصدور صدر الدین آزردہ، حکیم آغا جان عیش، مومن خاں مومن وغیرہ ایک دن ایک ساتھ میر کے ایک شعر پر غزل یا شعر لکھنے کو بیٹھے۔ اسی دوران ایک مشترک دوست ان حضرات کے پاس آگئے اور پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے تو صدر الدین آزردہ نے کہا کہ قل ھو اللہ کا جواب لکھ رہے ہیں اور وہ شعر یہ تھا۔

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کے تار اور گریباں کے تار میں

اس اجتماع میں ظہر کے بعد خواص کا ایک اجتماع ہوا۔ جس میں پرانے کام کرنے والے بھی تھے۔ وہاں میں نے حضرت جیؒ کو بالکل قریب سے آمنے سامنے دیکھا۔ ان کی آنکھیں دیکھیں اور بھر پور دیکھیں جنہیں پہلے بھی دور سے دیکھا کرتا تھا۔ نزدیک سے غور سے دیکھا تو ایسا لگا کہ میں ان آنکھوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوب جاؤں گا۔ میں ان آنکھوں کے اندر کی وسعت بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کی تعبیر اس وقت یہی لی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں محنت جہاں سے چل کر جہاں تک پہنچی اور اب جو چل رہی ہے وہ سب ان وسیع اور بسیط آنکھوں میں محفوظ ہے۔ جیسے کوئی خزانے کو محفوظ رکھنا چاہے میں نے مولانا یوسف صاحبؒ کی آنکھیں بھی دیکھی ہیں۔ ایک داعی اور ایک مجاہد کی آنکھیں، بے خوف اور بے نیاز۔ جیسے کسی نے دنیا کو تول کر دیکھا اور پھر حقارت سے بے وزن سمجھ کر پھینک دیا۔ جس کی زندگی میں نہ کسی کی اہمیت داخل ہوتی ہے نہ کسی کی قیمت، نہ کوئی خوف نہ خطرہ ان کی آنکھوں میں مجھے علامہ اقبال کے اس شعر کی تصویر نظر آئی۔

آئین جوانمردی، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اور حضرت جی ثالثؒ کی آنکھوں میں مجھے بے اختیار علامہ اقبال کا یہ شعر جھلکتا تھا۔

باغ بہشت سے مجھے اذان سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

مجھے حضرت جی کی آنکھوں میں یہی وسعت اور پہنائی نظر آئی تھی کہ دنیا

بھر میں ہونے والا یہ کام اتنا بڑھ گیا ہے اب اس کو کیسے سنبھالا جائے، اسے کس طرح محفوظ رکھا جائے۔ اس درد و کڑھن نے آپ پر فہم کا اور بصیرت کا دروازہ کھولا۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اس محنت کو فکر کی دولت عطا کی۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے اس محنت کو عجیب و غریب زبان بخشی، اور حضرت جیؒ نے اس محنت کو بصیرت کی پونجی سے نوازا۔ بہت سے نکتے، بہت سے معنویت سے لبالب جملے فرماتے رہتے تھے جن کا مفہوم عموماً یہی ہوتا تھا کہ اب کام کو سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔ حضرت جی کی کم سخنی بلکہ خاموشی، اس حقیقت کی دلیل معلوم ہوتی ہے کہ بہت کچھ کہا جا چکا، بہت کچھ بولا جا چکا۔ وہ بول محفوظ ہیں کانوں میں بھی اور دلوں میں بھی۔۔۔اب۔۔۔ الفاظ کی زیادہ ضرورت نہیں، اب نہ زبان کو زیادہ بولنے کی ضرورت ہے، نہ خیمہ وخرگاہ کی ضرورت، نہ مال وسامان کی ضرورت، اب تو آہ نیم شبی اور نالہ سحرگاہی کی ضرورت ہے۔ دل بے نیاز و مستغنی کی ضرورت ہے۔ خاموش قربانی اور محنت کی ضرورت ہے اب یہی چیزیں روشن ضمیری اور بصیرت پیدا کریں گی اور یہی سامان اس کے استحکام کا ذریعہ بنے گا۔

میں تو بہت غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور یہ سمجھا ہوں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا دور "فکر کا دور" تھا اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا دور جوش کا تھا اور حضرت جیؒ کا پورا دور ہوش پر مبنی تھا۔ اس دعوتی محنت کے معاملہ میں حضرت جی کی بصیرت بڑی قابل رشک تھی۔ ہم لوگوں پر کبھی کبھی حیرت واستعجاب اور خوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ جب ہمارے سامنے حضرت جیؒ سے کوئی استفسار کیا جاتا اور حضرت ایک یا دو جملے ایسے فرما دیتے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر جواب ناممکن ہوتا تھا اور کبھی وہ مختصر وضاحت فرما دیتے تو وہ جواب فراست اور بصیرت کا بہترین مرقع ہوتا۔ مرکز کے بعض احباب اس مختصر وضاحت کو "کھولنے" کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے

کہ حضرت نے پھر اس جملہ کو اس طرح کھولا۔ تو یہ کھولا (لفظ) ایسا ہی لگتا جیسے کہ فراست اور بصیرت کی کوٹھری کا گویا دروازہ کھل گیا۔

اب کیا بتلائیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ ...ہم نے حضرت جیؒ سے محبت تو کی ہے لیکن کام کے سلسلہ میں حضرت کی منشاء فراست و بصیرت سے کم فائدہ اٹھایا ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ کہ ہم نے حضرت جیؒ کی قدر نہیں کی، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے آمین۔

حضرت جیؒ کی دینی وفکری اور دعوتی بصیرت سے استفادہ نہ کرنے کا ایک سبب شاید یہ بھی ہو کہ حضرت جیؒ کی ذات وشخصیت میں جو کشش تھی وہ کبھی کبھی ہمارے ذہن وقوت کار کو مفلوج کر دیتی تھی۔ اور شخصیت کی اس کشش کے بہت سے واقعات میرے دماغ وحافظہ میں محفوظ ہیں۔"

تبلیغ میں اپنا خرچ کرنا:

انگلستان کے سفر میں حضرت جیؒ (مولانا انعام الحسن صاحب) نے مجھ سے اور بھائی بشیر سے فرمایا کہ ہمیں کھانا اپنا ہی پکانا ہے، مگر یہاں والوں کو خفا نہیں کرنا۔ چناں چہ کئی احباب آئے کہ حضرت کھانا ہمارا ہوگا، ان سے عرض کیا کہ دیکھو بھئی تبلیغ کے سفر میں اور دیگر سفروں میں فرق ہوتا ہے، سمجھایا تو مان گئے۔ انھوں نے پھر کہا کہ حضرت دل یہ چاہتا ہے کہ ہمارا ہی کھالیں۔ پھر سمجھایا پھر مان گئے۔ سوا گھنٹہ حضرت جیؒ کا اس میں خرچ ہو گیا، پھر سب نے کہا اس دفعہ تو آپ ہمارا ہی قبول کرلیں، پھر آپ نے قبول فرمالیا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ کی پاکستان آمد

ایک دفعہ سید سلمان ندوی کراچی کے اندر ایک حکومتی اجلاس میں شرکت کے لیے پاکستان تشریف لائے۔ اس وقت پاکستان کا دار الخلافہ کراچی تھا اور حکومت پاکستان نے سید سلیمان ندویؒ کو دستور پاکستان مرتب کرنے کے لیے مدعو کیا ہوا تھا۔ ابھی پاکستان کا آئین نہیں بنا تھا۔ تو حاجی صاحبؒ نے سوچا کہ ان سے کچھ بات ہو جائے اور ان کو

اپنے کام کی کارگزاری سنائی جائے۔ چنانچہ جب یہ آنے لگے تو حاجی صاحب نے مفتی زین العابدین صاحب اور بھائی بشیر صاحب کو تیار کیا کہ جس ڈبے میں سید صاحب تشریف فرما ہوں آپ دونوں ادھر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ جب گاڑی اسٹیشن پر آ کر رکی تو حاجی صاحب نے فوراً معلوم کرلیا کہ سید صاحب کس ڈبے میں ہیں۔ یہ سکھر روہڑی کا اسٹیشن تھا اور سید صاحب جس ڈبے میں موجود تھے وہ سیکنڈ کلاس کا ڈبہ تھا۔ حاجی صاحب نے فوراً دو ٹکٹیں سیکنڈ کلاس کی لیں اور یہ دونوں ٹکٹیں مفتی صاحب اور بھائی بشیر صاحب کو دے دیں اور انہیں سید صاحب کے ساتھ بٹھادیا اور خود ایک تھرڈ کلاس کی ٹکٹ لے کر ٹرین میں بیٹھے اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے اور یہ دونوں حضرات سارا راستہ سید صاحب سے بات کرتے رہے اور انہیں اپنے کام کی تفصیل اور کارگزاری سناتے رہے... جب کراچی کا اسٹیشن آیا تو سید صاحب ٹرین سے اترے اور جو حکومتی ارکان سید صاحب کو وصول کرنے کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے ان کی طرف توجہ کیے بغیر ان حضرات سے بات کرتے رہے۔ پھر ان حضرات نے عرض کیا کہ اگر آپ کا کچھ وقت میسر ہو جائے... تو سید صاحبؒ نے فرمایا میں ان شاء اللہ اتوار کو حاضر ہوں گا۔ اس کے بعد حضرت سید صاحب تو اجلاس میں تشریف لے گئے اور ان دونوں حضرات نے حاجی صاحبؒ کو ساری کارگزاری سنائی۔ سید صاحب کا جب تک کراچی میں قیام رہا برابر اتوار کو مکی مسجد آتے رہے۔ ہمارے حضرات بھی ان سے ملتے رہے۔ حاجی صاحبؒ، سید سلیمان ندویؒ کی مشغولیت سے برابر مطلع رہتے۔ جب تک سید صاحب آئین پاکستان مرتب کرنے میں حکومتی ارکان کے ساتھ مشغول رہے۔ حاجی صاحب ہمیشہ خبر لیتے رہے کہ اب کام کہاں تک پہنچا۔

پھر حاجی صاحبؒ کو پتہ چلا کہ سید صاحب پریشان ہیں۔ پریشانی اس بات پر تھی کہ اگر اسمبلی میں کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو آخری وحتمی فیصلہ کس کا ہوگا۔ علماء کا یا پارلیمنٹ کا۔ سید صاحب فرماتے تھے کہ علماء کا۔ سرکار کہتی تھی پارلیمنٹ کا؟۔ حاجی صاحبؒ نے یہ بات ملک دین محمد صاحب کو بتا دی۔ ملک صاحب نے حاجی صاحبؒ سے کہا کہ سید صاحب سے کہہ دیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ حاجی صاحب نے کہا۔ اس کا کیا مطلب؟ تو ملک صاحب نے فرمایا بڑے لوگوں کے لیے اتنا کافی ہوتا ہے۔ حاجی صاحب نے یہ

بات آ کر سید صاحب سے عرض کر دی تو سید صاحب اس بات سے بہت خوش ہوئے کہ شکر ہے کوئی تو ہمارے ساتھ ہے۔

اپنے ساتھیوں کا احسان مند ہونا

میں اور قریشی صاحب لاہور اسٹیشن پر اترے، بھائی افضل صاحب کے ہاں جانا تھا، آپس میں مشورہ کیا کہ بھائی افضل صاحب سے گاڑی مانگیں یا اپنی ٹیکسی کریں۔ قریشی صاحب نے کہا بات یہ ہے کہ اگر اپنی ٹیکسی لے کر جاتے ہیں تو اس میں بے دردی ٹپکتی ہے اور اس میں ان کا احسان مند ہونا پڑے گا اور اپنے ساتھیوں کا احسان مند ہونا چاہیے۔ میں نے کہا میرا ذہن تو اس نکتہ پر پہنچا ہی نہیں تھا۔ چناں چہ چوک میں کھڑے رہے، ٹیلی فون کیا، گاڑی آئی۔ میں نے سوچا روزانہ سیکڑوں روپے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے دس پندرہ روپے خرچ کرنا کیا مسئلہ تھا؟ مگر اپنے ساتھی کے احسان مند ہونے کے لیے گاڑی منگوائی۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حاجی صاحب کی ملاقاتؒ

ایک دفعہ کراچی میں ایک جماعت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے ملاقات کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ رمضان کے دن تھے اور رمضان بھی گرمی کا تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ تو اپنے آپ کو خود بخود مشقت میں ڈالنے والی بات ہے اور فرمایا جو اپنے کو مشقت میں خود ڈالتا ہے تو اللہ بھی اس مشقت ہی میں رکھتے ہیں۔ یہ انہی دنوں کی بات ہے جب سید صاحب کراچی میں موجود تھے کچھ دن بعد ہی جماعت حضرت حاجی صاحبؒ کے ہمراہ سید سلیمان صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی... اللہ کی شان مفتی شفیع صاحبؒ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا:

> واہ واہ، واہ واہ، ماشاء اللہ رمضان میں بھی کام ہو رہا ہے۔ غزوہ بدر رمضان میں ہوا۔ فتح مکہ رمضان میں ہوا۔ رمضان میں نبی علیہ السلام کے

اسفار ہوئے۔ اسی طرح سید صاحب نے رمضان میں ہونے والے کام گنوانا شروع کردیے۔ جیسے ہی سید صاحب خاموش ہوئے تو مفتی صاحب اٹھے اور ساتھیوں کی پیشانی کا بوسہ لے لیا۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ مفتی صاحب کا بڑا پن تھا کہ کچھ ہی دن پہلے تو جماعت کو ڈانٹ پلائی تھی اور اب جب سید صاحب نے جماعت کی حوصلہ افزائی کو تو فوراً یہ عمل کرکے اپنی پچھلی بات سے رجوع کرلیا۔

مفتی شفیع صاحبؒ کی جماعت کو ترغیب

حاجی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جس علاقے میں کوئی پریشانی یا مصیبت آئی ہوتی تو وہاں جماعت بھیجتے۔ مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا یوسف صاحبؒ کا بھی یہی معمول تھا چنانچہ بنگال میں طوفان آیا ہوا تھا تو حاجی صاحبؒ نے ارادہ کیا کہ یہاں سے ایک جماعت بھیجی جائے، کوئی جماعت تیار نہیں ہورہی تھی۔ حاجی صاحبؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ حضرت بنگال میں طوفان آیا ہوا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ایک جماعت وہاں بھیجی جائے لیکن جماعت تیار نہیں ہورہی ہے آپ تھوڑی سی زحمت فرمالیں اور مجمع میں آکر ترغیبی بات فرمائیں تاکہ جماعت تیار ہوجائے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: ”میں نے ایک حکومتی آدمی سے کئی ہفتوں سے وقت مانگ رکھا تھا۔ میں نے اس سے ایک انتہائی اہم مسئلے پر بات کرنی تھی۔ لیکن تمہارا یہ کام اتنا اونچا ہے کہ اس کے لیے میں کچھ بھی چھوڑ سکتا ہوں مگر میرے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ سواری کا انتظام میں کرلوں گا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں بھلا میرے پاس کون سی سواری تھی۔ میں ایک رکشہ لے کر مفتی صاحب کے پاس پہنچ گیا اور ان کو رکشہ میں بٹھا کر مکی مسجد لے آیا۔ تو انہوں نے مجمع سے بات کی۔ اللہ نے بنگال کے لیے جماعت بنادی۔“

مولانا عزیر گل صاحبؒ سے ملاقات

مولانا عزیر گل صاحبؒ کبار علماء اور حضرت شیخ الہندؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ یہ صاحب فراش تھے۔ حاجی صاحب ان سے ملاقات کے لیے گئے۔ حاجی صاحبؒ سے پہلے مولانا طارق جمیل صاحب اور ان کے ساتھی مولوی اسحاق صاحب اور مولوی عبدالودود صاحب مرحوم، بھی اجازت حدیث کے لیے گئے تھے۔ جب حاجی صاحبؒ ان سے ملے تو عرض کیا کہ : حضرت ہمارے بچے آئے تھے...مولانا عزیز گل صاحبؒ نے فرمایا : یہ بچے تھے...؟ پھر فرمایا کہ ان کو مختلف جگہوں پر ابتدائی تعلیم کے لیے بٹھاؤ۔ ابتدائی تعلیم مدارس سے ختم ہوتی جارہی ہے۔ اور ان کو تنخواہ بھی دیا کرو۔ حاجی صاحبؒ نے کہا کہ تنخواہ ہمارے ہاں نہیں ہوتی۔ پھر حاجی صاحبؒ انہیں اپنی باتیں سنانے لگے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بات کرتے کرتے ایک دم میرے دل میں خیال آیا کہ میں جب سے آیا ہوں خود ہی بولتا جارہا ہوں۔ حضرت کیا سوچیں گے جب سے بیٹھا ہے بولے ہی جارہا ہے۔ کوئی ادب وآداب کا خیال ہی نہیں...ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ مولانا نے فوراً فرمایا :

"ٹھہر جاؤ..." میں چپ ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ میرے ساتھیوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ۔ شیخ الہندؒ سے کوئی فائدہ نہیں ہونے کا...میں حضرت شیخ الہندؒ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میرے ساتھی کہتے ہیں کہ تمھیں شیخ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تم تو کبھی ادب کا لحاظ نہیں رکھتا...اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ :

"ادب وآداب تو محبت تک پہنچنے کے لیے ہوتے ہیں اور تجھے مجھ سے پہلے ہی سے محبت ہے"۔ مولانا عزیز گل صاحبؒ نے یہ بات کہہ کر فرمایا کہ۔ اب بات کرو۔"

یہ مومن کی فراست ہے کہ حاجی صاحبؒ کے دل میں بس خیال ہی آیا کہ کہیں بے ادبی نہ ہورہی ہو۔ مولانا نے فوراً اس کا ادراک کرکے اپنا واقعہ سناڈالا اور حاجی صاحب کو اطمینان میں لے لیا۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے کھل کر بات کی۔ مولانا نے بیٹے کو

بلوایا اور کہا کہ کھانا بنواؤ۔ بیٹے نے کہا۔ تبلیغ والے تو جب تک وقت نہ دو کھانا نہیں کھاتے۔ مولانا نے فرمایا۔ کیسے نہیں کھاتے۔ بنواؤ کھانا۔ حاجی صاحبؒ تو کھانے کے لیے کبھی رکتے نہیں تھے۔ مولانا کے اس طرح برتاؤ سے کھانے کے لیے رک گئے اور جب واپسی کی اجازت چاہی تو مولانا عزیز گل صاحبؒ نے فرمایا۔ تمہارا نام بہت سنا تھا۔ آج مل کر بڑی خوشی ہوئی اور پھر دروازے تک چھوڑنے آئے۔ حالانکہ اپنی بیماری کی وجہ سے زیادہ چلتے نہیں تھے۔ اس وقت مولانا سخاکوٹ میں رہتے تھے۔

حاجی صاحبؒ کا تاجر برادری سے میل ملاپ

حضرت حاجی صاحبؒ تاجر برادری کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے اور ان کے ذہن میں تاجر کی بہت اہمیت تھی۔ امتیاز غنی صاحب (غنی گلاس والے) کہتے ہیں کہ ہم کچھ تاجر حضرات حاجی صاحب کے پاس حاضر خدمت ہوئے تو ہم سے فرمانے لگے کہ بھائی تاجر کس کو کہتے ہیں...؟ ہم نے کہا آپ ہی بتادیں۔ تو فرمانے لگے کہ تاجر اس کو کہتے ہیں جو نفع کو پہچانے۔ تاجر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو کام کرنے سے پہلے پتا چل جائے کہ اس میں مجھے کیا ملے گا۔ پھر خود ہی فرمانے لگے کہ سب سے بڑا تاجر کس کو کہتے ہیں...؟ ہم اس پر بھی چپ رہے تو خود فرمایا کہ بڑا تاجر وہ ہے جو بڑے نفع کو پہچان لے اور ہم تمہیں بڑے نفع کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جب کبھی ہم تاجروں کی جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے تو ہمیں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ تم نکمے اور نا کارہ ہو۔ تم اس تجارت کو کر رہے ہو جس کا نفع چھوٹا ہے۔

گوجرانوالہ کے ایک کاروباری شخص جن کا نام یوسف سیٹھی تھا۔ ان کا حاجی صاحب سے بہت تعلق تھا۔ بہت نیک شخص تھے۔ علماء کرام سے بھی ان کا تعلق تھا۔ انہوں نے حاجی صاحب سے کہہ رکھا تھا کہ جب کبھی آپ کو قرض کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لیا کریں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں: ''مجھے جب بھی قرضے کی ضرورت ہوتی ان سے لے لیتا تھا اور وہ فوراً دے بھی دیتے تھے۔''

حاجی صاحب فرماتے ہیں ایک موقع پر وہ آئے، کہنے لگے۔ میں نے ایک نیا کاروبار شروع کیا ہے تو آپ بھی اس میں شریک ہو جائیں۔ حاجی صاحب نے کہا میں شریک نہیں ہوسکتا۔ اس پر وہ بولے بڑے بڑے علماء بھی شامل ہیں ہمارے اس کام میں۔ حاجی صاحب نے کہا میں تو نہیں شامل ہوسکتا۔ وہ بولے اس میں کیا حرج ہے۔ اس کا منافع یہاں تبلیغ میں خرچ کرنا۔ حاجی صاحب بولے آپ کہتے ہو کیا حرج ہے۔ حاجی صاحب نے ان سے کہا کہ :

میرے پیارے! یہ دو یقینوں کی فکر ہے۔ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم لوگ کام کریں گے اس سے پیسے کمائیں گے اور ان پیسوں سے دین کا کام کریں گے اور ہمارا یقین یہ ہے کہ ہم اللہ کے حکموں کو نبی ﷺ کے طریقے پر پورا کریں گے اور براہ راست اللہ سے تعلق جوڑ لیں گے اللہ خود ہی ہمارے سارے کام بنائیں گے"۔ کچھ عرصے کے بعد یوسف سیٹھی صاحب آئے اور تین ہزار روپے دیے کہ وہ جو آپ نے ہمارے ساتھ کاروبار کیا تھا، یہ اس کا نفع ہے۔ (یوسف سیٹھی صاحب نے اپنی طرف سے حاجی صاحب کے نام کا حصہ ڈال دیا تھا) حاجی صاحب نے فرمایا نہ میں نے کوئی کاروبار کیا اور نہ کوئی نفع۔ اس لیے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس وقت مرکز کی ضرورت بھی تھی اور اس وقت کے تین ہزار معمولی رقم نہیں تھی۔ حاجی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے حد درجے کا استغناء عطا فرما رکھا تھا۔ دیکھنے والے کو یوں لگتا تھا کہ جیسے خالق کائنات نے مال کی طمع کو ان کی ذات سے ختم کر دیا ہو۔ حالانکہ مرکز کا اتنا بڑا انظام خود حاجی صاحب کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ چلاتے تھے۔ لیکن جس درجے کا استغناء اللہ نے ان کو عطا کر رکھا تھا ویسا کم ہی دیکھنے میں آیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب لوگ ان کے پاس آتے تو ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی اور جب ان کے پاس سے جاتے تو ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔

اس پر مزید یہ کہ حاجی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے استغناء کے ساتھ ساتھ مردم شناسی بھی عطا کر رکھی تھی۔ جس طرح ایک کاروباری مزاج کا آدمی ہوتا ہے۔ وہ آنے والے کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں شخص میرے ساتھ سودا کرے گا کہ نہیں۔ اسی طرح حاجی صاحب کے اندر یہ صلاحیت بہت زیادہ تھی۔

شانِ بے نیازی

حاجی صاحبؒ کسی سے متاثر نہیں ہوتے تھے اور جب بھی کوئی آ کر مخلوق سے ہونے کی بات کرتا تو اس کو ڈانٹ دیتے۔ کبھی کبھی فرماتے کہ سب لوگ مخلوق سے فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی آ کر کہتا کہ فلاں شخص کی بڑی فیکٹری ہے یا بڑی گاڑی ہے تو فرماتے کہ تم لوگوں پر دنیا کی بڑائی چھائی ہوئی ہے۔

ایک دفعہ میاں نواز شریف کے والد میاں شریف صاحب مرحوم آئے تو بلا جھجک ان سے فرمایا کہ خود بھی ننگے سر ہو اور بیٹوں (نواز شریف، شہباز شریف، عباس شریف ساتھ تھے) کو بھی ننگے سر رکھا ہوا ہے۔

اسی طرح دنیا کے اعتبار سے بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاجی صاحبؒ کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔ دنیا والے مختلف شکلوں میں بھاری نذرانے لے کر حاضر خدمت ہوتے لیکن حاجی صاحبؒ نے کبھی ان کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ کسی کی چیز قبول کرنے کے لیے کچھ شرائط تھیں:

سب سے پہلے پوچھتے تین چلے کب لگے۔ اگر تین چلے نہ لگے ہوں تو اس کی بات ہی نہ سنی جاتی۔ پھر جب سے تین چلے لگے، اس وقت سے اب تک معمولات کی پابندی ہے۔ اگر اس پر بھی پورا اتر گیا تو بنک سے سود پر قرض لے کر کاروبار تو نہیں کیا تھا۔ اگر اس پر پورا اتر جائے تو فرماتے اپنے علاقے میں ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان پر خرچ کرو اور جو اللہ کے راستے میں تمہارے علاقے کے لوگ نکلے ہیں ان پر خرچ کرو۔ ہمیں یہاں دے کر کیا کرو گے۔ جو بہت ہی زیادہ اصرار کرتا اور پیچھے پڑا رہتا بشرطیکہ ساری شرطیں پوری ہوتیں تو قبول فرما لیتے۔ لیکن رقم کو خود ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

مولانا احسان صاحبؒ کی زبانی حاجی صاحب کی فکر و کڑھن

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا دیکھنے میں آیا کہ حاجی صاحب لقمہ سالن میں ڈبو کر منہ تک لائے اور دعوت کی بات شروع

کردی تو لقمہ ہاتھ میں پونا پونا گھنٹہ رہ جاتا۔ خادم دس دس مرتبہ سالن اٹھا کر لے جاتا، گرم کر کے لا کے رکھتا وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا، وہ پھر گرم کر کے لا کے رکھتا وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا۔ لقمہ اسی طرح حاجی صاحبؒ کے ہاتھ میں رہتا اور دعوت کی بات چل رہی ہوتی۔ تو پھر مشورہ یہ ہوا کہ جب حاجی صاحبؒ کھانا کھایا کریں تو ان کے پاس کوئی نہیں ہونا چاہیے تاکہ وہ تسلی سے کھانا کھالیا کریں، ورنہ وہ کھانا ہی نہیں کھا سکتے تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ :

''تمہیں کیا احساس کہ فکر و کڑھن کسے کہتے ہیں؟ فکر سیکھنی ہے تو محترم حاجی صاحبؒ سے سیکھو! بندہ ناشتہ لے کر حاضر ہوا، اس وقت مہمانوں سے ملاقات کا وقت بمشکل نکالا جاتا تھا، حاجی صاحبؒ نے لقمہ توڑا اور منہ کی جانب لے جانے لگے کہ اتنے میں مہمان آگئے، ان سے دعوت کی بات شروع کردی۔ ان کو ہدایات ونصائح سے رخصت کیا۔ لقمہ منہ کے قریب تھا کہ اور مہمان آگئے۔ ان سے دعوت کی بات شروع فرما دی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مہمانوں کی آمد ورفت میں دعوتی فکر غالب رہی، تقریباً بیالیس منٹ بعد حاجی صاحبؒ نے وہ لقمہ منہ میں رکھا۔''

یہ فرماتے ہوئے استاذ محترم حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

دعوت وتبلیغ میں فنائیت

حاجی صاحبؒ، صاحب حال آدمی تھے۔ دعوت وتبلیغ آپؒ کا حال تھا۔ اسی میں آپؒ نے اپنے آپ کو کھپا دیا تھا۔ آپؒ میں نبیوں والا درد وغم، نبیوں والی فکر وتڑپ اور امت کے لیے بے قراری اور بے چینی پائی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ آپؒ کو نہ کسی چیز کی سوچ آتی تھی اور نہ ہی آسکتی تھی۔

حجاز کی تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا سعید احمد خانؒ جب سعودی عرب سے رائے ونڈ تشریف لے آئے تو حاجی صاحبؒ نے احتراماً آپؒ کو اپنے کمرے میں رکھ لیا اور وہیں آپؒ کا بستر بھی لگوا دیا، لیکن اس دوران حاجی صاحبؒ نے نہ آپؒ سے کھانے کا پوچھا نہ پینے کا۔ اس لیے کہ آپؒ خود اس قدر فناء فی التبلیغ تھے کہ آپؒ کو اپنے کھانے پینے کا پتہ ہی نہیں ہوتا تھا تو آپؒ کسی دوسرے کو کھانے پینے کا کیا پوچھتے؟ جب چار پانچ دن اسی طرح گزرے تو حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی! میرا بستر یہاں سے نکال دو! یہاں تو حاجی صاحبؒ کسی کو کھانے کا بھی نہیں پوچھتے۔ اس لیے حضرت مولانا نے وہاں سے نکل کر عربوں کے ہال میں اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔ پھر بہت جلد ہی حضرت مولاناؒ کے لیے ایک علیحدہ کمرہ بنایا گیا، جس میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے اور وہاں آپؒ کا دسترخوان چوبیس گھنٹے چلتا رہتا تھا۔

سیاسی حالات پر نظر

حاجی صاحبؒ کی عالمی اسلامی حالات پر تو عمیق نظر تھی ہی، لیکن اس کے علاوہ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی حالات پر بھی آپؒ گہری نظر رکھتے تھے۔ عالمی اسلامی وسیاسی حالات سے آپ ہمہ وقت باخبر رہتے اور ان کی صلاح وفلاح اور درستگی کی حتی المقدور زبانی وعملی اور دعاؤں وغیرہ کے ذریعہ سعی وکوشش بھی فرماتے تھے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

صاحب زادہ مولانا عزیز احمد صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ (مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ) کو ایک بار رمضان شریف میں ایک ران پر پھوڑا نکل آیا۔ مجبوراً آپریشن کرایا۔ اس دوران میں بہت سے علماء ومشائخ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ دیگر حضرات کے علاوہ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ بھی تشریف لائے۔ (یہ

۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء کی بات ہے) تب محترمہ بے نظیر صاحبہ وزیر اعظم تھیں۔ پنجاب میں نواز شریف وزیر اعلیٰ تھے۔ اندرون سندھ میں مدتوں سے قیام پذیر پنجابیوں کو نکالا جا رہا تھا۔ روز روز قافلے در قافلے سندھ میں جائیدادیں چھوڑ کر پنجاب آ رہے تھے اس موقع پر حاجی عبدالوہاب صاحبؒ نے فرمایا کہ: ''سندھ سے آ رہا ہوں۔ وہاں کے حالات یکسر بدل رہے ہیں۔ عصبیت زوروں پر ہے۔ یہی حال رہا تو پتہ نہیں ملک کا کیا بنے گا؟ میرے خیال میں دو آدمی اس صورت حال پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اور وہ دونوں آپ (حضرت خواجہ صاحبؒ) کا حکم مانیں گے۔ ان کا اندرون سندھ کا دورہ رکھا جائے تو ان شاء اللہ! یہ صورت حال ٹھیک ہو جائے گی۔ اور ملک کا فائدہ ہوگا۔ وہ دونوں حضرات ایک تو نواب زادہ نصر اللہ خاںؒ دوسرے مولانا فضل الرحمن ہیں۔ ان کو آپ سندھ بھجوائیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ حضرت قبلہ کے پاس رہے اور یہی گفتگو فرماتے رہے۔ اس دن اندازہ ہوا کہ حاجی صاحبؒ صرف تبلیغ کے راہ نما نہیں بلکہ سیاسی حالات پر بھی ان کی گہری نظر ہے!'' (لولاک خواجہ خواجگان نمبر)

ذکاوت حس

حاجی صاحبؒ بڑی حساس ذکاوت کے مالک تھے۔ آپؒ پہلی ملاقات ہی میں آدمی کو پڑھ لیتے اور اس سے اس کے موضوع کے متعلق گفتگو فرماتے تھے۔ دعوت وتبلیغ جیسے عالم گیر کام کی بدولت روزانہ آپؒ کی مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں سے ملاقات ہوتی اور آپؒ اپنی ذکاوت حس کی بناء پر ہر شخص سے اس کے شعبہ سے متعلق گفتگو کر کے اس سے دعوت وتبلیغ کی محنت کے بارے میں بات کرتے اور اسے دین کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے پر آمادہ

فرماتے۔

چنانچہ شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ ہمیں رائے ونڈ مرکز جانے کا اتفاق ہوا۔ مغرب کی نماز ہم نے بھائی عبدالوہاب صاحبؒ کے کمرے میں ادا کی۔ نماز کے بعد حاجی صاحبؒ کے بیان کا اعلان ہوا۔ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ بیان روزانہ ہوتا رہتا ہے آج آپؒ سے باتیں کرنا ضروری ہیں اس وقت حاجی صاحبؒ کو اتنا تیز کشف ہوا کہ میں نے ایسا تیز کشف کبھی نہیں دیکھا اور دو گھنٹے کی مجلس میں انہوں نے مفتی محمود اور مولانا یوسف بنوریؒ کی کرامات بیان کیں جن سے میں بڑا حیران ہوا۔"

چوں کہ حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحبؒ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی شیدائی اور بڑے عقیدت مند ہیں۔ حاجی صاحب نے بھی بغیر کسی تمہید کے سب سے پہلے انہی حضرات کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ جس سے مفتی زرولی خان کو حاجی صاحب کی ذکاوت حس کا احساس ہوا اور وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حاجی صاحبؒ کا اپنے سے اختلاف رائے رکھنے والوں سے معاملہ

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ ایک مجموعۂ صفات شخصیت تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ہر انسان کے اندر وہ صفات پیدا ہو جائیں جو صحابہ کے اندر تھیں۔ ایک مرتبہ مولانا سعید الحسن صاحب، حاجی صاحبؒ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو حاجی صاحبؒ نے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ تمہارے والد حاجی رفیق صاحب نے مولانا یوسف صاحبؒ کو خط میں لکھا کہ یہ عبدالوہابؒ مجھے تنگ کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ والد صاحب کو ذکر بالجہر سے روکتے ہونگے کیونکہ والد صاحب کا سفر و حضر میں فجر سے پہلے ذکر بالجہر کا

معمول تھا تو شاید حاجی صاحبؒ نے جماعت میں ان کو اس سے روکا ہوگا۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ کا جواب آیا کہ یہ ہمارا آدمی ہے اس کو کچھ نہ کہا کرو۔ یہ اللہ کا ولی ہے۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ آپ کے والد صاحب میں ہم نے کبھی برائی کا مادہ اور میلان نہیں دیکھا۔

مخالفین سے سلوک

حاجی صاحبؒ اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آپ میں اپنے مخالفین کی نفرت بالکل بھی نہ تھی اور نہ ہی ان سے انتقام کا جذبہ تھا۔ اپنا ہو یا غیر ہو ہر ایک سے حضور ﷺ کا امتی ہونے کے ناطے محبت کرتے تھے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ہر ایک کی اصلاح کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے کچھ (فسادی لوگوں) کو مرکز کے بجائے مقامی کام کی اجازت دی، نہ ان سے بدلہ لیا اور نہ نفرت کی بلکہ ان کو اس کام سے جوڑے رکھا۔ اہل اغراض سے بھی نہایت حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے اور اخلاق اور خوش دلی سے پیش آتے۔ کسی چیز کو ذاتیات نہیں بنایا۔

احساس ذمہ داری

حاجی عبدالوہاب صاحب میں دعوت کی ذمہ داری کا احساس تو ہر وہ بندہ جانتا ہے جس نے حاجی صاحب کا بیان سنا ہو یا ان سے ملاقات کی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ مرکز کی انتظامی ذمہ داریاں بھی نہایت ذمہ دار بن کر نبھاتے تھے۔ اور اس دوران کبھی تکبر و غرور کی کیفیت نہیں دیکھی گئی۔ بلکہ بنفس نفیس مطبخ کے تمام شعبوں میں جاتے اور امیر کے کام کو دیکھتے اور کمی کوتاہی کی اصلاح مختلف فرماتے اور اسی طرح افراد کے کام کو بخوبی دیکھتے اور کوتاہیوں کی اصلاح فرماتے اور جہاں امیر یا افراد کی تبدیلی کو بہتر سمجھتے تو امیر اور افراد کو بدل دیتے اور کام کے متعلق ان کو اپنی قیمتی ہدایات سے بھی نوازتے۔

علم اور اہل علم کی قدر

حاجی صاحب کے نزدیک علم اور اہل علم کی بہت قدر ومنزلت تھی۔ اس پر گواہ حاجی صاحب کا بہت سے بزرگوں سے تعلق ومحبت ہے۔ اس لیے کہ حاجی صاحب کا عموماً سب بزرگوں سے ملاقات اور ملنا جلنا رہتا تھا۔ حاجی صاحب نے اسی کے متعلق ایک جوڑ میں یہ واقعہ سنایا جو بہت سوں کو یاد بھی ہوگا۔ فرمایا کہ ہم نظام الدین جایا کرتے تھے اور نماز اور اعمال وغیرہ کا بہت اہتمام کرتے تھے مگر وہاں کے طلبہ کو دیکھتے کہ وہ اعمال کا اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ ان سے سستی ہو جاتی تھی اور ہمارے دل میں یہ بات آتی کہ کیسے طالب علم ہیں کہ نماز واعمال وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے۔ جب کہ ہم کالج کے ہو کر اتنا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کا تذکرہ میں نے مولانا یوسفؒ سے کیا اور پوچھا ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اور ہمارے دل میں یہ بات آتی ہے ہم کیا کریں؟ ایک دو مرتبہ پوچھنے کے بعد پھر تیسری مرتبہ کسی موقع پر میں نے یہی پوچھا ابتداً تو حضرت خاموش رہے۔ اس کی طرف التفات بھی نہیں فرمایا میرے کئی مرتبہ کے استفسار کے بعد حضرت نے فرمایا:

عبدالوہاب! دیکھ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پلاسٹک کی ڈبی میں ہیرا ہو اور وہ گندی جگہ پڑا ہو اور تو اس کو اٹھالے اور دھو کر صاف کرلے تو ڈبی بھی کام آجائے گی اور ہیرا بھی۔ ان کی مثال بھی ایسے ہی ہے کہ تو اگر ان کی قدر کرے گا اور جو بھی ان کی قدر کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے علم سے اس کو فائدہ دے گا یا اس کی اولاد کو عالم بنائے گا اور قدر نہیں کرے گا تو دونوں چیزوں سے محروم ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ ہمیں علماء کرام کی قدر کرنی چاہیے اور ان سے پوچھ پوچھ کر چلنا چاہیے۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ پھر میرے دل میں کبھی کوئی بات نہیں آئی۔

حاجی صاحبؒ کا تھپڑ

حاجی صاحبؒ کا تھپڑ بہت مشہور تھا۔ جو لوگ حاجی صاحب کے قریب رہے ہیں ان میں سے بہت سوں کو حاجی صاحب کا تھپڑ لگا ہے۔

ایک مرتبہ محمد یوسف کرکٹر ساؤتھ افریقہ کے کرکٹر جونٹی روڈز کو لے کر رائے ونڈ آئے۔ اسے حاجی صاحب کے باہر والے کمرے میں دوپہر کا کھانا کھلایا، آم چوسنا سکھایا۔ اتنے میں حاجی صاحب کمرے سے باہر آگئے اور اس سے بات فرمانے لگے۔

حاجی صاحبؒ فرما رہے تھے کہ آج ساری دنیا مخلوق سے فائدہ اٹھانے پر لگی ہوئی ہے۔ ہم لوگوں کو براہ راست اللہ سے فائدہ اٹھانا سکھا رہے ہیں۔

ڈیفنس لاہور کا ایک جوان جس کا نام حاشر تھا، وہ حاجی صاحب کی بات کا انگریزی میں ترجمہ کر رہا تھا۔ وہ امریکہ میں کافی عرصہ رہا ہے تو امریکی لہجے میں ترجمہ کرنے لگا۔ تو اس نے لفظ اللہ کا ترجمہ God سے کیا۔ وہ حاجی صاحبؒ کے بائیں جانب بیٹھا تھا تو حاجی صاحب نے اس کے زور سے ایک تھپڑ لگایا اور فرمایا کہ God کیا ہوتا ہے؟ اللہ کہو۔ وہ پہلے ہی سرخ وسفید نوجوان تھا، تھپڑ لگا تو اور لال ہو گیا۔ جب حاجی صاحب اندر چلے گئے تو مولانا فہیم صاحب نے انگریزی میں جونٹی روڈز سے کہا کہ ہمارے بزرگ کا بایاں ہاتھ بہت سخت ہے۔ تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا اسی وجہ سے تم ان کے دائیں طرف بیٹھے۔ میں نے کہا: جی ہاں!

ایک مرتبہ سعید انور صاحب ملنے کے لئے آئے تو مولانا اسے لے کر حاجی صاحبؒ کے کمرے میں چلا گئے۔ ہم سے پہلے دو میواتی بوڑھے حاجی صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ حاجی صاحبؒ چارپائی پر بیٹھ کر تلاوت فرما رہے تھے اور وہ دونوں زمین پر بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک بالکل مسکین سی شکل بنا کر بیٹھا تھا، جبکہ دوسرا بہت تیز طبیعت کا تھا اور مسلسل بول رہا تھا۔ اور حاجی صاحبؒ سے کہہ رہا تھا۔ آپ

ہمیں چپیڑ مارو جب تک آپ ہمیں نہیں مارو گے ہم ٹھیک نہیں ہوں گے۔

حاجی صاحبؒ اس کے جواب میں یہی کہتے : جا جا تیری شکل ہے چپیڑ کھانے والی اور دوسرا جو بالکل مسکین سا تھا اسے حاجی صاحب نے کچھ دیر بعد زور سے تھپڑ لگایا اور کہا کہ بڑا صوفی بنا بیٹھا ہے۔۔۔ جو کہہ رہا تھا تھپڑ مارنے کو اسے نہیں مارا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ حاجی صاحبؒ جان بوجھ کر تھپڑ نہیں مارتے تھے۔ من جانب اللہ ان کا ہاتھ اٹھ جاتا تھا۔ پھر اس بات کی تصدیق ہوگئی۔

ہم اردن گئے۔ ایئرپورٹ سے باہر آئے۔ ایک ساتھی کی گاڑی میں بیٹھے مرکز جانے کے لیے۔ اس عرب نے بیٹھتے ہی کہا کہ مجھے شیخ سے قصاص لینا ہے۔۔۔ میں نے پوچھا کس چیز کا قصاص لینا ہے؟ تو اس نے کہا کہ جب میں رائے ونڈ گیا تھا تو وہاں مجھے حاجی صاحب نے تھپڑ مارا تھا۔ میں نے ساری بات حاجی صاحبؒ سے عرض کردی۔ حاجی صاحبؒ کچھ دیر کے لئے خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ:

> ''میرا ہاتھ خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ من جانب اللہ ایسا ہوتا ہے۔ مجھے اس کا ادراک تک بھی نہیں ہوتا۔ بعد میں مجھے خیال آتا ہے کہ مجھ سے یہ کیا ہوا۔ پھر میں نے اللہ سے دعا مانگی ہوئی ہے کہ یا اللہ! جس پر بھی میرا ہاتھ اٹھ جائے تو اسے اس کے لئے رحمت بنادے۔''

میں نے ساری بات کا ترجمہ کر کے اس عرب کو بتایا تو وہ خوش ہو گیا اور مجھے بارہا اس کا ادراک ہوا کہ جسے بھی حاجی صاحب کا تھپڑ لگتا وہ اتنا ہی زیادہ حاجی صاحب کے اور قریب ہو جاتا ہے اور حاجی صاحب کا عاشق و دیوانہ بن جاتا تھا۔

خواص کی تعریف حاجی صاحبؒ کی زبانی

حاجی صاحبؒ میں استغناء جس درجہ کا تھا، یہ قریب والے ہی محسوس کر سکتے تھے۔ بڑے سے بڑا دنیادار اور عہدے دار حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آتا تو حاجی صاحبؒ کبھی بھی اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ نہ کسی کی حیثیت سے متاثر

ہوئے اور نہ ہی کسی کے مال سے، جب حاجی صاحبؒ کے سامنے لفظ خواص آتا تو حاجی صاحبؒ اس کی یہ تشریح فرماتے تھے،، جو اللہ کے غیر سے جتنا متاثر ہے وہ اتنا ہی بڑا خواص میں سے ہے۔

شب وروز کے معمولات

حاجی صاحبؒ روزانہ فجر کی نماز سے پہلے قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور صبح کے وظائف مکمل کر کے فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ فجر کے بعد آپ کا بیان ہوتا تھا۔ حاجی صاحبؒ اپنے معمولات خوب تسلسل اور باقاعدگی سے انجام دیتے تھے۔ روزمرہ کی دعاوں اور اذکار مسنونہ کا کثرت سے اہتمام رہتا تھا۔ سنت کا اہتمام حد درجہ تک تھا۔ ہر روز سورۃ یٰسین کا اہتمام ہوتا۔ سورۃ یٰسین بہت اہتمام سے پڑھتے تھے۔ مغرب کے بعد سورۃ الم سجدہ، سورۃ واقعہ اور سونے سے پہلے سورۃ ملک کی تلاوت کرتے۔ تیسرا کلمہ و درود شریف اور استغفار کا زندگی کے آخر تک معمول رہا۔ روزانہ ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پانچ ہزار مرتبہ لفظ اللہ کا ورد کرتے تھے۔ عصر کے بعد کلمہ طیبہ اور اللہ کا ذکر بالجہر کرتے تھے اور آخری تین سورتیں تین تین مرتبہ پڑھنے کا عمل بارہا ان سے سنا گیا اور عصر کے بعد طلبہ بعض اوقات زعفران سے چینی کے برتن پر آیت الشفاء لکھتے تھے پھر وہ دھو کر صبح کے وقت حاجی صاحب کو پلائی جاتی تھی۔ اس کے علاو 7 عجوہ کھجوریں روزانہ حاجی صاحب کو کھلائی جاتی تھیں۔ کھجور کھانی مشکل ہوتی تھی تو رات کو زم زم میں بھگو کر رکھتے تھے صبح اس کو مسل کر پلا دیتے تھے۔ سفر و حضر میں کبھی نہیں چھوٹا تاکہ سحر کے اثر سے محفوظ رہیں۔ مسواک ہمیشہ پاس رکھتے اور تہجد کی نماز مشکل ہے کہ کبھی قضاء ہوئی ہو۔ بیہوشی یعنی کومہ میں جانے سے پہلے آخری تہجد کی نماز بھی پڑھ کر گئے اور کومہ کے دوران بھی جب نماز کا وقت آتا تو ہاتھ اس طرح اٹھاتے جیسے نماز کی نیت باندھی ہو۔ اپنی ضرورتوں و حاجات کو صرف اللہ کے سامنے پیش فرماتے اور اسی

سے مدد ونصرت طلب فرماتے، بارہا دیکھا گیا کہ جب بھی کوئی بندہ اپنا مسئلہ ان کے پاس لے کر آتا تو اسے فوراً صلوۃ الحاجت پڑھنے کی ترغیب دیتے، پوری امت کے لئے ہدایت کی دعا مانگنا گویا ان کی گھٹی میں شامل تھا۔ چنانچہ مولوی طارق جمیل صاحب فرماتے ہیں:

"اس عمر میں بھی جب تک ان کی ہمت تھی وہ فرمایا کرتے تھے کہ تین ہزار مرتبہ میں یہ پڑھتا ہوں، ایک ہزار مرتبہ میں یہ پڑھتا ہوں، دو ہزار مرتبہ یہ میں پڑھتا ہوں، اتنی تسبیحات بتائیں کہ میں بھول ہی گیا مجھے تو سن کر ہی سر میں درد ہو گیا مجھے فرمانے لگے میرے منے: ہزار دفعہ قل ہو اللہ روزانہ پڑھا کر سر درد ٹھیک ہو جائے گا۔ زندگی کی قیمت کو اگر کسی نے وصول کیا ہے اور ہر لمحہ اللہ کے نام پر کسی نے بیچا ہے تو وہ ایک ہی آدمی دیکھا "محمد عبدالوہاب۔"

مولانا فہیم صاحب کہتے ہیں کہ یک مرتبہ رات کے اڑھائی یا تین بجے کے درمیان مجھے بلایا۔ میں گیا تو دیکھا تسبیح ہاتھ میں لیے ذکر فرما رہے ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ میرے چاند! میرے منے! کوئی ایسی ترکیب نہیں ہے کہ کافر بھی دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں۔ ان کی بھی بخشش ہو جائے کوئی دوزخ میں نہ رہے۔ میں نے عرض کیا نہیں، تو خاموش ہو گئے اور چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

ایک دفعہ ان کے بڑے بھائی راؤ الیاس صاحب نے کہا میرے لیے دعا کر دیں تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا میں نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا میں بڑا بھائی ہوں باپ کے برابر میرے لیے دعا نہیں کریں گا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا میں اپنی دعا کی قوت ایک فرد کے لیے ضائع نہیں کر سکتا میں تو پوری امت کے لیے دعا کرتا ہوں آپ بھی امت میں ہو آپ کو آپ کا حصہ مل جائے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد حج کے سفر میں فرمایا اب تو دعا میں امت کا لفظ بھی نہیں نکلتا۔ پوری انسانیت کے لیے دعا کرتا ہوں۔ جس کا معمول آخر تک رہا۔

جادو والی کتاب:

بیرون ملک جانے والی جماعتوں کو ہدایات دیتے ہوئے حاجی فرمانے لگے کہ ''ہر کام سے پہلے دو رکعت نفل پڑھو پھر وہ کام کرو۔'' فرمانے لگے کہ: ''ایک دفعہ ایک جماعت بغیر نماز پڑھے امیگریشن والوں کے پاس چلی گئی۔۔۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ جماعت کے ساتھیوں نے کہا ہم تبلیغ والے ہیں۔۔۔ امیگریشن والوں نے کہا نہیں تم تبلیغ والے نہیں لگتے وہ تو پہلے نماز پڑھتے ہیں پھر اپنے دو آدمی ہمارے پاس بھیجتے ہیں۔ اور ہم انھیں کبھی روک دیں تو وہ اپنی ''جادو والی کتاب'' (فضائل اعمال) نکال کر پڑھنے لگتے ہیں پھر دو آدمی ہمارے پاس بھیجتے ہیں۔ پھر حاجی صاحب فرمانے لگے کہ ہر کام سے پہلے دو نفل پڑھ لو تو انشاء اللہ کی طرف سے ہر کام آسان ہو جائے گا۔

حاجی صاحبؒ کی ذاتی بیاض

حاجی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی شخص حاجی صاحبؒ کے پاس اپنے کسی مسئلے کے حل کے لیے آتا تو حاجی صاحبؒ اسے ہمیشہ کسی نہ کسی عمل کا پتہ بتا دیتے۔ بہت سے لوگوں کو حاجی صاحبؒ نے مختلف وظائف بھی بتائے۔ اسی طرح حاجی صاحبؒ کے معمولات بھی امت کے لیے ایک گرانقدر تحفہ ہے۔ اس سلسلے میں قارئین کی خدمت میں حاجی صاحبؒ کی وہ ذاتی بیاض پیش کی جا رہی ہے جو ہر وقت حاجی صاحبؒ کی جیب میں ہوا کرتی تھی۔ یہ ذاتی بیاض اوراد و وظائف اور دیگر کچھ مفید مضامین پر مشتمل ہے جس کو مرتب کر کے آپ حضرات کی نذر کیا جا رہا ہے۔

★... اس کو روزانہ پڑھنے کا معمول تھا

هو	الله	الرحمن	الرحيم	الملک	القدوس	السلام	المومن	المهيمن
العزيز	الجبار	المتكبر	الخالق	البارى	المصور	الغفار	القهار	الوہاب
الرزاق	الفتاح	العليم	القابض	الباسط	الخافض	الرافع	المعز	المذل
السميع	البصير	الحكم	العدل	اللطيف	الخبير	الحليم	العظيم	الغفور
الشكور	العلى	الكبير	الحفيظ	المقيت	الحسيب	الجليل	الكريم	الرقيب
المجيب	الواسع	الحكيم	الودود	المجيد	الباعث	الشهيد	الحق	الوكيل
القوى	المتين	الولى	الحميد	المحصى	المبدئ	المعيد	المحى	المميت
الحى	القيوم	الواجد	الماجد	الواحد	الاحد	الصمد	القادر	المقتدر
المقدم	المؤخر	الاول	الاخر	الظاهر	الباطن	الوالى	المتعال	البر
التواب	المنتقم	العفو	الروف	مالک الملک	ذوالجلال والاكرام	المقسط	الجامع	الغنى
المغنى	المانع	الضار	النافع	النور	الهادى	البديع	الباقى	الوارث
الرشيد	الصبور							

★... روزانہ ان کو ایصال ثواب کرتے تھے:

ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین

۱	حضرت خدیجہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۲	حضرت سودہ بنت زمعاء	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۳	حضرت عائشہ صدیقہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۴	حضرت حفصہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۶	حضرت ام سلمہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۷	حضرت زینب بنت جحش	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۸	حضرت جویریہ بنت حارث	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۹	حضرت ام حبیبہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۰	حضرت صفیہ	رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۱	حضرت میمونہ بنت حارث بن حزن	رضی اللہ تعالیٰ عنہا

★... روزانہ ان کو ایصال ثواب کرتے تھے

اسماء حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱	حضرت ابوبکر صدیق	رضی اللہ عنہ	۶	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح	رضی اللہ عنہ
۲	حضرت عمر بن خطاب	رضی اللہ عنہ	۷	حضرت سعد بن ابی وقاص	رضی اللہ عنہ
۳	حضرت عثمان بن عفان	رضی اللہ عنہ	۸	حضرت زبیر بن عوام	رضی اللہ عنہ
۴	حضرت علی بن ابی طالب	رضی اللہ عنہ	۹	حضرت طلحہ	رضی اللہ عنہ
۵	حضرت عبدالرحمن بن عوف	رضی اللہ عنہ	۱۰	حضرت سعید بن زید	رضی اللہ عنہ

*... درود شریف

ذیل میں کچھ درود شریف مع فضائل کے لکھے گئے ہیں جو حاجی صاحبؒ کے پڑھنے کا معمول تھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

*... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذِكْرِهٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ۔

فضیلت: یہ درود شریف پڑھا تو گویا سارے درود بھیج دیے۔

*... اَللّٰهُمَّ اٰمِنَّا فِىْ اَوْطَانِنَا وَاَصْلِحْنَا وَاَصْلِحْ وُلَاةَ اُمُوْرِنَا. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

فضیلت: حضور اکرم ﷺ کی سفارش، کہ اس کے پڑھنے والے سے حساب نہ لیا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔

*... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ۔

اگر کوئی بعد نماز ظہر و عصر ۳۔ ۳ بار اور جمعہ کے روز ہر نماز کے بعد ۷۔ ۷ مرتبہ پڑھا کرے تو اس درود شریف کے ہر صیغہ پر اس قدر ثواب ہوگا کہ فرشتوں کے لیے میسر نہ ہوگا کہ اس کا ثواب لکھ سکیں۔

*... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

ہر درد اور بیماری کے دفع کے لیے اول و آخر ۳۔ ۳ بار یہ درود شریف درمیان میں سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ پھر سورۃ اخلاص ۳ مرتبہ پڑھے، بیمار پر دم کرے تو اللہ تعالیٰ شفاء کامل بخشیں گے۔ اگر دن رات میں ۱۰۰ بار ورد کیا جائے تو ہر خلاف شرع بات سے، زحمت باطنی سے یہاں تک کہ بدعت و گمراہی سے محفوظ رہے۔

★... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مَّقْرُوْنَةً بِذِكْرِ حَتّٰٓى اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةً جَامِعَةً بَيْنَ فَرَحِهٖ وَسُرُوْرِ حَتّٰٓى اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مُّحِيْطَةً بِطُوْرِهٖ وَصُوْرِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مُّنَوِّرَةً لِّقُلُوْبِ اَصْحَابِ صُدُوْرِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوةً شَارِحَةً لِّمَفْتُوْحِهٖ فِيْ مَسْطُوْرِهٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ وَالْاَوْلِيَآءِ بِعَدَدِ عُبُوْرِهٖ وَمُرُوْرِهٖ بَيْنَ الْمَآءِ وَطُهُوْرِهٖ وَالنُّوْرِ وَظُهُوْرِهٖ وَالْحَقِّ وَاُمُوْرِهٖ۔

ف: اس درود شریف کے خواص و فوائد بہت ہیں، خصوصاً قلوب کو کھینچنے، منافع کی کشش اور دلوں کے اندر قبولیت کو بڑھانے میں، اور سلاطین و امراء اور عظماء و وزراء اور اہل اختیار و اقتدار سے ملاقات کے وقت اس کا تجربہ محقق ہو چکا ہے۔

★... صَلَّى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ۔

ہر فرض نماز کے بعد ۷ مرتبہ ورد کرے تو کوئی دشمن اس کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو مثلاً شیطان ونفس، جن وانس اور سانپ بچھو وغیرہ اور ہر وہ عمل کہ اس کے شروع کرنے سے پہلے یہ درود شریف ۳ مرتبہ پڑھے۔ تو اللہ پاک اس عمل کو قبول فرمائیں گے، رد نہیں کریں گے۔

★... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ۔

ف: حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو شخص یہ درود شریف پڑھے میں اس کی شفاعت کروں گا اپنے پروردگار کے پاس اور وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور میرے حوض کوثر سے پانی پیئے گا اور جو میرے حوض کوثر سے پانی نوش کرے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔

★... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ وَالرَّحْمَةِ

لِلْعٰلَمِیْنَ ظُهُوْرُهٗ عَدَدَ مَنْ مَّضٰی مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِیَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلَاةً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلَاةً لَا غَایَةَ لَهَا وَلَا انْتِهَآءَ وَلَا اَمَدَ لَهَا وَلَا انْقِضَآءَ صَلَوَاتِكَ الَّتِیْ صَلَّیْتَ عَلَیْهِ صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِكَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَذَالِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

ف: اس درود شریف کا ایک بار پڑھنا دس ہزار کے برابر اور دس بار لاکھ کے برابر۔ اگر صبح شام تین تین بار ورد کرے تو قبر وحشر میں تمام معاملات آسان ہو جائیں، اگر ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرے تو نظر تیز ہو۔ اور درد چشم کے لیے جو کسی دوائی سے ٹھیک نہ ہو سات بار پڑھ کر آنکھ پر دم کرے تو اس درود شریف کی برکت سے ٹھیک ہو، اگر کوئی بیماری رکھتا ہو اس کی برکت سے صحت بلیغ نصیب ہو۔ اگر شب جمعہ میں ہزار بار پڑھے تو حضور درود کی خواب میں زیارت کرے۔ شیخ ابن حجر مکیؒ نے اس قصہ کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اولیاء کرام میں سے ایک بزرگ تھے جو ہر شب میں دس ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھنے کا معمول رکھتے تھے، ایک بار وہ بیمار ہو گئے، اور اپنا یہ وظیفہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے سے عاجز آ گئے، اس سے ان کو سخت تشویش اور غم ہوا، ایک شب خواب میں آنحضرت درود کی زیارت ہوئی۔ آنحضرت انے ان سے فرمایا کہ یہ درود شریف ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو تمہارے لیے دس ہزار کے وظیفے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

٭... علامہ فاکہانی اپنی کتاب ''فجر منیر'' میں ذکر کرتے ہیں کہ مجھے شیخ صالح موسیٰ ضریرؒ نے بتایا کہ ایک دفعہ میں دریائے شور میں کشتی میں سوار ہوا، پس ایسی باد مخالف چلی جس کی وجہ سے کم لوگ غرق ہونے سے نجات پاتے ہیں، اسی حالت میں مجھے اونگھ آ گئی، خواب میں حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل کشتی سے کہو کہ ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھیں:

* اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

شیخ صالح موسیٰ ضریرؒ فرماتے ہیں کہ میں بیدار ہوا، اور اہل کشتی کو اس خواب کی خبر دی۔ چنانچہ ہم نے یہ درود شریف پڑھنا شروع کیا، ابھی تین سو مرتبہ پڑھا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے ہماری مشکل حل کر دی، اور اس درود شریف کی برکت سے ہوا کو ساکن کر دیا۔ (کتاب الصلوۃ والبشر علی سید البشر ﷺ)

حضرت حسن بن علی اسوانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اس درود شریف کو کسی مہم، کسی آفت اور کسی مصیبت میں ہزار مرتبہ پڑھے، حق تعالیٰ شانہ اس کی مشکل کشائی فرمائیں گے، اور اس مصیبت کو ٹال دیں گے۔ حصول مراد کے لیے نماز عشاء کے بعد دو رکعت، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورۃ اخلاص اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے۔ تمام کام آسانی سے میسر ہوں، جو اس بندہ کی کوشش سے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس کا پڑھنے والا ہرگز بدبخت نہیں ہوگا۔

*... اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ الْكُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْیَا وَاٰتِهٖ سُؤْلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی كَمَآ اٰتَیْتَ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی۔

ف: جو شخص اس طرح درود شریف پڑھے۔ آنحضرت ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کو اور اس کے والدین کو، عزیز و اقارب کو، دوست احباب کو بھی رتبہ شفاعت عطا فرمائیں گے۔

★... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

جو شخص بعد نماز ظہر ۱۰۰ مرتبہ پڑھے:

(۱) مقروض نہ ہوگا۔

(۲) اگر مقروض ہو تو اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے اس کے قرض کا انتظام فرمائیں گے۔

(۳) قیامت کے دن اس سے کسی نعمت کا حساب اور کسی تقصیر پر عذاب نہ ہوگا۔

•... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي النَّبِيِّيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي الْمُرْسَلِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي الْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ وَّلَمْ اَرَهٗ فَلَا تَحْرِمْنِيْ فِي الْجِنَانِ رُؤْيَتَهٗ وَارْزُقْنِيْ مَحَبَّتَهٗ وَتَوَفَّنِيْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِهٖ شَرَابًا سَآئِغًا لَّا نَظْمَاُ فِيْهِ بَعْدَهَا اَبَدًا ج اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنِّيْ تَحِيَّةً وَّسَلَامًا ج اَللّٰهُمَّ وَكَمَا اٰمَنْتُ بِهٖ وَلَمْ اَرَهٗ فَلَا تَحْرِمْنِيْ فِي الْجِنَانِ رُؤْيَتَهٗ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ج۔

ف: اگر نماز فجر اور مغرب کے بعد اس درود شریف کا تین تین بار ورد کرے تو (۱) گناہ معاف ہوں (۲) درجات بلند ہوں (۳) غم واندوہ سے خلاصی نصیب ہو (۴) آنحضرت درود کی محبت نصیب ہو (۵) ایمان والی موت نصیب ہو (۶) دشمنوں کے مقابلہ میں مدد ہو (۷) اور بہشت میں سرورِ عالم درود کی رفاقت نصیب ہو۔ اگر شب جمعہ میں گیارہ بار ورد کرے تو بہت نفع ہو۔

★... سُبْحَانَ اللّٰهِ جو شخص صبح وشام سو ۱۰۰ مرتبہ یہ کلمہ کہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے سو ۱۰۰ حج کیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جو شخص صبح وشام سو ۱۰۰ مرتبہ یہ کلمہ کہے تو ایسا ہے جیسے اس نے سو ۱۰۰ مرتبہ جہاد کیا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو شخص صبح وشام سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے سو غلام آزاد کیے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ جو شخص صبح وشام سو مرتبہ یہ کلمہ کہے اس سے اس روز کوئی شخص افضل نہ ہو گا سوائے اس شخص کے جس نے یہ کلمات اتنی ہی بار یا اس سے زیادہ کہے ہوں۔ (ترمذی)

٭... ہر کام کی کفایت کے لیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس ہر کام کے لیے کافی ہونا (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) فجر اور عصر کی نماز کے بعد ۳ مرتبہ پڑھنے کا خصوصی اہتمام کریں۔

٭... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

اس دعا کی برکت سے امت کو عذاب دنیا سے مامون کر دیا گیا۔ (سورۃ نمل ۵۹)

٭... اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ

اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ۔ (۱ مرتبہ)

صبح کی ابتداء، فتح، مدد، نور و برکت اور ہدایت کے حصول کے لیے مفید ہے۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ (شام کے وقت پڑھیں) بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا۔ ۱ مرتبہ

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ (ترمذی)

★... اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ، وَعَلٰى كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ، وَ عَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

(شام کے وقت پڑھیں) اَمْسَيْنَا ۱ مرتبہ

جو صبح کو پڑھے تو شام تک، شام کو پڑھے تو صبح تک تمام بلاؤں سے حفاظت میں رہے گا۔ (احمد)

★... تمام آفتوں سے حفاظت کے لیے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

(ابوداؤد) ۱ مرتبہ

★... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ۱ مرتبہ

دس نیکیاں، دس گناہوں کا مٹنا۔ دس درجات بلند ہونا۔ دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملنا شیطان اور ہر مکروہ چیز سے حفاظت (ترمذی)

*... سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ١٠٠ مرتبہ

پڑھنے والے کے گناہ ساقط ہوں گے خواہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔ (مسلم)

*... سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ ١٠٠ مرتبہ

دو کلمے ہیں جو رحمن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے ہیں، (اعمال کی) ترازو میں بہت بھاری ہیں۔ (بخاری)

*... اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔ ١ مرتبہ

شام کے وقت اَمْسٰی پڑھیں) دن رات کی نعمتوں کا شکرانہ (ابوداؤد)

*... لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

اسم اعظم جو مسلمان کسی حاجت کے وقت اللہ سے دعا کرتا ہے اللہ قبول فرماتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ٣ مرتبہ

مولانا الیاس صاحب یہ دعا کثرت سے مانگتے تھے

*... يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ۔ (١ مرتبہ)

*... يَا لَطِيْفًا بِخَلْقِهٖ يَا عَلِيْمًا بِخَلْقِهٖ يَا خَبِيْرًا بِخَلْقِهٖ اُلْطُفْ بِيْ يَا لَطِيْفُ يَا عَلِيْمُ يَا خَبِيْرُ۔

*... جسمانی روحانی امراض اور کفر اور فقر سے حفاظت کے لیے۔

(ابوداؤد، نسائی، البخاری)

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّيَ اللّٰهُ حَسْبِيَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ

اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ، وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ ۳مرتبہ

★... سیدالاستغفار۔۔مرتے ساتھ ہی دخول جنت کا پروانہ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

(بخاری، نسائی، ترمذی، ابوداؤد)

★... آج اور آنے والے کل کی خیر کی طلب اور شر سے پناہ اور کاہلی، برائے بڑھاپا، عذاب جہنم اور قبر کے عذاب سے پناہ کی درخواست۔ (مسلم)

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآاله اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَبِّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ، وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْيَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ، رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسْلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ، رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ۔ (ا مرتبہ شام کو)

اَمْسَيْنَا وَاَمْسٰى، هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اور بَعْدَهَا۔ سے تبدیل کریں۔ (ا مرتبہ)

★... ۳مرتبہ۔ ناگہانی آفتوں سے حفاظت (ابوداؤد، ترمذی)

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

★... اذکار میں تقصیر کی تلافی کے لیے (ابوداؤد)

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔

(امرتبہ)

★... دنیا اور آخرت کی عافیت اور بھلائی کو حاصل کرنے کے لیے

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَ كَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِيْنِيْ وَ دُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَ مَالِيْ، اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِيْ وَ عَنْ يَمِيْنِيْ، وَعَنْ شِمَالِيْ، وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ۔ (ابوداؤد) ا مرتبہ

★... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔

جو شخص سوتے وقت قل انما سے آخر سورت تک پڑھ کر سوئے گا اس کے گھر سے مکہ تک نور جگمگائے گا کہ جس میں فرشتے بھرے ہوئے ہوں گے اور وہ اس کے اٹھنے تک برابر اس پر رحمت نازل ہونے کی دعا کرتے رہیں گے اور جو شخص اس تمام سورت کو پڑھے گا وہ آٹھ دن تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

★... اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔

ف: حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"اگرچہ کیسے ہی شدید مرض میں گرفتار ہو اور زندگی سے بیزار ہو، موت کی دعا نہ

مانگے۔ زیادہ سے زیادہ مذکورہ بالا دعا مانگے"۔

★... ایک جامع دعا (جب اپنے لیے پڑھے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاتَ خَیْرًا لِّیْ۔

جب دوسرے کے لئے پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبَ۔ وَقُدْرَتِكَ عَلَی الْخَلْقِ، اَحْیِہٖ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْرًا لَّہٗ وَتَوَفَّہٗ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاتَ خَیْرًا لَّہٗ۔

★... ہر بیماری سے شفا اس دعا میں ہے

حضرت امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ بنی امیہ کے بعض مکانات میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا جس پر سونے کا تالا لگا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا "ہر بیماری سے شفا اس ڈبہ میں ہے اس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اُسْكُنْ اَیُّھَا الْوَجْعُ سَكَّنْتُكَ بِالَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اُسْكُنْ اَیُّھَا الْوَجْعُ سَكَّنْتُكَ بِالَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی طبیب کا محتاج نہیں ہوا۔ یہ دعا سر درد کے لیے مفید ومجرب ہے۔ (حیاۃ الحیوان: جلد ا صفحہ ۴۰)

٭... دشمن کے شر سے حفاظت کے لیے

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاھُمْ بِمَا شِئْتَ وَبِمَنْ شِئْتَ وَ کَیْفَ شِئْتَ اِنَّکَ عَلٰی مَا تَشَاءُ قَدِیْر.

٭... قرض کی ادائیگی کے لیے

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ.

فجر اور مغرب کے بعد ۱۱ مرتبہ باقی نمازوں کے بعد ۳ مرتبہ اول آخر درود شریف ۳ مرتبہ

٭... ا مرتبہ ستر ہزار فرشتوں کی دعا اور شہادت کی موت کے لیے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ٥

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ٥ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ٥ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ (ترمذی)

٭... ا مرتبہ ادائے قرض کے لیے مجرب نسخہ سونے سے قبل پڑھیں

غلام اور لونڈی کے حصول سے بہتر فرمایا

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی وَ مُنَزِّلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِہٖ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ

فَوْقَكَ شَيْءٌ وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔ (مسلم، ابن ماجہ)

★... جن بھوت وغیرہ سے حفاظت کے لیے (ترمذی)

اٰیۃ الْکُرْسِیْ، حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ○ ۱ مرتبہ

★... سحر سے حفاظت کے لیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَيْسَ شَيْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّبِاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَاَ وَذَرَءَ۔

★... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ○ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○

ف: اس سورت کا مریض پر پڑھنا، کیسا ہی لاعلاج مرض کیوں نہ ہو شفا کا باعث ہے۔ ۱۲

ق۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت میں سے جو کوئی صبح کے وقت ہمیشہ سورۃ انعام کی شروع کی تین آیات کا ورد رکھے گا تو حق تعالیٰ شانہ اس پر ستر ہزار فرشتے نگہبان مقرر فرمائے گا جو ہمیشہ اس کی حفاظت کریں گے۔ اس مقدس سورت کی تلاوت کرنے والے شخص کے نامہ اعمال میں قیامت تک روزانہ ان فرشتوں

کے اعمال کا ثواب لکھا جائے گا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سورۃ انعام کی پہلی تین آیات مالکسبون تک پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے چالیس فرشتے مقرر فرمادے گا جو قیامت تک اپنی عبادت کی طرح اس کے لیے عبادت کا ثواب لکھتے رہیں گے اور آسمان سے ایک فرشتہ اترتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے۔ جب شیطان اس بندہ کے دل میں وسوسہ ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ اس شیطان کو ایک ضرب لگاتا ہے تو شیطان اور بندے کے درمیان ستر پردے ہو جاتے ہیں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے سائے میں چل اور میری جنت کے پھل کھا اور کوثر کا پانی پی اور سلسبیل کے پانی سے غسل کر تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔

★... جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا فَاِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا رِيَاءً وَّلَا سُمْعَةً وَّخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُعِيْذَنِيْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۝

تو اللہ پاک بذات خود اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ باب المشی الی الصلوۃ۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ ص ۵۶)

★... پریشانی دور کرنے کے لیے نبوی نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا؟ اس شخص نے عرض کیا

کہ بیماری اور تنگدستی نے میرا یہ حال کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتاتا ہوں، وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی، وہ کلمات یہ ہیں:

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔

ترجمہ: میں اس زندہ ہستی پر بھروسہ کرتا ہوں جس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے، اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا مددگار ہے، اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیجئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ اس طرف تشریف لے گئے تو اس کو اچھے حال میں پایا۔ آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ ﷺ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں پابندی سے ان کلمات کو پڑھتا ہوں۔ (معارف القرآن جلد ۵، صفحہ ۵۳۱)

★... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي

الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ○ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ○ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ○ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ○ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ آیتیں پڑھے گا اس کی ہر چور سے، دشمن سے، چیرنے پھاڑنے والے جانور سے اور ہر رینگنے والے جانور سے حفاظت کی جائے گی۔ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔

★... دعاء حضرت ابوالدرداءؓ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ط اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

★... ستر اور پردے والی جگہوں پر بیماری سے حفاظت کے لیے

جو شخص يَامَلِكُ يَاقُدُّوْسُ ہر روز صبح کی نماز اور مغرب کی نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کرے گا انشاء اللہ کبھی کسی گندے مرض میں جیسے بواسیر ناسور، وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔ کبھی اس کے پردے یا شرم کی جگہ کوئی زخم یا بیماری نہ ہوگی اور کبھی اس کو کوئی شرم وحیا کی جگہ کسی غیر کو دکھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

★... جادو کو دور کرنے کے لیے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؁ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ؁ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ؁ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؁ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؁ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَّاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؁

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ؁ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ؁ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؁ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ؁ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ؁ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؁ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؁ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ؁

سورۃ الکافرون۔ سورۃ الاخلاص۔ سورۃ الفلق۔ سورۃ الناس اول آخر درود شریف گیارہ مرتبہ۔ پھر تمام آیات مع چاروں قل گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرلیں۔ اس میں سے کچھ پانی پی لیں باقی پانی دوسرے پانی میں ملا کر اس سے غسل کرلیں۔ یہ عمل مسلسل ۴۱ دن کریں۔

★... دعا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

دشمن سے حفاظت کے لیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَا عَلِيْمُ، يَا حَلِيْمُ، يَا عَلِيُّ، يَا عَظِيْمُ إِنَّا عَبِيْدُكَ وَفِيْ سَبِيْلِكَ نُقَاتِلُ عَدُوَّكَ، إِسْقِنَا غَيْثًا نَّشْرَبُ مِنْهُ وَنَتَوَضَّأُ فَإِذَا تَرَكْنَاهُ فَلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيْهِ نَصِيْبًا غَيْرَنَا وَاجْعَلْ لَّنَا سَبِيْلًا إِلٰى عَدُوِّكَ يَآ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا حَكِيْمُ، يَا كَرِيْمُ، يَآ أَحَدُ، يَا صَمَدُ، يَا حَيُّ، يَا مُحْيِيْ، يَا قَيُّوْمُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ يَا رَبَّنَا۔

★... دعا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

برائے برکت کثیر و حفظ جان و مال و از ہر شر و آفت

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى أَهْلِيْ وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَآ أَعْطَانِيَ اللّٰهُ ۚ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَآ أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ۚ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَعَزُّ وَأَجَلُّ وَأَعْظَمُ مِمَّآ أَخَافُ وَأَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ ۚ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْٓ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ إِنَّ وَلِيِّ يَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ○

★... ہر شریر کے شر والے جذبات سے تحفظ کے لیے

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ○ ۱۰۰ مرتبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ اَذًی، بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ وَبِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِیْ وَمَالِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ اَعْطَانِیْهِ رَبِّیْ ۚ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ، اَللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا ۚ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآئُكَ تَقَدَّسَتْ اَسْمَآئُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ ۚ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ وَّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ وَّ مِنْ شَرِّ قَضَآءِ السُّوْٓءِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا ۚ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ایک مرتبہ

★... برائے یرقان

سورہ الکوثر ۴۱ مرتبہ پڑھ کر دم کریں پھر ۴۱ مرتبہ ذیل کی دعا پڑھیں پھر دم کریں ان شاء اللہ اس سے ٹوٹ جائے گا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا.

★... برائے شوگر

بسم اللہ سات مرتبہ۔ سورۃ والطارق کی آیت اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ سات مرتبہ: سورۃ والعادیات مکمل ایک بار بسم اللہ کے ساتھ ہر کھانے پینے کی چیز پر دم کر کے کھائے پیے۔ ان شاء اللہ شوگر فوری کنٹرول ہوگی۔ اول آخر سات سات مرتبہ درود شریف۔

★... برائے جملہ امراض

روزانہ اہتمام کے ساتھ ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ایک ہزار مرتبہ اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔

★... حج یا عمرہ میں رکاوٹ پر:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ، بَلَدِ اللّٰهِ الْحَرَامِ

وَبَلِّغِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔

★... رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے:

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ط

★... ہر چیز سے حفاظت کے لیے

سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس، سات مرتبہ بعد جمعہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے سارا ہفتہ حفاظت رہے گی۔

★... برائے کینسر (ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ط

★... امام بغویؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوایوب انصاری ﷺ سے نقل فرماتے ہیں (جن کا مجموعہ یہ ہے) کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی اور سورۃ آل عمران کی یہ آیتیں یہاں سے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شَهِدَ اللّٰہُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۝ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

(اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہیں) اور ان کی شفاعت قبول کی گئی۔ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نازل کرنے کا ارادہ فرمایا تو عرش کے ساتھ چمٹ گئیں اور عرض کرنے لگیں یارب تو ہمیں زمین پہ اپنے

نافرمانوں کی طرف بھیجنے لگا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا میری عزت وجلال اور بلند مرتبہ کی قسم جو بندہ بھی تمہیں ہر نماز کے بعد پڑھے گا میں جنت اس کا ٹھکانہ بناؤں گا۔ چاہے جیسی بھی حالت میں ہو، اور **حظیرۃ القدس** میں اسے سکونت دوں گا اور روزانہ ستر مرتبہ اپنی چھپی ہوئی آنکھ سے اس کی طرف خاص نظر رحمت کروں گا اور روزانہ اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا۔ سب سے کم درجہ کی حاجت مغفرت ہے اور اسے ہر دشمن و حاسد سے پناہ میں رکھوں گا اور دشمنوں اور شریروں کے مقابلہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس کے جنت میں داخل ہونے سے رکاوٹ صرف موت ہے۔

(معالم التنزیل صفحہ ۲۸۲ جلد ا، روح المعانی صفحہ ۱۰۶ جلد ۳ تفسیر قرطبی صفحہ ۸۴، تفسیر مظہری صفحہ ۳۱ جلد ۳)

★... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے نقل فرمایا ہے (جن کا مجموعہ یہ ہے کہ) جو شخص روزانہ ستائیس مرتبہ مومن مرد اور مومن عورتوں کے لیے استغفار (یعنی **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ**) پڑھا کرے تو ان لوگوں میں سے ہوجائے گا جن کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور جن کی وجہ سے زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ پاک اس کے لیے ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے عوض ایک نیکی لکھ دیں گے۔ (طبرانی)

★... ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ** ٥ پچیس مرتبہ پڑھے تو کسی قسم کی کوئی ناگوار بات نہیں دیکھے گا۔ نہ اپنے گھر میں، نہ اپنے اہل وعیال میں، نہ اپنے محلہ میں، نہ اپنے شہر میں اور نہ اپنے محل قیام میں۔

★... حدیث پاک میں آتا ہے کہ بہترین دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةً عَامَّةً. اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ.

ترجمہ: اے اللہ امت محمد ﷺ پر رحمت عامہ نازل فرمادے، اے اللہ امت محمد ﷺ کی بگڑی بنادے۔

حلیہ میں معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ جو شخص روزانہ یہ دعا:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ دس مرتبہ مانگا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ابدال (اپنے قریب ترین لوگوں) کی فہرست میں لکھ دیتے ہیں

★... حدیث پاک میں ہے کہ: بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ پڑھ لیں تو کسی قسم کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔

★... حضرت ابوالدرداءؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کا ایک چوتھائی حصہ دوزخ سے بری کر دیتے ہیں اور اگر دو مرتبہ کہے تو اس کے جسم کا آدھا حصہ جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں اور اگر چار مرتبہ یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مکمل طور پر دوزخ سے بری کر دیتے ہیں (مجمع الزوائد)۔

★... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ روئے زمین پر جو شخص بھی:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ایک مرتبہ کہے تو اس کے سارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (الترغیب)

★... ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ کیا تم میں سے ہر ایک عاجز ہے اس بات سے کہ صبح و شام اللہ سے عہد کرے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہے وہ عہد؟ آپ ﷺ نے فرمایا صبح و شام یہ کہہ لیا کرو:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْكَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّكَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ

فَاجْعَلْ لِیْ عِنْدَکَ عَهْدًا تُوَفِّیْنِیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

جب کوئی شخص ان کلمات کو کہے تو اس پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ کے پاس عہد ہے۔ ان کلمات کو کہنے والا کھڑا ہوگا اور جنت میں داخل ہو جائے گا (امام قرطبی ج ۱۱ ص ۱۵۴)۔

★... جس نے یٰسین شریف کو لکھ کر پی لیا۔ اس کے اندر ایک ہزار دوائی ایک ہزار نور، ایک ہزار یقین، ایک ہزار رحمت، ایک ہزار شفقت ورآفت اور ایک ہزار ہدایت داخل کر دی گئی اور اس کے اندر سے ہر قسم کی بیماری اور کھوٹ کو نکال دیا گیا۔

امام ثعلبی نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور امام ترمذی الحکیم نے نوادر الاصول میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی حدیث سے مسنداً ذکر فرمایا ہے۔ (قرطبی ج ۱۵، ص ۱)

★... حضرت حارث ﷺ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے مقالید کی تفسیر کے بارے میں پوچھا لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پارہ ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۶۳)

آپ ﷺ نے فرمایا اے علی ﷺ! تم نے عظیم المقالید کے بارے میں پوچھا وہ یہ ہے کہ تم جب صبح کرو تو دس مرتبہ یہ کہہ لیا کرو اور جب شام کرو تو دس مرتبہ یہ کہہ لیا کرو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العلی العظیم هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ ط وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

جو ان کلمات کو صبح وشام دس دس مرتبہ کہہ لے اللہ تعالیٰ اسے چھ انعامات سے نوازتے ہیں۔ اُن میں سے پہلا شیطان اور اس کے لشکر سے حفاظت فرماتے ہیں لہٰذا شیطان اور اس کے لشکر کا اس شخص پر کوئی تسلط نہیں ہوتا۔ دوسرا جنت میں اسے قنطار عطا

فرمائیں گے جو اپنے وزن میں اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گے۔ تیسرا اس کو ایسے درجہ میں بلند کریں گے کہ جس میں صرف ابرار ہی پہنچیں گے چوتھا حورعین کی اس سے شادی کریں گے۔ پانچواں بارہ ہزار فرشتے اس کے پاس حاضر ہو کر پھیلے ہوئے باریک چمڑے پر ان کلمات کا ثواب لکھیں گے اور قیامت کے دن اس کو لے کر اس شخص کے لیے حاضر ہوں گے۔ چھٹا اس کے کہنے والے کے لیے اتنا اجر ہے گویا کہ اس نے تورات، انجیل، زبور اور فرقان پڑھا اور اس شخص کی طرح جس نے حج وعمرہ کیا اور اللہ نے اس کے حج اور عمرہ کو قبول فرمالیا، اور اگر اس دن یا اس رات یا اس مہینہ میں مر گیا تو شہداء کی مہر اس پر لگادی جائے گی۔ (امام قرطبی نے سورۃ الزمر کی اس آیت کے ذیل میں اس کو ذکر کیا احکام القرآن)

★... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی آیت لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں) اس سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسمان اور زمین کی کنجیوں سے یہ کلمات مراد ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ o

اے عثمان! جو شخص یہ کلمات صبح وشام دس دفعہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو چھ نعمتوں سے نوازیں گے۔

۱۔ شیطان اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔

۲۔ اس کو اجر وثواب کا بڑا ڈھیر دیا جائے گا۔

۳۔ حورعین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔

۴۔ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۵۔ وہ جنت میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ہوگا۔

۶۔ بارہ فرشتے اس کی موت کے وقت حاضر ہوں گے اور اس کو جنت کی بشارت سنائیں گے، اس کو قبر سے عزت و احترام کے ساتھ لے جائیں گے، اگر وہ قیامت کے ہولناک حالات سے گھبرائے گا تو فرشتے اس کو تسلی دیں گے اور کہیں گے کہ گھبراؤ نہیں تم قیامت کی ہولناکیوں سے امن میں رہنے والوں میں ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے آسان ترین حساب لیں گے اور جنت میں لے جانے کا حکم دیں گے۔ چنانچہ فرشتے اس کو میدان حشر سے جنت کی طرف اس طرح عزت و احترام سے پہنچائیں گے جیسے دلہن کو لے جایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اس کو جنت میں داخل کر دیں گے۔ جب کہ دوسرے لوگ حساب و کتاب کی شدت میں مبتلا ہوں گے۔ (روح المعانی ص ۲۲ ج ۲۴)

★... حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب ایماندار بندہ آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچاتا ہے تو خدا تعالیٰ مشرق اور مغرب کی قبروں میں سے ہر ایک قبر میں چالیس نور داخل کرتا ہے اور اُن کی قبروں کو نہایت وسیع و فراخ کر دیتا ہے۔ پڑھنے والوں کو ستر نبیوں کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ہر ہر حرف کے عوض ایک ایک درجہ بڑھتا ہے اور ہر ایک مردہ کے عوض دس دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ نیز ایک حدیث صحیح میں یوں آیا ہے کہ جو شخص گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو ان مردوں کے شمار کے موافق اس کو ثواب دیا جاتا ہے۔ (کذافی الدرالمختار)

★... ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص الحمد، قل ھو اللہ اور سورہ تکاثر پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب بخشے گا۔ مردے قیامت کے روز اس کے لیے شفیع ہوں گے۔ سورہ یٰسین پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب بخشنے سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور اس کو بھی مردوں کے شمار کے موافق ثواب ملتا ہے۔ (**کذا فی الشامی نقلاً عن البحر**)

★... کینسر اور ہر موذی اور لاعلاج مرض کے لیے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اس عمل کی کوۃ ۱۴۰۰ مرتبہ شب جمعہ میں اول وآخر ۱۱۔مرتبہ درود قادری۔ پھر ۴۱ ساخت بنا کر شہد انگلی پر لگا کر اس کو چپکا کر چاٹ لیں اور اس کاغذ کو چبا کر کھالیں۔۱ گیارہ مرتبہ پڑھیں اول آخر درود قادری:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

۲۔ پڑھ کر پانی پر دم کریں اور وہ پانی پیئں ۳۔ پانی پر دم کر کے اس پانی سے غسل کریں۔مریض خود کرے ورنہ دوسرا شخص جس نے زکوۃ ادا کی ہو۔

★... ہر موذی مرض سے شفاء کے لیے

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّیَ اللّٰہُ حَسْبِیَ اللّٰہُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ ۚ اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ فَوَّضْتُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

★... شہادت کی موت کے لیے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ مَا خَلْفَھُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

★... بہترین درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ کَمَآ اَمَرْتَنَآ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ کَمَا یَنْبَغِیْٓ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ بِعَدَدِ مَنْ

صَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ۔

اور''ازھار''میں علاوہ دوسری کتابوں کے ایک جملہ اور بھی منقول ہے۔

وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ۔

دس مرتبہ یہ کہے (حصن حصین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ۔

★... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً ۝

نماز فجر اور مغرب کے بعد ۳۳ مرتبہ : حضور ﷺ کی قبر مبارک اور پڑھنے والے کی قبر کے درمیان طاقچہ کھول دیا جائے گا۔

★... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ ۝

دن میں اور رات میں ۵۰، ۵۰ بار ورد کرنے سے نفس طاعت الٰہی وتوفیق میں کاہل نہ ہوگا اور زوال ایمان کے خطرے سے محفوظ ہوگا۔

★... جماعتوں کو ویزے کے حصول میں آسانی کے لیے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا. اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ وَ فُلَانٍ وَّجُنُوْدِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ وَ اَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ، اَللّٰهُمَّ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَآؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ۝

سب جماعتیں تین یوم لگاتار دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون دس مرتبہ، دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص گیارہ مرتبہ، پھر سلام کے بعد سجدہ میں دس مرتبہ درود ابراہیمی، دس بار تیسرا کلمہ پورا، دس بار ربنا اتنا فی الدنیا پڑھ

کردعا کر کے جائیں۔اس کے بعد دعا حضرت علاء الحضرمی ﷺ پڑھیں۔

★... مرتے دم تک صحیح سلامت رہنے کا نسخہ

جو شخص چاہے کہ مرتے دم تک اس کے تمام اعضاء درست رہیں، اور وہ تندرست رہے تو یہ آیت روزانہ تین دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ○

★... لاعلاج امراض کا علاج

حضرات بغوی اور ثعلبی نے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے بیمار کے پاس سے ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے اس کے کان میں سورۃ مومنون کی درج ذیل آیتیں پڑھیں، وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ○ وَمَنۡ يَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ○

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔(قرطبی، مظہری بحوالہ معارف القرآن : جلد ۶ صفحہ ۲۳۸)

★... بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجے گا وہ درود جھٹ پٹ اس

کے منہ سے نکل جاتا ہے پھر نہیں باقی رہتا کوئی میدان اور نہ کوئی دریا اور نہ کوئی جانب مشرق کی اور مغرب کی مگر یہ درود ان کے پاس سے گزرتا ہوا کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کا درود ہوں جو فلاں کا بیٹا ہے۔ اس شخص نے حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجا ہے جو مختار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ پھر ہر چیز اس درود خواں کے لیے رحمت کی دعا کرتی ہے اور اس درود سے ایک پرندہ پیدا کیا جاتا ہے، اس کے ستر ہزار بازو ہوتے ہیں، ہر بازو میں ستر ہزار پر، ہر پر میں ستر ہزار سر اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ستر ہزار زبان، ہر زبان میں ستر ہزار بولیوں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس درود خواں کے لیے ان سب تسبیحوں کا ثواب لکھتے ہیں۔ (دلائل الخیرات)

تنبیہ :مذکورہ فضائل و درجات کے حصول کے لیے ہر گناہ سے بچنا اور مکمل دین داری اختیار کرنا اور آیات وادعیہ کو پورے دھیان وتوجہ سے پڑھنا انتہائی ضروری ہے۔

متفرق باتیں جن کو حاجی صاحبؒ روزانہ پڑھتے تھے

★... وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ۔

یعنی بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے، اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے، اسی کی پسندیدہ روش پر چلے اور اس کی طرف آنے کی دعوت دے، اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں موثر ہو۔ جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذاتِ خود اس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے۔ اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لیے سیدنا محمد ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عمریں صرف کی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا○

یعنی جولوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نورِ بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنے قرب ورضا جنت کی راہیں سمجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات ومجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت اور انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ھُوَ اجْتَبٰکُمْ۔

اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درستی پر لانے کے لیے پوری محنت کرو، جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہو۔ آخر دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لیے کتنی محنتیں اٹھاتے ہو۔ یہ تو دین کا اور آخرت میں دائمی کامیابی کا راستہ ہے۔ جس میں جس قدر محنت برداشت کی جائے انصافاً تھوڑی ہے۔ (ف ۸) کہ سب سے اعلیٰ وافضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت عنایت کی۔ تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے تم کو چھانٹ لیا اور سب امتوں پر فضیلت بخشی۔ (ف ۱۲) یعنی پسند کیا تم کو اس واسطے کہ تم اور امتوں کو سکھاؤ رسول تم کو سکھائے اور یہ امت جو سب سے پیچھے آئی یہی غرض ہے کہ تمام امتوں کی غلطیاں درست کریں اور سب کو سیدھی راہ بتائے۔ گویا جو مجد وشرف اس کو ملا ہے اسی وجہ سے ہے کہ یہ دنیا کے لیے معلم بنے اور جہاد کرے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ الخ (پ۴۔ ع۲۔ ف۸)

یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے۔ اس کے علم ازلی میں پہلے سے یہ مقدر ہو چکا تھا۔ جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزمان محمد ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہوں گے، آپ کی امت بھی جملہ امم واقوام پر سبقت لے جائے گی۔ کیونکہ اس کو سب سے اشرف واکمل

پیغمبر نصیب ہوگا۔ ادوم واکمل شریعت ملے گی، علوم و معارف کے دروا ے اس پر کھول دیے جائیں گے۔ ایمان وعمل وتقویٰ کی تمام شاخیں اس کی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی۔ وہ کسی خاص قوم ونسب یا مخصوص ملک واقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم اور انسانی زندگی کے لاتعداد شعبوں کو محیط ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہوانہیں جنت کے دروازوں پر لا کھڑا کردے۔ اخرجت للناس میں اسی طرف اشارہ ہے۔

... مسجد وار جماعت کے امور

۱۔ ہفتہ کے دو گشت۔	۲۔ روزانہ کی تعلیم گھر اور مسجد کی۔
۳۔ مہینہ کے تین یوم۔	۴۔ روزانہ ڈھائی گھنٹہ کی محنت۔

۵۔ روزانہ مشورہ کے لیے بیٹھنا۔

محلہ میں پاکیزہ اعمال کو زندہ کرنے کے لیے جڑ کر فکر کے لیے بیٹھنا۔ ڈھائی گھنٹے اعمال دعوت کو زندہ کرنے کی گھر گھر محنت کرتے ہوئے ان اعمال میں لگنا۔ ایک موقعہ پر فرمایا یہ ڈھائی گھنٹے تو کم از کم ہیں۔ اگر کوئی اس سے زیادہ دے تو قبول کرو۔

مسجد وار کام کے امور

۱۔ ہفتہ کے دو گشت۔ ہر گشت سے نقد جماعتیں نکالنے کی کوشش اور دوسرے گشت کے ذریعہ شہر کی تمام مساجد میں مقامی جماعتیں بنا کر کام کو اٹھانے کی کوشش کی جائے۔

۲۔ روزانہ مسجد اور گھر کی تعلیم۔ مسجد کی تعلیم کے علاوہ گھر میں روزانہ تعلیم ہو، تاکہ اعمال کا شوق بڑھے اور مستورات اپنے مردوں کے ذریعہ علماء سے مسائل پوچھ کر گھر کی ۲۴ گھنٹے کی زندگی دین کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔

۳۔ مہینہ کے تین دن، ہر ساتھی مہینہ میں تین دن پابندی کے ساتھ لگائے، پرانے

احباب اپنے ساتھ محلہ کے نئے ساتھیوں کو لے کر نکلنے کی کوشش کریں۔ سہ روزہ سے اپنی بستی کے مضافات میں پانچ کوس تک ہر بستی کی تمام مساجد میں جماعتیں بنا کر کام اٹھانے کی کوشش کی جائے۔

۴۔ روزانہ ڈھائی گھنٹے کی محنت۔ اعمال دعوت کو زندہ کرنے کی گھر گھر محنت کرتے ہوئے ان اعمال میں لگنا۔ ڈھائی گھنٹے تو کم از کم ہیں۔ زیادہ کے لیے بھی کہا جائے اور جو زیادہ دے اسے قبول کیا جائے تا کہ مسجد ۲۴ گھنٹے مسجد نبوی کے نہج پر آباد رہے۔ جس میں ایمان کی دعوت، فضائل کے حلقے، جماعتوں کی بیرون ملک اور اندرون ملک روانگی اور آمد، علم و ذکر، آنے والوں کی تعلیم و تربیت اور مہمان نوازی سب شامل ہے۔ ساتھیوں کا کھانا اور سونا گھر میں ہو۔

۵۔ روزانہ مشورہ کے لیے بیٹھنا۔ محلہ میں پاکیزہ اعمال کو زندہ کرنے کی فکر کے لیے بیٹھنا۔ سارے عالم میں دعوت، نماز، تلاوت، ذکر و دعا، عبادت اور حسن اخلاق کو سو فیصد زندہ کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ ہر مسلمان کی ۲۴ گھنٹے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں اور حضور ﷺ کے طریقوں پر آجائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

★... تعلیم کا موضوع :

ہمارے دل اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے کلام سے اثر لینے والے بن جائیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے کلام کا نور ہمارے دل میں آجائے۔ اللہ جل شانہ کے وعدوں کا یقین ہمارے دلوں میں پیوستہ ہو جائے۔ فضائل کے شوق سے اللہ کی رضا کے لیے اعمال کرنے والے بن جائیں۔

★... بھائی فاروق صاحب بنگلور والے سے یہ بات ہوئی۔

سارے عالم کی ذمہ داری ہم پر ہے اس کا ہمیں احساس ہو۔ اس ذمہ داری میں

جو ہم سے کمی ہوئی ہے اس کو سامنے رکھ کر استغفار کریں۔ اور ناامیدی کی کیفیت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن ہو۔ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر کام کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ ہمارے کام کا مزاج یہ ہے کہ پہلے اللہ تبارک تعالیٰ سے اپنے آپ کو قبول کروالیں۔

☆... نواز شریف جب تیسری مرتبہ وزیر اعظم بن کر ملنے آیا تو اسے یہ لکھ کر دیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْمَعُوْنَۃُ بِقَدْرِ الْمَؤُوْنَۃِ

مدد بقدر ذمہ داری کے ہے۔

انفرادی، شخصی غلطی کوتاہی کی توبہ بھی انفرادی ہی ہے لیکن جب ذمہ داری بڑی ہو جائے تو اس کی غلطی بھی انفرادی نہیں رہتی بلکہ اجتماعی بن جاتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے پوری قوم کی طرف سے روزانہ استغفار ہو۔

کیونکہ مصائب و پریشانی کی جتنی شکلیں ہیں یہ سب اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے ہیں۔ اس سے بچنے کی صورت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال کی آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا ہے: جب تک آپ ان میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

اس بنا پر روزانہ کم از کم ۳۰۰ مرتبہ پوری قوم بلکہ پوری امت کی طرف سے استغفار کریں اور اپنے متعلقین سے بھی یہ کروائیں اور روزانہ کم از کم دو رکعت تہجد کے وقت یا اشراق کے وقت صلوۃ التوبہ اور صلوۃ الحاجت ایک ہی نیت کے ساتھ پڑھ کر اللہ سے یہ دعا مانگا کریں۔ اے اللہ تو ہم سے اور ہمارے تمام ساتھیوں سے اپنی منشا کے مطابق کام لے لے اور ہمیں پورے دین پر چلنے کی توفیق دے دے۔ اب تک جو ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں سب معاف فرما دے۔ جو خیر اور بھلائی میں مدد کرنے والے ہیں ان کو آگے لے آ۔ جو شر اور برائی و فتنہ پیدا کرنے والے ہیں ان کو مجھ سے دور کر دے اور ان کے شر سے پوری امت کو محفوظ فرما۔

بے نمازی کی نہ تو اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور نہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لیے کسی بے نمازی کو بڑی ذمہ داری نہ دی جائے۔ اگر دینی ہے تو پہلے نماز پر ڈالا جائے۔ مظلوم کی آہ سے بچیں کیونکہ مظلوم خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی آہ آسمانوں کو چیرتے ہوئے عرش پر پہنچتی ہے۔ پوری قوم سے بار بار توبہ استغفار اور نماز کی درخواست کرتے رہیں۔ اس سے اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ دعوت ہے اور اللہ کی مدد داعی کے ساتھ ہے۔

آب زم زم سے علاج

۲۰۰۶ء میں جب حاجی صاحبؒ نے حج بیت اللہ کے لیے رخت سفر باندھا تو اس وقت آپؒ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور وہیل چیئر پر ادھر ادھر آتے جاتے تھے۔ لیکن جونہی آپؒ مکہ مکرمہ میں پہنچے، تو آپؒ نے آنحضرت ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ ''زم زم کا پانی جس جائز مقصد کے لیے پیا جائے اس سے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے!'' زم زم کا پانی اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت و تندرستی عطاء فرمائے اور میں دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کا یہ مقصد پورا فرمایا اور اسی وقت آپؒ کو صحت یاب فرما دیا۔

ان ہی دنوں کی بات ہے حضرت مولانا جمشید علی خان صاحبؒ بھی چلنے پھرنے سے قاصر تھے اور وہیل چیئر پر ادھر ادھر آتے جاتے تھے۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ نے اسی وقت حرم پاک سے حضرت مولانا جمشید صاحبؒ کو رائے ونڈ فون کیا اور اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے زم زم کا پانی اس نیت سے پیا تا کہ اس سے مجھے اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی نصیب فرمائیں اور میں دوبارہ چلنے پھرنے لگ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت و تندرستی عطاء فرما دی اور میں نے وہیل چیئر کو چھوڑ کر اب اپنے قدموں پر چلنا پھرنا شروع کر دیا ہے، لہٰذا آپ بھی زم زم کا پانی اس نیت سے استعمال فرمائیں اور وہیل چیئر کو چھوڑ کر اپنے قدموں پر چلنا شروع کریں۔

اسی سفر کے اندر مدینے کے قیام میں مدینہ منورہ کے پرانے ساتھی جن کا نام

عبدالشکور بخاری ہے ان سے ملنے گئے وہ صاحب فراش تھے۔ حاجی صاحب چل کر گئے اور سیڑھیاں چڑھ کر ان کے پاس پہنچے۔ ان سے فرمایا زم زم پیو۔ دیکھو میں نے زم زم پیا اور وہیل چیئر چھوڑی۔ اب خود چل پھر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا : ایسا یقین کہاں سے لاؤں۔ حاجی صاحب نے فرمایا تم پہلے یقین کے لئے پیو۔

حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ عبدالشکور بخاری مدینے کا پہلا تاجر ہے جو میری ترغیب پر عصر کے وقت دکان بند کر کے مسجد کو وقت دینے لگا تھا۔

حاجی صاحب کے پاس مختلف ممالک کے بہت سے آفیسر آتے تھے لیکن کبھی حاجی صاحب نے ان کے عہدے کو اہمیت نہیں دی بلکہ ہر ایک کو نبی علیہ السلام کا امتی ہونے کا درس دیتے۔ ایک دفعہ سلمان تاثیر حاجی صاحب کے پاس آیا۔ حاجی صاحبؒ نے اس کو دعوت دی تو کہنے لگا کہ میں بڑا حیران ہوں کہ آپ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ انڈونیشیا کا سفیر آیا اور اس نے کہا کہ میں انڈونیشیا کا سفیر ہوں۔ حاجی صاحب نے فرمایا : یہ مت کہو کہ میں انڈنیشیا کا سفیر ہوں بلکہ تم امتی ہو اور سارے عالم کے لیے بھیجے گئے ہو۔ وہ بات کرتا رہا جب بھی وہ کہتا کہ میں انڈونیشیا کا سفیر ہوں تو حاجی صاحب اس کو فوراً ٹوک دیتے بالآخر اس کو بات سمجھ میں آ گئی۔ پھر وہ ہر بات میں یوں کہنے لگا کہ میں امتی ہوں امتی ہوں۔ آخر میں جاتے ہوئے یہی کہا کہ میں امتی ہوں سارے عالم کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

حاجی صاحب کی فنائیت

مولانا انعام الحسن صاحب کے بعد کافی سارے حضرات مثلاً مفتی زین العابدین صاحب، مولانا سعید احمد خاں صاحب وغیرہ موجود تھے، یہ سب ہی حاجی صاحب کو اپنا بڑا سمجھتے تھے کیونکہ حاجی صاحب نے اپنا سب کچھ اس کام کے لئے لگایا ہوا تھا۔ جو کوئی بھی کسی غرض سے کہیں جاتا تو واپسی پر حاجی صاحب سے اجازت لے کر جاتا تھا۔ ایک دفعہ

مفتی زین العابدین صاحب کسی اجتماع سے واپس آرہے تھے تو حاجی صاحب سے کہا کہ اب ہمیں واپسی کی اجازت دے دیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا: بس یہ فرق ہے آپ میں اور مجھ میں، میں کام کو سامنے رکھ کر چلتا ہوں آپ لوگ اپنے گھروں کو سامنے رکھ کر چلتے ہو۔ مفتی صاحب نے عرض کیا کہ یہ غلط ہے ہم تو اپنے نفس کو سامنے رکھ کر چلتے ہیں۔ گھروں کا تو ہم نے بہانہ بنایا ہوا ہے۔

حاجی صاحبؒ کی ایک اہم وصولی

حاجی صاحبؒ مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں ایک دفعہ حج سے واپس تشریف لائے تو واپسی پر بمبئی میں کام شروع کیا۔ گشت کی نیت سے ایک تاجر کی دکان پر گئے وہاں ایک نوجوان نظر آیا جو بڑا ہوشیار تھا۔ حاجی صاحب نے پوچھا آپ بھی یہاں کے سیٹھ صاحب ہیں۔ اس نے کہاں کہ سیٹھ وہ ہے جو سامنے بیٹھا ہے۔ حاجی صاحب نے ان سے بات شروع کی تو وہ نوجوان بولا کہ مختصر بات کیجئے گا۔ یہاں لاکھوں کا کاروبار ہوتا ہے... حاجی صاحبؒ نے فرمایا: میں کروڑوں کی بات لے کر آیا ہوں، تم لاکھوں کی بات کرتے ہو۔ یہاں پر اس شخص سے دوستی ہوگئی۔ اس شخص کا نام اسماعیل منصوری تھا، بعد میں حاجی صاحب کو پتہ چلا کہ یہ تو تمام بزرگوں کا لاڈلا ہے۔

حضرت مدنی کی آمد ہو تو اسماعیل منصوری کا پوچھتے ہیں، قاری طیب صاحب آتے ہیں تو اسماعیل صاحب کی بابت دریافت کرتے ہیں، جو بھی بزرگ بمبئی سے آتا ہے تو اسماعیل منصوری کا ضرور پوچھتا ہے بعد میں حاجی صاحب بھی جب کسی بمبئی کے آدمی سے ملتے تو فرماتے کہ اسماعیل منصوری کی اولاد کو میرا اسلام کہنا۔

بمبئی میں کام کرتے ہوئے حاجی صاحب نے 40 سے 50 افراد کے قریب لوگ وصول کیے ان میں مولانا عمر پالن پوری صاحب بھی تھے یہ اس وقت عالم نہیں تھے فقط ایک واعظ تھے۔ حاجی صاحب نے ان کے چار ماہ لگوائے پھر اس کے بعد یہ عالم بنے اور لسان الدعوۃ والتبلیغ کے نام سے مشہور ہوئے۔

عرب ممالک میں سب سے پہلی جماعت

سب سے پہلی جماعت جو عرب ممالک کی طرف گئی، وہ حاجی صاحب کی خاص محنت کی برکت سے گئی۔ حاجی صاحب کراچی میں گشت کرتے تھے۔ ایک دفعہ تین چار آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت گشت کے لئے تیار ہوئی جس میں مولوی احسان صاحب بھی تھے اور جماعت کا امیر بھی مولانا احسان صاحب کو بنایا گیا تھا اس وقت ان کی عمر دس گیارہ سال تھی۔ چنانچہ کراچی کے کسی علاقے میں گشت ہوا اور متکلم حاجی صاحب کو بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان چار پانچ حضرات کی محنت کی برکت سے بحرین کے لئے ایک جماعت تیار کروائی، جس میں بھائی مشتاق صاحب اور غلام مصطفی صاحب جیسے حضرات بھی شامل تھے۔

یہ حضرات بڑی قربانی اور محنت کے ساتھ کام کرتے رہے۔

یہ حضرات اس دور کے علماء اور مقتدر طبقے سے بھی ملے۔ عرب کے مشہور عالم شیخ بن باز کے استاذ شیخ ابراہیم وغیرہ سے بھی ملے۔ انہوں نے ایک خط اس جماعت کے حوالے کیا جس میں اپنے عوام کے نام لکھا کہ یہ لوگ سنت کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ ان کی نصرت کرو۔ اس جگہ ایک علاقہ قسیم کے نام سے مشہور تھا۔ بھائی مشتاق صاحب اس علاقے سے بہت متاثر تھے۔ اکثر ائمہ حرمین مثلاً شیخ سدیس صاحب، شیخ صلاح البدیر صاحب وغیرہ حضرات اسی علاقے سے ہیں۔ اس زمانے میں قسیم کے اندر فجر کی نماز میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے اسی جماعت کے ایک ساتھی میاں جی عبدالغفور صاحب کا راستے میں گوادر کے علاقے میں انتقال ہوا۔ یہ ایسے مبارک ساتھی تھے کہ ان کے پھوڑے پھنسیوں میں سے جو خون آتا تھا اس سے بھی خوشبو آتی تھی۔

حاجی صاحب کی بصیرت، دوراندیشی اور حکمت پر مبنی چند طے کردہ دعوتی امور

مولانا یوسفؒ کے زمانے میں جب پاکستان میں کام شروع ہوا تو ایک بات یہ چل پڑی کہ جو کوئی کسی دوسری جگہ پر جاتا، وہاں جا کر اپنی مرضی کے آدمی لے لیتا، حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات مولانا یوسف صاحب سے عرض کی، اس پر انہوں نے فرمایا کہ :

''بھائی جہاں بھی جاؤ وہاں کا جو ذمہ دار ہے اپنے آپ کو اس کے تابع سمجھو۔''

لہٰذا حاجی صاحب جس ملک میں بھی جاتے یہی ترتیب چلاتے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ رائے ونڈ اور نظام الدین والے کہیں جاتے ہیں تو وہاں جا کر چودھری بن جاتے ہیں۔ ڈھاکہ میں کئی بار جب حاجی صاحب کا جانا ہوا تو وہاں کا جو مقامی ذمہ دار تھا حاجی صاحب نے اس کو فیصل بنایا۔

ایک دفعہ کینیا میں میں (نعیم) حاجی صاحب کے ساتھ تھا۔ ہمارے ساتھ گئے ہوئے تمام حضرات مشورے کے وقت آگے آگے بیٹھ گئے۔ اور مقامی حضرات سب پیچھے بیٹھ گئے۔ حاجی صاحب نے فرمایا بھائی یہاں کے مقامی احباب والے کہاں ہیں...؟ اس مجمع میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ، مولانا سعد صاحب اور حاجی صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مقامی حضرات کو بلاؤ۔ ان کو آگے کیا اور فرمایا کہ ان سے پوچھو

کہ انہوں نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے۔ مقامی احباب آگے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سوچ کر بتائیں گے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کام تو اب شروع ہوا ہے۔ ابھی تک تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بزرگ آئے ہیں، کھائیں گے، پئیں گے، بیان کریں گے، سوئیں گے اور چلے جائیں گے۔

چنانچہ حاجی صاحبؒ نے یہ بات طے فرمادی کہ جب بھی کبھی اجتماع میں جانا ہو تو جو وہاں کے مقامی احباب ہوں، مقامی مسائل کے لیے ان کو فیصل بنایا جائے۔ چنانچہ جس شہر کا اجتماع ہوتا اور حاجی صاحبؒ نے وہاں جانا ہوتا تو حاجی صاحبؒ وہاں کے مقامی احباب کو بلاتے اور ان سے کام کی نوعیت پوچھتے پھر ان کے مقامی ذمہ دار یا فیصل سے ہی سارے امور طے کرواتے۔

پرانوں کا جوڑ

حاجی صاحبؒ نے مولانا انعام صاحب کے زمانے میں مولانا انعام صاحب سے اس بات کی اجازت لی کہ پرانے احباب کو جمع کرنے کے لیے کوئی جوڑ کی شکل ہو۔ اس پر مولانا انعام صاحب نے فرمایا کہ : تین دن کا جوڑ رکھ لو۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے جی میں تھا کہ کاش یہ جوڑ دس دن کا ہو جائے۔ جب ۳ دن کا جوڑ ہوا حاجی صاحب نے ساری کارگزاری لکھ کر مولانا انعام صاحب کو بھیجی۔ مولانا انعام صاحب نے خط کے جواب میں لکھا کہ آئندہ جوڑ دس دن کا رکھا جائے۔ ۳ دن جمع کرو پھر ۵ دن تشکیلوں میں بھیجو پھر ۲ دن کے لیے جمع کرو۔ چنانچہ پھر اسی طرح ہونے لگا اور جوڑ دس دن کا ہو گیا۔

عالمی امور کے لیے شوریٰ کا قیام

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ پاکستان والے اپنے مشوروں کے خود ذمہ دار ہیں اور ہندوستان کے تابع نہیں ہیں۔ مولانا یوسف صاحب نے بھی ایسا ہی فرمایا اور مولانا انعام صاحب بھی اسی کے قائل تھے۔

۲۰۱۸ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دونوں اجتماع کے بیچ کے دنوں میں پاکستان والوں نے مل کر مشورہ کیا کہ جولوگ شوریٰ میں شامل ہیں۔ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ کچھ کا انتقال ہوگیا کچھ ضعیف ہو گئے۔ چنانچہ اس بارے میں مشورہ ہو جائے کہ شوریٰ کی تعداد بڑھائی جائے یا نہیں۔ پاکستان کے شوریٰ کے کچھ ساتھیوں نے کہا کہ ہم پاکستان والے حضرات پہلے آپس میں بیٹھ کر سوچ لیں کہ شوریٰ بڑھانی ہے یا نہیں...

پاکستان کے شوریٰ والوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پاکستان کی شوریٰ میں کل بیس افراد تھے نو کی رائے تھی کہ افراد کا اضافہ کیا جائے اور نو کی رائے تھی کہ اضافہ نہ ہو اور دو کی رائے تھی کہ جس پر سب متفق ہو جائیں وہ کرلیا جائے۔ آخر میں سب نے یہ طے کیا کہ حاجی صاحب سے پوچھا جائے۔ وہ جو فرمائیں وہی کیا جائے۔ چنانچہ ۳ آدمی مولوی ضیاء الحق صاحب، مولانا احمد بٹلہ صاحب اور بھائی حشمت صاحب آئے۔ مولوی احمد بٹلہ صاحب نے بات شروع کی پھر بھائی حشمت صاحب نے ساری بات عرض کی جس بارے میں مشورہ ہونا تھا اور عرض کیا کہ نو کی رائے یہ ہے کہ شوریٰ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور نو کی رائے ہے کہ اضافہ نہ کیا جائے اور دو کی رائے تھی کہ جس پر سب متفق ہوں وہ کرلیا جائے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم نے شوریٰ کی تعداد نہیں بڑھانی مولانا یوسف صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تمہاری شوریٰ بہت بڑی ہے۔

اس وقت شوریٰ والے چھ تھے اور کام کرنے والے تیس ہزار تھے اس پر مولانا ضیاء الحق صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان والے فرما رہے ہیں کہ جو حالات بن رہے ہیں تو حاجی صاحبؒ کے بعد کہیں فلاں شخص یہاں آجائے اور سارا کنٹرول سنبھال لے پھر تو وہ اپنی بات چلائے گا۔ جب مولوی ضیاء الحق نے یہ بات کہی تو اس پر فوراً حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پاکستان والے اپنا مشورہ خود کریں اور ہندوستان والے اپنا مشورہ خود کریں اور جو ملکوں کے مسائل ہوں، وہ آپس میں بیٹھ کر حل کریں۔ یہ کس

قدر حکمت کی بات ہے اور حکومتی اعتبار سے بھی بہت مناسب ہے اور بہت مناسب رائے اور پر حکمت بات ہے۔ یہ یقیناً من جانب اللہ حاجی صاحب کے دل میں بات ڈالی گئی۔

مولانا یوسف صاحبؒ بھی جب پاکستان آتے تھے تو یہاں کے معمولات میں عمل دخل نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ خود امیر تھے لیکن جو یہاں کے مشوروں سے طے ہوتا۔ اسی کو مان لیتے تھے۔ مولانا یوسف صاحب نے حاجی صاحب سے یہ فرمایا تھا کہ دنیا کی ساری مساجد کا رابطہ تم سے ہو اور تمہارا رابطہ مجھ سے ہو (یعنی میری ذات سے ہو) حاجی صاحب نے عرض کیا کہ مانچسٹر میں پانچ مسجدیں ہیں۔ مولانا یوسف صاحب نے فرمایا کہ ہاں پانچوں کا رابطہ تم سے ہو اور تمہارا رابطہ مجھ سے ہو۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارا رابطہ نظام الدین سے ہو یعنی گویا کہ نظام الدین کو مرجع بنایا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ مولانا یوسف صاحب نے فرمایا تھا کہ تمہارا رابطہ میری ذات سے ہو۔

ایک دفعہ ڈاکٹر سلیم صاحب نے واپسی کی بات کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ سے فرمایا تھا کہ دنیا کی تمام مساجد کا براہ راست تعلق تم سے ہو اور تمہارا تعلق نظام الدین سے ہو۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور میں (فہیم) حاجی صاحب کی حجامت بنا رہا تھا اور حاجی صاحب اپنے کمرے میں بیٹھے واپسی کی بات سن رہے تھے جیسے ہی یہ بات سنی تو فرمایا کہ میں نے یہ بات کب کہی...؟ پھر حاجی صاحب نے جلدی سے پرچی لکھوائی اور ڈاکٹر سلیم صاحب کو بھجوائی اور اس میں یہ لکھا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ :اور تمہارا رابطہ مجھ سے ہو۔ نظام الدین کو مرجع بنانے کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ چنانچہ حاجی صاحب نے یہ بات طے فرمادی کہ اپنے مسائل خود حل کرو اور ملکوں کے مسائل آپس کی مشاورت سے حل کرو۔ مولانا ضیاء الحق صاحب نے عرض کیا کہ: ہمارے ہاں نظام مرتب ہے۔ اگر حاجی صاحب کسی عذر کی وجہ سے مشورے میں تشریف نہ لاسکیں تو مولانا نذر الرحمن صاحب مسائل کو دیکھتے ہیں اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو مولانا احمد بٹلہ

صاحب دیکھتے ہیں اور وہ بھی نہ ہوں تو مولانا خورشید صاحب معاملات حل فرماتے ہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے یوں ہی کرتے رہو۔ البتہ اپنے ہر مشورے میں مولوی احسان صاحب کو ضرور شریک کیا کرو اور جس مشورے میں مولوی احسان نہ ہوں۔ اس کے سارے احوال اس کو بتایا کرو۔

چنانچہ ۳ حضرات بطور فیصل کے مقرر ہوئے مولانا نذر الرحمن صاحب، پھر مولانا احمد بٹلہ صاحب اور پھر مولانا خورشید صاحب اور حاجی صاحب کے زمانے میں عملاً بھی ایسا ہوتا رہا کہ حاجی صاحب کی عدم موجودگی میں مولانا نذر الرحمن صاحب مشورے کے امور دیکھتے، وہ نہ ہوتے تو مولانا احمد بٹلہ صاحب اور وہ بھی نہ ہوتے تو مولانا خورشید صاحب معاملات دیکھتے تھے۔

تبلیغ میں نئے لوگوں کی باتوں کو بھی ادب سے سننا

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ : مولانا انعام صاحب ایک مرتبہ پرانوں کے جوڑ کے موقع پر پاکستان تشریف لائے تو بیس روز قیام فرمایا، جوڑ کے سارے اعمال ہم خود ہی کرتے رہے۔ ان ہندوستان والوں سے کوئی عمل نہیں کروائے تو لوگوں نے حاجی صاحب سے کہا کہ مولانا انعام صاحب کیا سوچتے ہوں گے کہ ہم آئے ہیں اور ہمیں کوئی عمل بھی نہیں دیا... حاجی صاحب مولانا انعام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ... آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم کو بلوایا اور ہم سے کوئی کام بھی نہیں کروایا۔ حضرت ہم نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ دیکھ لیں کہ آپ کے پیچھے ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم آپ کو دکھانا چاہتے تھے۔ حضرت جی مولانا انعام صاحب نے فرمایا بھائی ہمیں تو بڑی خوشی ہوئی تمہارے یہاں کے کام سے۔

۲۰۱۷ء کے جوڑ پر جب ہندوستان والے آئے تو حاجی صاحب ان سے اعمال نہیں کروانا چاہتے تھے۔ بلکہ ہر اجتماع و جوڑ پر حاجی صاحب مولانا انعام صاحب والی بات فرماتے اور کہتے کہ یہ لوگ یہاں ہمارے اعمال کو سنیں۔

میں (فہیم) نے حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت جی تو اب چلے گئے۔ اب آپ تبلیغ کے بڑوں میں ہیں۔ اب آپ کو ان سے اعمال کروانے چاہئیں تا کہ آپ کو بھی پتا چلے کہ وہ حضرات وہاں کیا بات کرتے ہیں اور آپ ان کو بتا بھی سکیں کہ کیا کہنا ہے اور کیا نہیں کہنا۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔ ہاں یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا۔ اچھا مولوی ابراہیم سے کہو کہ مغرب کا بیان کرے۔ پھر حاجی صاحبؒ کا مزاج یہ تھا کہ نئے سے نئے آدمی کی بات سنا کرتے تھے، ایسا نہیں کہ صرف نام دیکھ کر بات سنتے ہوں جیسا کہ ہم لوگ کرتے ہیں۔ بلکہ ہر نئے آدمی کی بات اللہ کی عظمت کی وجہ سے پورے دھیان سے سنتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے پہلے ایک جماعت حجاز مقدس گئی۔ جس میں مفتی زین العابدین صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور مولانا سعید احمد خان صاحب وغیرہ حضرات تھے۔ سب نوجوان تھے۔ ۱۹۴۸ء میں حاجی صاحب ایک جماعت کو لے کر حجاز پہنچے تو حاجی صاحب فرمانے لگے کہ میں یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ کوئی بھی ساتھی بات کرتا یا بیان کرتا باقی سب بہت ادب سے اس کی بات سنتے اور اس سے بھی زیادہ حیرانی اس بات پر ہوئی کہ انفرادی دعوت میں اپنے ساتھی کے نام کے ساتھ بات بتلاتے کہ ہمارے فلاں ساتھی نے یہ بات کی۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ٹوہ میں لگا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ تو پتہ چلا ان حضرات نے مولانا یوسف صاحبؒ کو خط لکھا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب کے تربیت یافتہ ان کے خلفاء میں سے کسی کو ہمارے پاس بھیج دیں تا کہ وہ ہماری تربیت کر دیں۔ مولانا یوسف صاحب نے جواب میں لکھا کہ میں جس کو بھی تمہارے پاس بھیجوں گا، چند دن تمہارے ساتھ رہ کر وہ بھی تمہارے جیسا ہو جائے گا۔ پھر تم لکھو گے کہ حضرت آپ خود ہی تشریف لے آئیں۔ ہماری تربیت کے لیے، پھر تمہارے ساتھ رہ کر میں بھی تمہاری طرح ہو جاؤں گا۔ اور ایک یہ ہے، اپنے نئے سے نئے ساتھی سے فائدہ اٹھانا سیکھ لو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نئے سے نئے ساتھی کی بات کو بزرگ کی بات سمجھ کر سنو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی سے نفع پہنچا دیں گے۔

اسی وجہ سے حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بھائی مفتی (زین العابدین) صاحب جیسا، قریشی صاحب جیسا، بھائی مشتاق صاحب جیسا ادب کے ساتھ بیٹھ کر بات سننے والا میں نے نہیں دیکھا۔ مفتی صاحب نے مسجد حنیف (منی) میں بیان فرمایا۔ دوسرے دن وہی مضمون مولانا عبیداللہ صاحب نے ایک بدو کے سامنے ہو بہو دہرایا۔ یہ حضرات اتنی عظمت سے ایک دوسرے کی بات سنتے تھے۔ کوئی بھی بات کر رہا ہو، چاہے بزرگ ہو یا نہ ہو، پرانا ہو یا نیا ہو بلا تفریق سب کی بات کو سنتے تھے۔

ماہانہ مشورہ

حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشورے کے لیے ایک ایک آدمی کے پاس جایا کرتا تھا۔ قریشی صاحب کے پاس پنڈی جاتا۔ قاضی عبدالقادر صاحب کے پاس سرگودھا جاتا۔ مفتی صاحب کے پاس فیصل آباد اور بھائی بشیر صاحب کے پاس کراچی جاتا۔ پھر سب کو بتاتا کہ فلاں کی یہ رائے ہے اور فلاں کی یہ ہے۔ پھر سب کو خیال آیا کہ یہ اکیلا ہم سب کے پاس پھرتا ہے۔ کوئی دن مہینہ میں ایسا طے کر لینا چاہیئے کہ ہم خود اس کے پاس اکٹھے ہو جایا کریں۔ چنانچہ حاجی صاحب کی اس قربانی کی برکت سے ماہانہ مشورہ شروع ہوا۔ جس پر یہ سب حضرات حاجی صاحب کے پاس آنے لگے۔ تو شروع میں ہر ماہ ایک دن کے لیے آتے تھے۔ پھر جوں جوں کام بڑھتا گیا اور تقاضے بڑھتے گئے تو تین دن کے لیے مشورے کے عنوان سے جمع ہونے لگے۔

حاجی صاحبؒ فتنوں کے مقابلے میں ایک سد سکندری

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ ہر زمانے میں جب حق و باطل میں اختلاط ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فتنے کا ایک دروازہ کھول کر حق و باطل میں امتیاز فرما دیتے ہیں اور اللہ کے بہت سے برگزیدہ بندے ایسے ہیں جن کو اللہ فتنوں کی راہ میں حائل بنا دیتے ہیں۔ حاجی صاحب بھی انہی ہستیوں میں سے ایک تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کی برکت سے فتنوں کے بہت سے دروازوں کو بند کر رکھا تھا اور جب کوئی فتنہ کھڑا ہوتا تو حاجی صاحبؒ بغیر کسی

تنقید اور انتقام کے اس کا ایسا حل فرماتے کہ وہ فتنہ اپنے آپ ہی دب جاتا۔ حاجی صاحب عالم تو تھے نہیں لیکن حسن ظن کے پیکر تھے۔ مسلمان کے بارے میں ان کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے۔ کچھ اہل شر مختلف عنوانات سے جو حاجی صاحب کے مزاج کے مطابق ہوتے تھے، رائے ونڈ میں داخل ہوئے، کبھی کشف کے نام سے، کبھی عملیات وخوابوں کے نام سے، لیکن چونکہ مولانا الیاس صاحبؒ دعا کر چکے تھے کہ میرے اس کام میں ترمیم نہیں چلے گی۔ تو جو بھی جس شکل میں بھی آئے۔ اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحبؒ ہی کو ان کے ختم کرنے کا ذریعہ بنایا، حالانکہ یہ اہل شر حاجی صاحب کو سہارا بنا کر آتے رہے۔ مقصد والے آئے، متوکلین آئے، مذاکرے والے آئے، تین پانچ تین کا کام شروع ہوگیا، جو بعد میں کچھ رد وبدل کے ساتھ عشرے کے عنوان سے شروع ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کی برکت سے کام کو اپنی اصل نہج پر باقی رکھا۔ شوری والے ایک دفعہ حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عشرے کے سلسلے میں بات شروع کی۔ ابھی انہوں نے اپنی بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ حاجی صاحب نے فرمایا: ہم نظام الدین جاتے تھے۔ مولانا یوسف صاحبؒ ہمیں دو تین دن مسجد کے اعمال میں رکھتے اور پھر فوراً تشکیلیں کر دیتے۔ اس کام میں اصل تو نقل وحرکت ہے"۔ چنانچہ اپنی اس پر حکمت بات سے یہ معاملہ بھی صاف کر دیا اور رائے ونڈ کا کام نکھر کر تمام خرافات سے پاک صاف ہوگیا۔ الحمدللہ۔

ایک عہد ساز شخصیت

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے میری تفصیلی ملاقات حضرت رائے پوریؒ کے بھتیجے حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوریؒ کے انتقال پر ڈھڈیاں شریف میں ہوئی، جہاں حضرت رائے پوریؒ مدفون ہیں، ملاقات کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے بڑی شفقت سے سینہ سے لگایا، حضرت حاجی صاحب کے پاس حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوریؒ کے فرزند مولانا حافظ احمد سعید،

مولانا فہیم صاحب اور شیخ محمد یوسف قریشی بھی تشریف رکھتے تھے۔

وہاں میرے دادا رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ اور میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ میں حضرت حاجی صاحبؒ کو صرف ایک تبلیغی صوفی بزرگ سمجھتا تھا، مگر وہاں معاملہ ہی کچھ اور نکلا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو تصوف کے ساتھ ساتھ تحریکی اور سیاسی تاریخ بھی از بر تھی۔ حاجی صاحب تاریخ کے اوراق پلٹتے جا رہے تھے اور انکشاف فرماتے جا رہے تھے جو کہ ان کی آنکھوں نے دیکھے اور کانوں نے سنے تھے اور میں ان کو انگشت بدنداں دیکھے جا رہا تھا۔ ان کو ہندوستان کی مذہبی اور سیاسی تحریکات از بر تھیں، ساتھ ساتھ ان کے بذاتِ خود سیاسی تجزیہ بھی فرماتے جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ ہر ایک کے مزاج اور اس کے طبعی میلان کو دیکھ کر بات کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں، اس لیے انھوں نے فرمایا کہ میں یہ باتیں عام لوگوں کی مجلس میں نہیں کرتا، صرف تمھارے والد اور دادا کی نسبت سے تمھارے سامنے کر رہا ہوں۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ رائے ونڈ کو تبلیغی مرکز بنانے کی کیا مصلحت تھی؟ میرے اس سوال پر وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر خاموش ہو گئے، میں سمجھ گیا اور اپنے سوال پر اصرار نہیں کیا، مگر جب رخصت ہونے لگے تو گلے ملتے ہوئے انھوں نے اس کی ایسی وجہ بتائی کہ میں حیران رہ گیا اور ساتھ ہی انھوں نے فرمایا کہ یہ بات ایک امانت ہے صرف تم تک ہی رہنی چاہیے، آگے کسی سے ذکر نہ کیا جائے۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو تاریخ کا بھی بڑا مطالعہ تھا، فرمایا کہ جب تمھارے خاندان کے بزرگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اختلاف فرمایا، تو حضرت مولانا صدیق احمد انبہٹویؒ نے تمھارے خاندان کے فتوے کی نہ صرف حمایت کی بلکہ حضرت گنگوہیؒ پر بھی محنت کی اور حضرت گنگوہیؒ کو باقاعدہ مرزا غلام احمد کے خلاف کفر کے فتوے پر قائل کیا۔ فرمایا کہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹویؒ بہاولپور کے حضرت مولانا محمد احمد کے دادا تھے۔

مجھ سے پوچھا کہ تمھارے دادا حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ نے ۱۹۴۷ء میں مجلس احرار اسلام سے استعفیٰ دے دیا تھا، اس کی کیا وجہ تھی؟ میں نے عرض کیا کہ مجلس احرار کی ورکنگ باڈی (جو کہ اکیس ممبران پر مشتمل تھی) نے ایک اجلاس میں (جس میں اکیس میں سے صرف سات ممبر حاضر تھے) یہ ریزولیشن پاس کیا تھا کہ "مجلس احرار کا کوئی رکن کانگریس کا ممبر نہیں بن سکتا۔" میرے دادا کو اقلیتی ممبران کے اس ریزولیشن سے اختلاف ہوا، ان کے نزدیک اکیس میں سے سات ممبران کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کریں، نیز وہ کانگریس کے ممبر بھی تھے، اس لیے انھوں نے مجلس احرار سے استعفیٰ دے دیا تھا۔

فرمایا کہ "تمھارے خاندان خصوصاً تمھارے دادا نے تحریک آزادی میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مولانا حبیب الرحمن مسلسل جیلوں میں گئے اور آخری جیل طویل تھی جو کہ پانچ سال تک تھی۔ جب جیل سے واپس آئے تو اس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ مکان کی حالت انتہائی خستہ ہو چکی تھی، گھر کی دیواریں گر چکی تھیں، گھر کو ڈھانپنے کے لیے پرانے کپڑے جوڑ کر پردے بنا کر لٹکائے ہوئے تھے۔ اس پر مجلس احرار اسلام ہند کے ذمہ داروں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک تحریک شروع کی کہ رقم اکٹھی کر کے مولانا حبیب الرحمن کا مکان از سر نو تعمیر کیا جائے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بھی اس میں حصہ ڈالا جو کہ سب لوگوں سے زیادہ تھا، انھوں نے اپنی وہ رقم جو انھیں ان کی کتاب "غبار خاطر" شائع کرنے والے ناشر نے بطور رائیلٹی دی تھی، وہ ساری اس مکان کی تعمیر کے لیے دے دی۔ میں نے پوچھا کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی طرف سے کتنی رقم دی گئی؟ فرمایا کہ چودہ ہزار روپے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس پر اس وقت کے مسلم لیگیوں نے بڑا شور مچایا کہ دیکھو مولوی صاحب کانگریس کے ہاتھوں بک گئے اور اس سے رقم لے کر مکان بنایا ہے۔"

حضرت حاجی صاحبؒ کی اس بات پر میں نے ایک مشہور صحافی حمید اختر مرحوم (جو کہ لدھیانہ پیدا ہوئے تھے اور قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے تھے اور روزنامہ

''امروز'' کے ایڈیٹر بھی رہے) کے ایک مضمون کا حوالہ دیا، انھوں نے لکھا تھا کہ جب مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ نے نیا مکان بنایا تو مسلم لیگیوں نے شور مچا دیا کہ کانگریس سے رقم لے کر یہ مکان بنایا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک جلسہ میں جس میں ہزاروں افراد شریک تھے، مولانا حبیب الرحمن تقریر کررہے تھے تو وہاں اچانک مسلم لیگیوں نے شور مچا دیا اور پوچھنے لگے کہ: ''آپ نے یہ مکان کہاں سے بنایا، تو مولانا نے جھٹ فرمایا کہ قوم کے پیسہ سے بنایا ہے، میں نے قوم کی خدمت کی ہے، اس کے لیے میں نے جیلیں کاٹیں ہیں، اپنا سب کچھ تباہ کیا ہے، اس لیے میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں کم از کم اپنا مکان تو بنالوں۔ جس جس نے مجھے اس کے لیے پیسے دیے ہیں ان کو تو اعتراض نہیں، اس مجمع میں سے اگر کسی نے پیسے دیے ہیں تو میرے پاس آ جائے اور رقم بتائے میں وہ اُسے رقم واپس کردوں گا۔ اس پر پورے پنڈال میں خاموشی چھا گئی۔'' میری اس بات پر حضرت حاجی صاحبؒ مسکرا پڑے اور فرمایا کہ حاضر جوابی تو حضرت مولانا حبیب الرحمن کے بائیں ہاتھ کا کام تھا، اسی لیے تو وہ اتنے بڑے لیڈر بن گئے کہ گاندھی، جواہر لال اور جناح جیسے لوگ ان سے مشورہ کرتے تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے دورانِ گفتگو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ زبان دی تھی کہ بڑے بڑے لوگ ان کی تقریر سن کر راہِ راست پر آ جاتے تھے۔ فرمایا کہ چوہدری افضل حق مرحوم بھی انھیں کی تقریر سن کر انگریز کی نوکری سے الگ ہوگئے۔ پھر وہ مجلس احرار کے روحِ رواں بن گئے۔ فرمایا کہ میں نے ان کی کتابیں ''زندگی'' اور ''محبوبِ خدا'' پڑھی ہیں، وہ کتابیں پڑھ کر ذہن پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ جب آخری مرتبہ جیل سے رہا ہوئے تو حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے والد مولانا محمد زکریاؒ کو خط لکھا کہ ''مولانا حبیب الرحمن اب ہندوستان میں قید اور مصائب میں ہم میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔'' میں نے عرض کیا کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی جیل کی زندگی

دس سال ہے، جب کہ ہمارے دادا مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کی جیل کی زندگی ۱۳ سال ۲ ماہ ہے۔

باتوں باتوں میں، میں نے عرض کیا حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوریؒ کے فرمان کے مطابق اب تین حضرات ہی حضرت رائے پوریؒ کے خلفاء میں سے رہ گئے ہیں۔ ایک آپ، دوسرے مولانا سعید احمد رائے پوری اور ہندوستان میں حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ مسکرا کر مولانا فہیم کی طرف دیکھنے لگے۔ مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب ہندوستان کے کسی مولانا مکرم صاحب کا نام بھی لیا کرتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے ان کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس پر ان صاحب نے کہا کہ بس مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ ہندوستان میں رہنے والے ہیں، جگہ کا علم نہیں۔ اس پر مجھے بھی یاد آ گیا کہ مولانا عبدالجلیلؒ نے میرے سامنے مولانا مکرم کا ذکر کیا تھا، میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ مولانا عبدالجلیلؒ کے فرمان کے مطابق وہ ہندوستان کے صوبہ یوپی کے علاقہ سنسار پور کے رہنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ ۱۹۶۴ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ہمارے ہاں تشریف لائے تھے تو ان کے ساتھ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھی تشریف لائے تھے اور میں نے وہ منظر بھی بیان کیا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اس طرح بیٹھے تھے جس طرح آپ بیٹھے ہیں، یعنی چارپائی پر بیٹھے تھے اور ٹانگیں نیچے لٹکائے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ حضرت شیخ کے قدموں میں اس طرح لیٹے ہوئے تھے جیسے کہ بیٹا باپ کے قدموں میں لیٹا ہوا ہو۔ اس پر حاجی صاحب مسکرائے اور یادداشت کی داد دی۔ میں نے یہ بھی عرض کیا کہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ ۱۹۶۵ء کے اوائل میں ہمارے ہاں تشریف لائے پھر وہ لاہور جانے کی تیاری کر رہے تھے تاکہ نماز جنازہ میں شریک ہوسکیں مگر شام کو معلوم ہوا کہ جسدِ خاکی دہلی چلا گیا ہے۔

فرمایا کہ جس سال حضرت رائے پوریؒ نے تمہارے ہاں رمضان المبارک کا

مہینہ گزارا تو میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے اجازت لے کر خالصہ کالج آ گیا تھا اور پورا رمضان وہیں گزارا۔ ایک ۱۹۵۶ء میں دوسرا ۱۹۵۹ء میں، شاید آپ آخری رمضان کی بات کر رہے ہیں۔ کیوں کہ حضرت رائے پوریؒ کا پاکستان میں یہ آخری رمضان تھا، اس پر حاجی صاحب خاموش ہوگئے۔ پھر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن ہوا اور عید کی نماز پڑھائی گئی تو تمھارے والد حضرت مولانا عبداللہ صاحب منٹگمری (ساہیوال) والے موجود تھے انھوں نے فرمایا کہ عید کی یہ دعا ثابت نہیں ہے، تو میں نے دعا نہیں کرائی۔

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ ۱۹۵۹ء کا یہ رمضان المبارک پاکستان میں حضرت رائے پوریؒ کا آخری رمضان تھا، اگرچہ اس کے بعد بھی حضرتؒ تشریف لاتے رہے مگر رمضان میں نہیں آئے۔ تو اس وجہ سے اس آخری رمضان میں پورے ہندو پاک کے علماء ومشائخ اور متعلقین و منتسبین بہت بڑی تعداد میں ہمارے ہاں رمضان گزارنے کے لیے آ گئے تھے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ حضرتؒ کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع نہ ملے، جن میں ہندوستان سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ دہلی سے حضرت مولانا عبدالمنان دہلویؒ کے ساتھ ساتھ دہلی، مراد آباد، لکھنؤ، دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذہ اور علماء شامل تھے۔

پاکستان کے تو تقریباً تمام علماء ومشائخ اُمڈ پڑے تھے کہ جیسے حضرت پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ حضرتؒ کے خلیفہ اجل حضرت عبدالعزیز رائے پوریؒ، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور حضرتؒ کے تمام خلفاء نے تو پورا رمضان المبارک یہیں گزارا۔ البتہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد۔ لاہوریؒ، حضرت مولانا خان محمد صاحب کندیاںؒ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، حضرت حافظ پیر غلام حبیب صاحبؒ چکوال، حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان صاحبؒ لاہور، حضرت مولانا غلام

اللہ خانؒ راولپنڈی، حضرت مولانا عنایت اللہ بخاریؒ گجرات وغیرہ اور دیگر علماء ومشائخ کے علاوہ آغا شورش کاشمیری مرحوم، نواب زادہ نصراللہ خان مرحوم جیسے سیاسی لوگ بھی رمضان المبارک کے مختلف اوقات میں تشریف لاتے رہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اس سال رمضان المبارک میں مہمانوں کا رَش بہت تھا جس کو سنبھالنا بہت مشکل تھا، چناں چہ اس میں سب سے بڑا تعاون حضرتؒ کے خلیفۂ اجل اور میرے نانا حضرت مولانا محمد انوریؒ نے کیا، انھوں نے بہت سے حضرات کے لیے اپنی مسجد جو کہ مسجد انوری کے نام سے موسوم ہے، میں قیام وطعام کا بندوبست کیا۔

میں پہلے سمجھتا تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ پنجاب کے کسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر زبان کا لہجہ کچھ اور بتا رہا تھا۔ حاجی صاحب نے خود ہی بتلا دیا کہ وہ یوپی کے گاؤں انبہٹہ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہیں پیدا ہوئے ہیں، ان کا تعلق راؤ برادری سے تھا، ان کا خاندان تقسیم ہند کے بعد پاکستان آ گیا بورے والہ ضلع وہاڑی اور منڈی بھلر وان ضلع سرگودھا دو جگہ تقسیم ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس پر مسکرا پڑے جواب نہیں دینا چاہتے تھے مگر میں نے اپنی بات جاری رکھی اور دوسرے زاویے سے پوچھا کہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین کی پیدائش ۱۹۱۴ء کی ہے۔ میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمن کی پیدائش ۱۹۲۰ء کی ہے، اس پر انھوں نے اتنا کہا کہ میں نے ۱۹۳۹ء میں میٹرک کیا تھا اور پھر ۱۹۴۳ء میں بی، اے کر لیا تھا، اس سے آپ اندازہ لگا لیں۔ میں نے کہا کہ میرے اندازہ کے مطابق ۱۹۲۲ء بنتا ہے۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ ہاں یہی اندازہ ہے۔

ہنس کر فرمانے لگے کہ لوگ ہمارے پاس وقت لگانے کے لیے رائے ونڈ آتے ہیں اور میں حضرت رائے پوریؒ کی تشریف آوری کے موقع پر تمھارے ہاں وقت لگانے کے لیے آتا تھا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمارا ساتھ دیں، اس پر رائے پوریؒ نے ہنس کر فرمایا کہ ہمارا تمھارا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ ہم لوگوں سے کہتے

ہیں کہ بیٹھو بیٹھو اور آپ کہتے ہیں کہ نکلو نکلو۔ یہ بات حضرتؒ نے تفنن طبع کے طور پر کہی تھی ورنہ حضرتؒ باقاعدہ تبلیغی جماعت کی سرپرستی کیا کرتے تھے۔

داعی الی اللہ حضرت حاجی صاحب

پروفیسر حافظ بشر حسین حامد صاحب فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی عزیمت سے عبارت تھی، آرام سے بیٹھنا، آپ کے مزاج میں نہیں تھا، یوں کہیں کہ تبلیغ آپ کا حال تھا تو یہ غلط نہیں ہوگا، دعوت گویا آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، رائے ونڈ مرکز میں فجر کا بیان مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آپ کا طے کیا ہوا تھا، جب تک صحت تھی، کئی کئی گھنٹے مسلسل بولتے رہتے تھے۔ لمبے لمبے سفر کر کے واپس رائے ونڈ پہنچتے، آرام کا تقاضا ہوتا، مگر آرام کی پرواہ کیے بغیر فجر کے بیان کے لیے آ کر بیٹھ جاتے اور پورے دو گھنٹے بات کرتے۔ وہاں سے اٹھتے تو مشورہ میں چلے جاتے، وہاں سے فارغ ہوتے تو واپسی کی بات میں تھوڑی سی بات فرماتے اور دعا کرواتے، وہاں سے اٹھتے تو جماعتوں کی روانگی کی مختصر ہدایات اور دُعا ہوتی تو ظہر کا وقت ہو جاتا۔ ظہر کے بعد کھانا ہوتا اور ڈاک دیکھتے، خطوط کے جواب لکھتے یا لکھے ہوئے خطوط کو پڑھتے، ان کی تصحیح فرماتے اور پھر دستخط فرماتے۔ عصر کے بعد پُرانوں سے بات ہوتی، مغرب کے بعد کبھی مقیمین سے، کبھی علماء سے، کبھی بیرون کے مہمانوں سے بات کرتے۔ علاقائی جوڑ ہوتے تو کبھی عشاء کے بعد بھی مجمع کو لے کر بیٹھ جاتے۔ رمضان المبارک میں تو آپ کی محنت بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ روزانہ فجر کے بعد تین گھنٹہ اور ہفتہ میں ایک دن پانچ گھنٹے بیان فرماتے، رمضان المبارک میں جماعتوں کی روانگی کی دُعا پچاس، ساٹھ منٹ تک پہنچ جاتی۔ اگر یوں کہیں کہ آپ نے حقیقی معنوں میں زندگی کی قیمت وصول کی تو اس بات میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

بیان کے علاوہ بھی کوئی آپ سے ملنے کے لیے آ جاتا تو کھانا بھول جاتے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کھانا سامنے رکھا ہوا ہے اور لقمہ ہاتھ میں ہے اور پون پون گھنٹہ آپ بات کرتے رہے، دس دفعہ خادم نے سالن گرم کیا، مگر آپ کو بات کرتے ہوئے ہوش ہی نہ

رہتا تھا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں۔ پھر یہ مشورہ ہوا کہ آپ کے کھانے کے وقت کسی کو آپ سے ملنے کے لیے اجازت نہ دی جائے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ آپ کو ''بلبل ہزار داستان'' فرمایا کرتے تھے۔

اس کام میں آنے والے تمام نشیب وفراز سے گزرے، شروع میں فاقے برداشت کیے، مشقتیں جھیلیں، میلوں پیدل سفر کیے۔ ایک دفعہ گوجرانوالہ میں اجتماع تھا اور آپ کو بخار تھا، مگر اسی حالت میں رائے ونڈ سے گوجرانوالہ پیدل چل کر گئے۔ رائے ونڈ سے لاہور پیدل چل کر جانا تو آپ کا عام معمول تھا۔ اس کام کی خاطر جان کو جان نہیں سمجھا۔

بہرحال! آپ ایک انسان تھے اور انسان ہونے کے ناطے آپ کے مزاج میں کچھ سختی بھی تھی۔ ایک دفعہ خود بیان فرمایا کہ: ''میاں جی عبداللہ جب کوئی کمی دیکھتے تو ایک دم نہیں ٹوکتے تھے، بلکہ پہلے کئی دن کھیر کھلاتے، تو میں سمجھ جاتا کہ میاں جی مجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، تو میں نے کہا: ''میاں جی کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' فرمایا: ''عبدالوہاب! تم ضد بہت کرو ہو!'' حاجی صاحبؒ نے فرمایا: ''ہاں میاں جی مجھے بھی اس کا احساس ہے۔'' میاں جی عبداللہ نے فرمایا: ''دیکھ عبدالوہاب یہ اللہ کی پیاری عادت ہے کہ جس کو اپنی کمی کا احساس ہو اللہ تعالیٰ اس کی کمی کو دُور کر دیتے ہیں۔''

آپ کا حافظہ ایسا قوی تھا، جو واقعہ سناتے اس کا سن، تاریخ، وقت، جگہ اور الفاظ کی پوری تفصیل بیان فرماتے، یوں لگتا یہ واقعہ ابھی حاجی صاحب نے دیکھا اور ابھی بیان کر رہے ہیں۔ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ملفوظات آپ کو حرف بحرف ازبر تھے، یوں لگتا تھا جیسے آج ہی سنے ہیں۔

آپ نبی تو نہیں تھے، حضور ﷺ کے ایک امتی تھے، مگر نبیوں کی طرح ہر وقت دل میں انسانیت کی ہدایت کی فکر وغم، اس کے لیے بے قراری اور بے چینی تھی۔ ایک دفعہ فرمایا: ''بھائی! کوئی ایسا طریقہ ہوسکتا ہے کہ کافر بھی بخشے جائیں اور کوئی کافر جہنم میں نہ جائے!'' مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ جیسی فنائیت تھی۔

۷۶ سال اللہ رب العزت کی بڑائی بولتے رہے۔ اتنا اللہ کی عظمت کو بولنے والا کون ہوگا؟ بول بول کر آپ کا گلا جواب دے گیا، آپ کی آواز خراب ہوگئی تھی، آپ کے پھیپھڑے متاثر ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر آپ کو خاموش رہنے کا مشورہ دیتے، مگر خاموش رہنا آپ کے مزاج میں نہیں تھا۔ آخری دور میں آپ کی بات مجمع کو سمجھ بھی نہ آتی، مگر آپ منبر پر آجاتے اور اپنا درد مجمع کے سامنے رکھتے۔ آخر میں ڈاکٹروں نے مجمع میں آنے سے بالکل منع کردیا تو آپ کمرہ سے ہی بیان کرتے یا مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات کی کاپی سے پڑھ کر سناتے تو مولانا فہیم صاحب اس کا مفہوم مجمع کے سامنے بیان کرتے۔ جب تک ہوش وحواس باقی رہا آپ نے بولنا نہیں چھوڑا۔

آپ شب بیدار آدمی تھے، رات کو دو، ڈھائی گھنٹے سے زیادہ سونے کا معمول نہیں تھا، ہزاروں کی تعداد میں اپنے اوراد ووظائف سونے سے پہلے پورے فرماتے۔ اس نیند کی کمی کی وجہ سے بعض اوقات صبح کے بیان میں غنودگی سی آجاتی، مگر جب بیدار ہوتے تو اسی جگہ سے بات شروع کرتے جہاں سے چھوڑی تھی۔ دن کے بیان میں یہ کیفیت نہیں ہوتی تھی۔ دورِ حاضر میں کوئی ایسا خطیب نہیں ہوگا جو منبر پر بات کرتے کرتے سو جائے اور سامعین اپنی جگہ بیٹھے بات سننے کے منتظر رہیں اور نہ ہی اتنا زیادہ دعوت کے بول بولنے والا کوئی ملے گا۔ صحت کی حالت میں تو کھڑے ہوکر بولتے اور گھنٹوں بولتے، مگر جب بڑھاپا آگیا تو بیٹھ کر بات کرنی شروع کردی۔

آپ صاحب یقین آدمی تھے، اللہ سے ہونے اور مخلوق سے نہ ہونے کو اتنا بولا کہ بچے بچے کی زبان پر جاری ہوگیا "اللہ سے ہوتا ہے، مخلوق سے نہیں ہوتا" یہ صرف زبان کے بول نہیں تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی حقیقت بھی نصیب فرمادی تھی۔ ایک دفعہ رائے ونڈ مطبخ سے آٹا ختم ہوگیا، مطبخ کے ذمہ دار آپ کے پاس آئے کہ حضرت آٹا ختم ہوگیا ہے، کیا کریں؟ فرمایا: "آٹا میرے پاس ہے؟ جس کے پاس ہے، اس سے مانگو۔" انھوں نے دو رکعت پڑھ کر اللہ سے دُعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمادیا۔

ایک دفعہ حکومت کے کچھ آدمی آئے کہ آمدن، خرچ کا حساب دکھاؤ، اتنا مجمع دو وقت کھانا کھاتا ہے، مدرسہ میں سینکڑوں طلبہ پڑھ رہے ہیں، بجلی، گیس کے بل ہیں یہ سب کہاں سے آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہمارے پاس کوئی حساب کتاب کا رجسٹر نہیں ہے، یہاں بیٹھ جاؤ دیکھو کہاں سے آرہا ہے اور کیسے خرچ ہورہا ہے!“ وہ تین دن بیٹھے دیکھتے رہے، مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا اور اٹھ کے چلے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب اللہ ہی کی طرف سے ایسے راستوں سے انتظام ہوتا ہے جو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔

آپ نے بڑی استغنا کے ساتھ وقت گزارا، کسی کے سامنے اپنا حال ظاہر نہیں فرمایا، مگر آخری دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھی سے اچھی گاڑی میں سفر کروایا۔

ایک دفعہ کچھ جماعتیں ملکوں سے واپس آگئیں، یعنی ان کو ایئرپورٹ سے ہی واپس کردیا گیا۔ حاجی صاحب فرمانے لگے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ اسلام آباد جاؤں اور فلاں فلاں سے کہوں کہ وہ ایمبیسی والوں سے پوچھیں کہ جماعتوں کو کیوں واپس کیا گیا؟ مگر فوراً مجھے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی بات یاد آگئی، حضرت جی فرماتے تھے: ”عبدالوہاب! جب یہ دُنیا والے لوگ کام میں لگ جائیں گے تو تمھاری قوتِ دُعا میں کمی آجائے گی!“ چناں چہ میں نے اپنا اِرادہ ترک کردیا۔

اندرونِ ملک تو کوئی اجتماع ایسا نہیں ہوتا تھا، جس میں آپ شریک نہ ہوں، اس کے علاوہ اندرون ملک وبیرون ملک اسفار کا کوئی شمار نہیں۔ ہر دُوسرے سال اللہ عالی آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرماتے رہے۔ آپ کی قربانی اس درجہ کی تھی کہ اس کام میں آپ کی بات کو حجت تسلیم کیا جاتا تھا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے علاوہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت بھی اٹھائی۔ بعض حضرات سے یہ سنا ہے کہ آپ کو حضرت رائے پوریؒ سے بھی اِجازت حاصل تھی اور حضرت لاہوریؒ سے بھی، مگر آپ یہ بات ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ نہ آپ خود کسی کو بیعت کرتے تھے۔ اِس سلسلہ میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک ملفوظ نقل کرتے تھے کہ: ”حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ”اگر میں

پیری مریدی کا کام شروع کرتا تو کسی پیر کو بیعت کرنے کے لیے مرید نہ ملتے، مگر یہ کام ہی اور ہے، یہ نبوت والا کام ہے۔" فرمایا کرتے تھے کہ: "جب میں نظام الدین سے لاہور آتا اور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت فرماتے: "عبدالوہاب! ہمیں سلوک راہِ نبوت کی خبروں سے مسرور کرو۔" میں پوچھتا: "حضرت! آپ جو کام کر رہے ہیں یہ کیا ہے؟" فرماتے: "یہ سلوک راہِ ولایت ہے، وہ سلوک راہِ نبوت ہے۔"

آپ کی شخصیت سارے طبقات کے لیے قابل احترام تھی، بڑے بڑے علماء کرام، سیاستدان، تجار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بڑی عقیدت کے ساتھ آپ کے ملفوظات سنتے۔ ایک دفعہ میاں نواز شریف صاحب اپنے بچوں کو لے کر آپ سے ملنے کے لیے آئے، آپ نے خود کارگزاری سنائی کہ میں نے اس سے کہا کہ: "اگر یہ بچے سارا دن گھر میں آئیں جائیں اور تم دونوں (ماں، باپ) کو اپنے معاملات میں نہ پوچھیں تو بتاؤ تم ان کو کیا کہو گے؟" نواز شریف صاحب بچوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ: حاجی صاحب کی بات غور سے سنو!" حاجی صاحب فرمانے لگے: "میں تم سے بات کر رہا ہوں غور سے سنو! اگر سارا دن اپنے کاموں میں اللہ اور رسول کو نہ پوچھو تو بتاؤ تم کیا ہو؟"

حاجی صاحبؒ کے آخری سالوں میں چند طوفانی اسفار

تاریخ کے اوراق گردانے کے بعد یہ بات اکثر ملتی ہے کہ اہل اللہ کے آخری ایام میں محنت، ریاضت اور فکر آخرت بڑھ جایا کرتی تھی اور جن کے دلوں میں اللہ رب العزت نے دین محمدی ﷺ کی فکر، کڑھن رکھی ہو ان کے حال کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ۔ ۔مولانا عبید اللہ سندھیؒ جب مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی کے آخری ایام میں حاضر خدمت ہوئے تو ملاقات کے بعد فرمایا کہ ”حضرت دہلوی تو ہزاروں میل کی رفتار سے جا رہے ہیں“۔

حاجی صاحبؒ کی تو ویسے ساری زندگی ہی دین کی تڑپ، فکر اور کڑھن میں گزری لیکن وفات سے تقریباً دس بارہ سال قبل، بحالت صحت ایسے طوفانی اسفار کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک سفر پہ نکلتے تو دس بارہ ملکوں کا دورہ فرما کر واپس آتے۔ اب ہر ہر سفر کی تفصیل تو انتہائی مشکل ہے کہ ان کی زندگی کا ہر سفر ہی ایک کتاب ہے۔ ذیل میں صرف 2006ء سے حاجی صاحب کے اسفار کا انتہائی مختصر خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جس میں ہر سفر کو صرف ملک اور تاریخ سفر کے ساتھ ہی سپرد قلم کیا گیا ہے۔

اسفار[1]

تاریخ	سفر		تاریخ	سفر
8-9-2006	قطر		26-1-2006	بنگلہ دیش
17-5-2006	یو اے ای		22-5-2006	یو اے ای
18-5-2006	جورڈن		10-9-2006	یو کے
22-8-2007	یو کے		6-3-2007	یو اے ای
13-5-2007	یو اے ای		10-12-2007	فجی
14-9-2006	ترکی		6-3-07	سویڈن
11-4-07	موزمبیق		13-4-07	زمبیا
16-4-07	ملاوی		30-1-07	بنگلہ دیش
6-17-24/4-07	ساؤتھ افریقہ		19-4-07	مورشیس
7-4-07	زمبابوے		7-5-07	اردن
2-5-07	کینیا		23-4-07	مڈغاسکر
25-11-07	سری لنکا		13-12-01	آسٹریلیا
27-3-08	زمبیا		23-8-07	آئرلینڈ
19-12-07	یو اے ای		17-1-08	یمن
28-11-07	تھائی لینڈ		5-12-07	ملائیشیا
3-08	فلپائن		4-12-07	انڈونیشیا

[1] ان تمام اسفار کی تفصیل بمع ان کی تواریخ کے حضرت مولانا فہیم صاحب نے حاجی صاحب کے نئے اور پرانے پاسپورٹ سے لی ہے جزاہ اللہ خیرا۔ (مرتب)

8-12-07	انڈونیشیا		8-12-07	نیوزی لینڈ
1-4-08	یو اے ای		31-1-08	تھائی لینڈ
2-3-08	مور		2-3-08	ساؤتھ افریقہ
16-3-08	ساؤتھ افریقہ		17-3-08	موزمبیق
27-3-08	کینیا		24-4-08	ناروے سے یورپ
24-5-09	یورپ		30-9-08	تشار
21-8-08	یوکے		30-6-08	یو اے ای
29-5-08	یو اے ای		24-10-08	بنگلہ دیش
24-6-08	جورڈن		11-10-08	برازیل
3-9-08	یو اے ای		29-1-09	بنگلہ دیش
26-8-08	نائجیریا		1-9-08	گھانا
29-5-09	اردن		26-1-09	برما
22-1-09	تھائی لینڈ		28-1-09	تھائی لینڈ
4-6-09	یو اے ای		13-6-09	ناروے
23-6-09	یورپ		18-7-09	انڈونیشیا
9-7-09	ملائیشیا		23-7-09	سینگاپور
13-7-09	فلپائن		17-7-09	فلپائن
2-4-10	ایکواڈور		18-12-09	کینیا
21-12-09	یو اے ای		24-3-10	ٹرائینیڈاڈ
26-3-10	گھانا		17-5-11	یوکے

وینزویلا	29-3-10		پانامہ	2-4-10
چلی	2-4-10		نائجیریا	10-12-2009
	28-3-10		اردن	29-5-09
اردن	27-5-10		عمان	26-5-13
یواےای	1-6-10		بنگلہ دیش	21-1-10
نیپال	24-3-11		ترکی	17-5-11
تھائی لینڈ	4-3-11		نیپال	4-3-11
اردن	25-5-11		ترکی	18-11-13
ترکی	6-6-13		یوکے	16-8-13
بحرین	24-5-10		اردن	26-5-13
ہندوستان	26-3-14		مراکش	2-7-13
بنگلہ دیش	20-1-14		بنگلہ دیش	9-1-13
آئرلینڈ	16-5-14		یوکے	15-5-14
اردن	18-6-14		ترکی	19-6-14
بنگلہ دیش	15-1-15		بنگلہ دیش	6-1-15

حاجی صاحبؒ کے عوارض وامراض

حضرت حاجی صاحبؒ کو مختلف اوقات میں جن عوارض وامراض کا سامنا رہا اور جو خود حاجی صاحبؒ نے اپنی زبانی سنائے ان کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے۔

سن 1949ء کی بات ہے۔ حاجی صاحبؒ ہندوستان میں تھے۔ تہجد کا وقت تھا حاجی صاحب بالائی منزل سے نیچے اتر رہے تھے۔ ایک جگہ سیڑھی سمجھ کر پاؤں رکھا تو وہاں سیڑھی نہیں تھی۔ اندھیرے میں پتہ نہیں لگا۔ جس وجہ سے نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا اس وقت حاجی صاحبؒ نظام الدین میں ہی تھے۔ چنانچہ بازو پر پلستر وغیرہ کروالیا اور اسی حال میں مولانا عبیداللہ صاحب کے والد کو وصول کرنے کے لیے نظام الدین سے گورکھ پور تک گئے۔ جس کا واقعہ پہلے بھی ذکر ہوا۔

یہ معمولی بیماریاں اس عظیم الہمت شخص کے ارادوں کو کیسے کمزور کرسکتی تھیں وہ شخص تو پہاڑوں سے ٹکرا جانے والا تھا۔ اسے راہ کے معمولی پتھر کیسے اپنی منزل سے روک سکتے تھے۔

اس کے بعد بھی چھوٹی بڑی بیماریاں پیش آتی رہیں۔ غالباً 1978ء کی بات ہے حاجی صاحبؒ کو بیماری کی وجہ سے السر ہو گیا تھا۔ وہ پھٹ گیا اس موقع پر حاجی صاحبؒ کو بہت زیادہ خون کی بوتلیں لگی تھیں اور حالت کافی خراب ہو گئی تھی اور گویا انتقال ہی ہو چلا تھا۔ حاجی صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور مجھے لے کر ایک جگہ پہنچے تو میں نے پوچھا یہ کونسی جگہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جنت البقیع ہے۔ میں نے

کہا کہ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ یہاں تو مولانا الیاسؒ صاحب اور مولانا یوسف صاحبؒ نہیں ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ وہ تو نظام الدین میں ہیں میں نے فوراً کہا تمہارے لیے کیا مشکل ہے انہیں اٹھا کر یہاں لے آؤ اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث کے مطابق جو روزانہ ہزار دفعہ درود شریف پڑھے تو اسے تب تک موت نہیں آتی جب تک اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دیکھ لے اور تم نے تو مجھے میرا ٹھکانہ دکھایا ہی نہیں۔ تو پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے بولے کہ چلو اس کو واپس لے چلتے ہیں۔

اس موقع پر ڈاکٹرز باہر اطلاع دینے کے لیے آچکے تھے کہ حاجی صاحبؒ کا انتقال ہو چکا ہے لیکن جب دوبارہ اندر گئے تو حاجی صاحبؒ آنکھیں کھولے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔

اس کے بعد 1984ء میں بھی بعینہ یہی عارضہ پیش آیا۔ اس وقت حضرت جی مولانا انعام صاحبؒ بھی یہیں تھے اس وقت بھی تقریباً انتقال ہو جانا لوگوں نے طے کر لیا تھا لیکن اللہ نے اس میں بھی عافیت فرمائی اور حاجی صاحب تندرست ہو گئے۔ جب ایک صاحب نے آ کر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے عرض کیا کہ حاجی صاحبؒ کا آخری وقت ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ہم نے یہ سمجھ کر کہ ڈاکٹروں کے ہاتھ میں کچھ ہے عبدالوہاب کو ہسپتال نہیں بھیجا۔ بلکہ سنت کی اتباع میں بھیجا ہے اور ہم نے عبدالوہاب کو اللہ سے مانگ لیا ہے۔ ہم توکل ہی ملنے جائیں گے۔

حاجی صاحبؒ کی بیماری اکثر چلتی رہتی تھی۔ جس میں حاجی صاحبؒ حکیمی دوائی لیا کرتے تھے اور حاجی صاحبؒ کو دوائی کھلانا بھی ایک خاصہ دشوار مرحلہ ہوتا تھا اور انگریزی دوائی سے تو حاجی صاحبؒ کو سخت نفرت تھی۔ انگریزی دوائی کے استعمال پر نہایت خفا ہوتے تھے اور فرماتے کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”میرا ایمان ہے میرا ایمان ہے، میرا ایمان ہے انگریزی دوائی کے استعمال سے ایمان میں خلل آجاوے ہے خلل آجاوے ہے، خلل آجاوے ہے“۔

حاجی صاحبؒ کو کچھ سانس کی تکلیف بھی تھی۔ اکثر حضرات نے دیکھا ہو گا کہ

بیان کرتے کرتے حاجی صاحب سو جاتے تھے پھر ایک دم سے لمبا سانس لے کر اٹھتے تھے اور جب کمرے میں آرام فرما رہے ہوتے تھے تو اتنی زور سے خراٹے لیتے تھے کہ کوئی دوسرا وہاں سو بھی نہیں سکتا تھا ایسا لگتا تھا جیسے کوئی گلا دبا رہا ہے اس زمانے میں امریکہ سے ایک ڈاکٹر آئے تھے جن کا نام ڈاکٹر مجاہد تھا۔ انہوں نے حاجی صاحبؒ کو ایک سانس کی مشین بھی لگا کر دی لیکن حاجی صاحبؒ کہاں یہ چیزیں استعمال کرتے تھے چنانچہ وہ بھی استعمال نہیں کی اور پڑی رہی۔

حاجی صاحبؒ کی جو اصل ایک خوفناک بیماری تھی اس کی تشخیص بہت بعد میں جا کر ہوئی اور وہ یہ تھی کہ حاجی صاحبؒ کی سانس کی نالی قدرتی طور پہ کچھ تنگ تھی سانس لیتے وقت آکسیجن ٹھیک سے اندر نہیں جاتی تھی اور کاربن ڈائی آکسائڈ اندر جمع ہوتی رہتی تھی جس کی وجہ سے حاجی صاحبؒ غنودگی میں چلے جاتے تھے۔ پھر زور لگا کر اسے نکالتے تھے۔ یہ تھی اصل بات جس کی طرف ڈاکٹر حضرات جا ہی نہیں رہے تھے۔

نومبر 2011ء میں اجتماع کے دن تھے۔ اس دوران میں حاجی صاحبؒ کو سخت قسم کا نمونیہ ہو گیا تھا۔ حاجی صاحبؒ کو رات کو کمرے سے باہر نکلنا پسند تھا تو ٹھنڈ کی وجہ سے نمونیہ ہو گیا جب طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو ان کو مڈ سٹی ہسپتال لے جایا گیا جہاں دیگر ڈاکٹروں کے ساتھ ڈاکٹر صدف اور ڈاکٹر انجم، حاجی صاحبؒ کے علاج میں لگے ہوئے تھے اور یہی دو حضرات تھے جنہوں نے سب سے پہلے رائے دی کہ سینے کے ایکسرے کو دیکھ کر بیماری کی صحیح تشخیص کی جائے چنانچہ ڈاکٹر خالد گوندل صاحب کے ایک کلاس فیلو تھے ڈاکٹر کامران چیمہ، جنہوں نے سب سے پہلے حاجی صاحبؒ کی بیماری کی صحیح تشخیص کی۔ پھر انہی کے مشورے سے حاجی صاحبؒ کو سروسز ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔

اس بیماری کی تشخیص کے بعد حاجی صاحبؒ کو گلے میں سانس کی ایک نالی لگائی گئی جس سے آکسیجن مناسب مقدار میں اندر جاتی تھی اور کاربن ڈائی آکسائڈ بھی باہر نکلنے کا مناسب انتظام ہو گیا تھا۔ اس نالی کا دن میں تقریباً 6 یا 7 گھنٹے لگنا ضروری تھا۔ دن

میں تو حاجی صاحبؒ یہ لگاتے نہیں تھے جب رات میں سونے کے لیے لیٹتے تو خدام لگا دیتے اللہ کی شان کہ اس سے حاجی صاحبؒ کی نیند اچھی ہو گئی اور طبیعت بڑی حد تک درست رہنے لگی۔

اسی سال 2011ء میں، مشورے سے چھ ڈاکٹروں پر مشتمل ایک جماعت بنا دی گئی جو حاجی صاحب کو دیکھا کرتے تھے۔ اصل معالج ڈاکٹر کامران چیمہ تھے۔ جو بھی مسئلہ ہوتا یہ ڈاکٹرز حضرات ڈاکٹر کامران کو بتاتے پھر ان کے مشورے سے کام کرتے۔

2013ء اور 2015ء میں بھی حاجی صاحبؒ کو نمونیے کی شکایت ہو گئی۔
2015ء میں حاجی صاحبؒ بنگال میں تھے۔ میں (مولانا فہیم صاحب) بھی ساتھ تھا۔ وہاں حاجی صاحبؒ کو ٹھنڈ لگ گئی۔ چنانچہ ہسپتال منتقل کر دیا گیا ڈاکٹرز نے دوائی دی لیکن طبیعت بحال نہیں ہوئی مشورہ ہوا کہ حاجی صاحبؒ کو لاہور لے جایا جائے پاکستان حکومت سے بات کی تو فی الحال ایئر ایمبولینس میسر نہیں تھی اور ڈھاکہ سے براہ راست لاہور کے لیے بھی کوئی فلائٹ نہیں تھی بلکہ پی آئی اے کی ایک ہی پرواز کراچی جاتی تھی پھر وہاں سے لاہور جانا ہوتا۔

میں نے کرنل صاحب سے بات کر کے بزنس کلاس میں ٹکٹ کروالی اور مزید اللہ نے یہ سہولت بھی کر دی کہ پی آئی اے والوں نے جو فلائٹ پہلے کراچی لے کر جانی تھی اسے لاہور کا رخ دے دیا یعنی پہلے لاہور جائے گی اور پھر اس کے بعد کراچی جائے گی۔ اس سے قبل تک تو حاجی صاحبؒ جانے کے لیے تیار تھے لیکن جب عین موقع نکلنے کا ہوا تو حاجی صاحبؒ نے جانے سے انکار فرما دیا۔ کسی کی ہمت بھی نہ ہوئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے دوبارہ درخواست کرتا۔ اس دوران ڈاکٹر مدثر صاحب میرے پاس آئے اور اس پریشانی کا اظہار کیا میں نے کہہ دیا کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ ادھر حاجی صاحبؒ کی طبیعت برابر بگڑتی جا رہی تھی اور تاحال ان کا کوئی ارادہ جانے کا نہیں تھا۔

میں نے ڈاکٹر مدثر کو کہا کہ کمرے میں جتنے لوگ ہیں سب کو تھوڑی دیر کے لیے باہر بھیج دیں۔ میں حاجی صاحبؒ سے بات کرتا ہوں سب لوگ باہر چلے گئے تو میں

نے دل ہی دل میں دعا کی اور حاجی صاحبؒ کے سرہانے جا کر بیٹھ گیا اور بالکل اس طرح جیسے چھوٹے بچے اپنی دادی نانی وغیرہ سے بات کرتے ہیں ایسے میں نے حاجی صاحبؒ سے بات کی اور حاجی صاحبؒ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا اچھا؟ میں نے کہا جی ہاں اور میں نے عرض کیا کہ پی آئی اے کا جہاز آیا ہوا ہے وہ سیدھا لاہور جا رہا ہے۔ ہم لاہور جا کر ڈاکٹر کامران چیمہ سے چیک کروالیں گے پھر فوراً واپس آ جائیں گے اور پھر سارے بنگال میں چکر لگائیں گے۔ اور میں نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا کہ بس یوں گئے اور یوں آئے۔ حاجی صاحبؒ خاموشی سے میری بات سن رہے تھے کہ میں نے اچانک کہا کہ آپ کو پیشاب کا تقاضہ تو نہیں ہے؟ تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا ہاں پیشاب تو آرہا ہے۔ میں نے جلدی سے حاجی صاحبؒ کو اٹھایا اور بیت الخلاء لے گیا۔ اس وقت وہاں پر مولوی اخلاق صاحب خدمت کے لیے موجود تھے۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ حاجی صاحبؒ جیسے ہی تقاضے سے فارغ ہوں انہیں بجائے بیڈ پر لے جانے کے سیدھا باہر لے آنا۔ ابھی حاجی صاحبؒ تقاضے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس سے پہلے شوریٰ والے کچھ اور افراد آ گئے اور حاجی صاحبؒ کے یہیں رکنے پر اصرار کرنے لگے میں نے ڈاکٹر مدثر سے بات کی کہ دیکھو خدانخواستہ اگر حاجی صاحبؒ کو کچھ ہو گیا تو کیا شرعی طور پر ہمارے لیے مناسب ہوگا کہ ہم ان کی میت کو پاکستان لے جائیں؟ اور اگر یہیں دفناتے ہیں تو کیا پاکستان والے اس بات پر راضی ہو جائیں گے؟ کہ ہم انہیں یہیں ڈھاکہ میں دفنا دیں ان حضرات کو اللہ جزائے خیر دے کہ ان کے دل میں یہ تھا کہ حاجی صاحبؒ کی طبیعت کچھ بحال ہو جائے تو پھر سفر کیا جائے لیکن میں نے جانے میں ہی عافیت سمجھی چنانچہ ہم حاجی صاحبؒ کو لے کر ایئرپورٹ کی طرف چلے گئے۔ جہاز میں آکسیجن کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ حاجی صاحب اس وقت مکمل ہوش وحواس میں نہیں تھے مجھے اس وقت جس بات کا سب سے زیادہ ڈر تھا وہ یہ کہ حاجی صاحب کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیشاب آتا تھا۔ اگر خدانخواستہ جہاز میں پیشاب بار بار آیا تو انتہائی مشکل ہوگی۔

میں دل ہی دل میں دعا کرتا رہا۔ ہم ڈھاکہ سے دن کے گیارہ بجے چلے تھے اور ہم مغرب میں لاہور ایئرپورٹ پر اترے۔ ایمبولینس کرنل صاحب کے خصوصی حکم پر ایئر پورٹ کے اندر آ گئی تھی ہم نے ایمبولینس کو قبلے کے رخ کھڑا کیا اور مغرب کی نماز ادا کی اور نماز پڑھ کر سیدھے ڈاکٹر ہسپتال پہنچ گئے۔ پہنچتے ہی ڈاکٹر انجم صاحب نے فوراً ایکسرے اور ٹیسٹ وغیرہ کئے۔ جب ہم حاجی صاحبؒ کو بیڈ پر لٹانے لگے تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ پیشاپ کا تقاضہ ہے میں نے زور سے کہا الحمدللہ یہ بھی حاجی صاحب کی کرامت تھی کہ پہلے ہر گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پیشاب کا تقاضہ ہوتا تھا لیکن اب پورے دن کے بعد فرمایا کہ پیشاب کا تقاضہ ہے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ اگلے دن حاجی صاحبؒ نے جمعہ کی نماز پڑھی اور کچھ دیر کے بعد بے ہوش ہو گئے طبیعت اتنی بگڑی کہ حاجی صاحب کو وینٹیلیٹر پر ڈالنا پڑا۔ بیماری اس قدر سخت تھی کہ اس مرتبہ کسی کو بھی بچنے کی امید نہیں تھی۔ نمونیہ تین گنا تک بڑھ گیا تھا۔ لیکن پھر اللہ کا کرم ہوا اور حاجی صاحب شفایاب ہوئے۔

آخری ایام اور وفات

حاجی صاحبؒ کی طبیعت ڈینگی بخار ہونے کی وجہ سے انتہائی ناساز ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے آپؒ کے خون میں "پلیٹ لیٹس" (Platelets) بہت کم رہ گئے تھے، اور آپؒ کو "وینٹی لیٹر" (Ventilator) پر رکھا گیا تھا۔ اس لیے آپؒ کے رو بہ صحت ہونے کے چانسز بہت کم رہ گئے تھے۔

بالآخر حاجی صاحبؒ ایک طویل مدت علیل رہنے کے بعد مورخہ ۱۸ نومبر ۲۰۱۸ء ۹ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ کو اپنی حیات مستعار کی لگ بھگ ساڑھے نو بہاریں دیکھنے کے بعد اپنے پس ماندگان میں لاکھوں تربیت یافتہ اور کروڑوں عقیدت مندوں کو سسکیاں لیتے اور ہچکیاں بھرتے چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہو گئے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون۔ ان اللہ ما أخذ ولہ ما أعطی و کل شئ عندہ بأجل مسمی۔

جان کر من جملۂ خاصان مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

وفات کا اعلان رائے ونڈ کے منبر سے

حضرت مولانا عبید اللہ خورشید صاحب دامت برکاتہم نے صبح فجر کی نماز کے بعد حاجی صاحبؒ کی وفات کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"کل نفس ذائقۃ الموت۔ موت برحق ہے! ہمارے سر سے سایہ

اُٹھ گیا۔ آج صبح صادق کا طلوع حاجی صاحبؒ کی وفات کے ساتھ ہوا۔ اطمینان رکھیں۔ یہ اللہ کی تقدیر ہے۔ سب دعاء پڑھ لیں:

"أللهم أجرني في مصيبتي هذه و اخلف لي خيرا منها أللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم".

آواز سے رونا نہ ہو! اور اس سانحہ پر حضرت محمد ﷺ کے انتقال فرمانے کو سامنے رکھیں تو یہ مصیبت ہلکی ہو جائے گی! اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں! حاجی صاحبؒ نے جو محنت اور جو راستہ دکھایا، یا انہوں نے جو محنت کی اور جس محنت کے لیے انہوں نے سب کچھ قربان کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کا اتباع نصیب فرمائے! اور اس محنت کے لیے ہمیں بھی سب کچھ لگانے کی توفیق عطاء فرمائے! مجمع صبر سے کام لے! نماز پڑھیں اور دعاؤں میں لگیں! حاجی صاحبؒ کی آخری باتیں یہ تھیں کہ اس محنت کو ہم اپنی زندگی کا مقصد بنا کر رہیں! سارے انسانوں پر شفقت ہمارے دل میں ہو اور ساری انسانیت ہمارے سامنے ہو کہ کیسے یہ انسانیت اللہ تعالیٰ کی چاہت پر آجائے اور جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے؟ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی یہ فکر بنا دے! سارے ساتھی نماز، اعمال اور دعاء میں لگیں اور اطمینان رکھیں! اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ تعالیٰ کی قضاء سے یہ ہوا ہے۔ ہم حاجی صاحبؒ کے فراق میں غمگین ہیں، لیکن اے اللہ! ہم تیری تقدیر پر راضی ہیں!" ما شاء الله كان و ما لم يشأ لم يكن " یعنی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا اور جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے وہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطاء فرمائے! آمین۔

پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ

حاجی صاحبؒ کے اس سانحہ ارتحال کی اطلاع کے بعد ہر طرف یہی دھن تھی کہ

کس طرح امت کے اس عظیم محسن ومربی کی نماز جنازہ میں شرکت کی جائے؟ نماز جنازہ کا وقت بعد از نماز مغرب مقرر ہوا تھا۔ اب نہ صرف پاکستان سے بلکہ دنیا بھر کے کونے کونے سے فرزندان توحید ہر ممکنہ ذرائع آمدورفت استعمال کر کے رائے ونڈ مرکز کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

موٹروے پر ٹریفک کا ایسا اژدہام تھا کہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی کسی شاہراہ پر ایسا رش نہیں دیکھا گیا۔ ایک اطلاع کے مطابق لاہور کے دونوں اطرف میں تیس چالیس کلومیٹر تک گاڑیوں کے ساتھ گاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔

پشاور، کوہاٹ، راولپنڈی، ایبٹ آباد، ملتان، بہاول پور سمیت درجنوں شہروں اور سینکڑوں دیہاتوں سے لاکھوں لوگ صبح رائے ونڈ کی طرف نکل پڑے تھے۔ کراچی اور کوئٹہ جیسے دور دراز شہروں کے باشندوں میں جن سے ممکن ہوا، وہ طیاروں کے ذریعے پہنچے مگر فلائٹیں محدود تھیں اور کرائے بہت زیادہ۔ اکثریت دل تھام کر وہیں رہ گئی، اس طرح کئی لاکھ لوگ وہ تھے جو وقت کی کمی اور فاصلے کی زیادتی کے باعث روانہ ہی نہ ہو سکے۔ جن علاقے والوں کو امید تھی کہ وہ پہنچ جائیں گے، انہوں نے دیر نہ کی تاہم گاڑیاں بک کرانے میں کچھ وقت لگنا تو لازمی تھا۔ اس تیاری میں کچھ لوگ نو بجے نکلے، کچھ دس بجے اور کچھ گیارہ بجے۔ لاکھوں کے اس سیلاب میں وہی لوگ پنڈال تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے جنہیں قسمت نے آگے رکھا۔

مولانا طارق جمیل صاحب کا حاجی صاحبؒ کے جنازے پر درد بھرا بیان

میرے بھائیو اور عزیز دوستو! میں چند آنسو بہانے کے لیے آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آج ایک ایسی ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے جس کے فراق میں آسمان بھی رو رہا ہے، زمین بھی رو رہی ہے، میدان کا ایک ایک پتہ رو رہا ہے، یہ منبر اور محراب رو رہے ہیں۔ کیوں کہ جب نیک آدمی دنیا سے اٹھتا ہے تو پوری کائنات اس پہ آنسو بہاتی ہے۔ اور یہ وہ ہستی تھے جن کو پچاس سال تک تو میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے تڑپتے، روتے اور

مچلتے دیکھا ہے۔ یہ جو اتنا بڑا جم غفیر، اتنا بڑا مجمع لوگوں کا نظر آرہا ہے۔ یہ اس بندے کی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کی علامت ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اپنے آنسوؤں کے ساتھ، اپنی آنکھوں کے ساتھ، اپنی دعاؤں کے ساتھ اس بندے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کریں۔ ایسے بندے صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ میرے رب نے ان کو چنا۔ ہم سب ان کی اولاد بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ان ہی کا لگایا ہوا سارا باغیچہ ہے۔ لیکن یہ چل سوچل کا جہان ہے، یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بھی اٹھالیا ہے، تو ہم اور آپ تو سب بہت چھوٹے گھرانے کے افراد ہیں۔ جانا طے ہے۔ اس لیے اس طرح جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ مجھے کبھی بولنے میں رکاوٹ نہیں ہوئی لیکن آج نہ میرے پاس الفاظ جمع ہو رہے ہیں اور نہ ہی میرے پاس کوئی مضمون جڑ رہا ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر صرف چند آنسو بہا سکتا ہوں۔ یہ ساری فضاء سوگوار ہے۔ اور اس میدان کا ایک ایک ذرہ جو اس شخص کے پچاس سال سے نغمے سن رہا تھا، درد بھرے نوحے سن رہا تھا۔ آج نوحہ کناں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ہم سب نے جانا ہے اور جانا طے ہے۔ امام عالی مقام (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کا فرمان ہے:

"ألموت ليس منه فوت. ان أقمتم له أخذ كم. و ان فررتم منه أدر ككم. ألموت معقود بنواصيكم فالنجا النجا. ألوحا ألوحا.

یعنی موت سے آج تک کوئی ٹکر نہیں لے سکا۔ اس سے ٹکراؤ گے تو گرو گے۔ اس سے بھاگو گے تو پکڑے جاؤ گے۔ لہٰذا جلدی کرو! جلدی کرو! کیا جلدی کرو! "ألنجا ألنجا" یعنی نجات پانے کی جلدی کرو؟ "أحى قلبك بالموعظة" اپنے دلوں کو زندہ کرو قرآن کے ساتھ۔ "ونوره بالحكمة" اور اپنے دلوں کو نورانی بناؤ نبی ﷺ کے فرمان کے ساتھ۔ "وقوه بالزهد" اور اس کو مضبوط بناؤ دنیا کی بے رغبتی کے ساتھ "وقرره بالفنا" اور اس سے اقرار لو کہ ہم نے مرنا ہے اور مٹی میں مٹی ہونا ہے۔ "وذلله بالموت" اور اسے لگام دو موت کی اور اسے یاد دلاؤ۔

تو حرص و ہوس کو چھوڑ میاں
مت دیس بہ دیس پھرے مارا

قزاق اجل کا لوٹے ہے
دن رات بجا کر نقارہ
کیا بدھیا بھینسا بیل شتر
کیا گونیں پلا سر بھارا
کیا گیہوں چاول موٹھ مٹر
کیا آگ دھواں اور انگارہ
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا
جب لاد چلے گا بنجارہ

کُل نفس ذائقة الموت و انما توفون أجور کم یوم القیمة فمن زحزح عن النار و أدخل الجنة فقد فاز و ما الحیوة الدنیاآ الا متاع الغرور۔ انما الحیوة الدنیا لعب ولهو و زینة و تفاخر بینکم و تکاثر فی الأموال والأولاد کمثل غیث أعجب الکفار نباته ثم یهیج فتراه مصفرا ثم یجعله حطاما و فی الآخرة عذاب شدید و مغفرة من الله ورضوان و ما الحیوة الدنیاآ الامتاع الغرور۔

یہ مٹ جانے کا گھر ہے۔ یہ دھوکے کا گھر ہے۔ یہ مچھر کا پر ہے۔ یہ مکڑی کا جالہ ہے۔ یہ تین دن کی دنیا۔ ایک کل گزر گیا واپس نہیں آئے گا۔ ایک کل آنے والا ہے۔ ایک جو لمحہ گزر رہا ہے۔ اسے اس طرح گزارنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة أن لا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔ نحن أولیاؤکم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة ولکم فیها ما تشتهی أنفسکم ولکم فیها ما تدعون نزلا من غفور رحیم۔

یعنی جب ایسے لوگوں کا دنیا سے جانے کا وقت آتا ہے تو ان پر فرشتوں کا نزول

ہوتا ہے۔ اور فرشتے ان کو سلام کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ اب تم کسی قسم کا کوئی غم اور فکر نہ کرو!"

ادھر دوسری طرف تین چار بجے تک ٹریفک بری طرح جام ہو چکا تھا اور اس کے بعد جو لوگ لاہور بلکہ رائے ونڈ تک بھی پہنچ گئے تھے، ان میں سے اکثر نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے تھے۔

نماز مغرب کے بعد نماز جنازہ کی ادائیگی موخر ہوتی رہی کیوں کہ جس ایمبولینس میں حاجی صاحبؒ کی میت رائے ونڈ مرکز سے پنڈال لائی جا رہی تھی، وہ ایمبولنس ہی رش میں پھنس گئی تھی۔ مرکز سے اجتماع گاہ تک دو کلومیٹر کا فاصلہ اس ایمبولنس نے اڑھائی گھنٹے میں طے کیا اور سوا چھ بجے پنڈال پہنچی۔ اس وقت مولانا طارق جمیل صاحب خطاب کر رہے تھے۔ انہیں اس قدر گلوگیر پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ وہ بمشکل چند جملے بول پائے۔ اس کے بعد جب مولانا محمد فہیم صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے تو آپ نے اسٹیج ان کے لیے خالی کر دیا۔

مولانا محمد فہیم صاحب کا حاجی صاحبؒ کے جنازے پر رقت انگیز بیان

اس کے بعد کچھ دیر تک نماز جنازہ سے پہلے حاجی صاحبؒ کے پرانے خدمت گار حضرت مولانا محمد فہیم صاحب دامت برکاتہم نے اجتماع گاہ میں گفتگو فرمائی:

"**نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد**: میرے بھائیو اور بزرگو! آج ایک ہستی نہیں ایک صدی ہم سے جدا ہو گئی ہے۔ سو سال ہم سے دور ہو گئے ہیں۔ اور جس چیز کو لے کر ساری زندگی وہ کڑھن اور بے چینی میں رہے، اس کے صدقے اور اس کے واسطے میں میں آپ سب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ خدارا وہ کبھی اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ تصویریں بنائی جائیں۔ جو کہ جنازے کے موقع پر آپ لوگ ان کو راحت پہنچانے کے بجائے یہ کام کر رہے ہیں۔ جس کے جنازے میں ہم آئے ہیں اس کی

چاہت کو تو دیکھیں کہ وہ کیا چاہتے تھے؟ وہ ہر زمانے میں اپنے وقت کے اکابر علماء سے جڑے رہے۔ تبلیغ میں لگنے سے پہلے بھی وقت کے جو جید علماء تھے ان سے ان کا تعلق تھا۔ ایک طرف حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تعلق تھا تو دوسری طرف حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بھی تعلق تھا۔ ایک طرف حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درس میں شریک ہوتے تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ ہر ہر قدم پہ آگے آگے چلے جاتے تھے۔ ابھی تبلیغ کا پتہ نہیں تھا۔ ابھی ابھرتی جوانی تھی۔ کالج کا زمانہ تھا۔ اور اس وقت ان کا حال یہ تھا۔ روزانہ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے شیرانوالہ گیٹ حضرت لاہوریؒ کا درس سننے کے لیے پیدل جانا ان کا معمول تھا۔ مغرب سے عشاء تک روزانہ سورۃ کہف، سورۃ واقعہ اور سورۃ ملک اور کتنی دوسری سورتوں کی تلاوت کرتے تھے۔ اور کتنے صفحات پڑھتے تھے۔ روزانہ رات کو اڑھائی سے تین بجے تک اٹھنے کا معمول اس زمانے سے آج تک تھا۔ ان کو تہجد کے لیے بیدار نہ کرنے کی ہمارے اندر مجال نہیں تھی۔ اس لیے ہم انہیں رات کو تہجد کے لیے بیدار کرتے تھے۔ اس ضعف اور بیماری میں بھی تہجد قضاء نہیں ہونے دی۔ فرائض کی قضاء تو دور کی بات ہے۔ ان کو ایک بے چینی، ایک کڑھن ایک درد اور ایک غم لگا ہوا تھا۔ وہ جب مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے پاس پہنچے تو پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے تھے۔ فرمانے لگے کہ ایک دن میں ذکر کر رہا تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے مجھے بلایا اور ڈانٹا کہ یہاں مشورہ ہو رہا ہے اور تو ذکر کر رہا ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں کوئی ان سے بیعت ہوں کہ جو یہ مجھے ڈانٹ رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فوراً میری رہبری کی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ بات تو ان ہی کی مان کر چلوں گا۔ جو کہیں گے وہ کروں گا۔ پھر موت تک کر کے دکھایا۔ رات اڑھائی تین بجے کا وقت تھا۔ مجھے بلایا اور کہا: ”کیا

کوئی ایسی ترکیب نہیں ہے کہ دوزخ میں کوئی بھی نہ رہے اور سب ہی جنت میں چلے جائیں؟'' اور آخر میں ان کی بات صرف یہی تھی کہ: ''سب سے کہو کہ ایک دوسرے سے محبت کریں! حب الٰہی کے بعد سب سے افضل عمل حب مسلم ہے'' آج یہ اتنا بڑا مجمع چلتا ہوا ایسے لگ رہا ہے جیسے لوگوں کا ایک سمندر چلا آرہا ہے۔ انہیں کون سی چیز کھینچ کر لا رہی ہے؟ یہی محبت جو اس ہستی نے انسانیت سے کی۔ اسی لیے انسانیت کے قلوب ان کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ یہ ان کی محبت ہے جو لوگوں کو ان کی طرف کھینچ کر لا رہی ہے۔ حضرت کو ہم ڈھاکہ سے لے کر آئے ہیں۔ بیماری کی انتہاء تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل یہ کیا کہ جہاز ڈھاکہ سے بجائے کراچی جانے کے سیدھا لاہور آ گیا۔ ہم ہسپتال پہنچے۔ حضرت کچھ دنوں بعد وینٹی لیٹر پر چلے گئے۔ پھر افاقہ ہوا، پھر بالکل ٹھیک بیانات چل پڑے۔ اب درخواست یہ ہے کہ ہم طے کر لیں کہ ہمیں اس دنیا میں کیوں رہنا ہے؟ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ آج تو ہم نے جینے کی فضا بنائی ہوئی ہے۔ جہاں دیکھو جینے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ گھروں میں سامان جینے کے لیے لائے جا رہے ہیں۔ مکانات جینے کے لیے بنائے جا رہے ہیں۔ سواریوں کا انتظام جینے کے لیے کئے جا رہے ہیں۔ موت کا اور مرنے کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔'' کبھی کبھی فرماتے: ''میں رائے ونڈ میں سب بیان کرنے والوں کے بیانات سنتا رہتا ہوں۔'' جمعرات کو یہاں آئے اور مشورے میں بات کی۔ رات کو پوچھا کہ: ''صبح کس کا بیان ہے؟'' کسی نے کہا کہ: ''مولوی اسماعیل صاحب گودرا والے کا'' تو فرمایا کہ: ''مولوی اسماعیل کو بلاؤ!'' میں نے کہا کہ: ''ان کا بیان اگلے دن فجر کے بعد ہے!'' پھر فرمایا کہ: ''کل بیان کس کا ہے؟'' میں نے کہا کہ: ''مولوی عبدالرحمن صاحب بمبئی والے کا ہے''۔ میں نے کہا کہ: ''دونوں کو بلا لیتے ہیں!'' تو فرمایا کہ: ''ٹھیک ہے، دونوں کو

بلالو!'' دونوں کو بلا کر پہلی بات یہ کی کہ ''اللہ'' کو بیان کریں۔ ہر بات کا آخر ''اللہ'' پر ہو، ہر بات کی ابتداء ''اللہ'' سے ہو۔ ''اللہ'' کو اتنا بولو کہ اس آنے والے مجمع کی روحوں میں ''اللہ'' سرایت کر جائے۔ انہیں ''اللہ'' کے علاوہ کچھ سجھائی ہی نہ دے۔ اللہ ہی اللہ ہو۔ اللہ بولا کرو۔ اور آخرت کا بھی ذکر کیا کرو۔ آخرت کی یاد دلایا کرو۔ سارے بیانات والوں کو پیغام بھجوایا۔ ہر ہر عمل کے فضائل کو سناؤ۔ مجمع کو فضائل پہ کھڑا کرو تا کہ وہ فضائل پہ تیار ہو جائے۔ آخرت اس کے سامنے ہو۔ وہ مرنے کے لیے اور جان دینے کے لیے ہر وقت تیار ہو''۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے عرض کیا کہ حضرت! کراچی میں پانچ ہزار مساجد ہیں۔ اور ہر مسجد کے لوگوں کو ہفتے میں ایک دن کے لیے بلاتے ہیں، تو کتنے عرصے بعد پھر دوبارہ ان کی باری آئے گی تا کہ ہم ان سے بات چیت کریں؟ حضرت نے فرمایا کہ : ''کام کی حقیقت سمجھاؤ!'' میں نے کہا کہ : ''کام کی حقیقت کیا ہے؟'' تو فرمایا کہ : ''حضور ﷺ کے طریقے پر اللہ پر جان دینا آجائے۔'' میں نے عرض کیا کہ : ''میرے جیسا بزدل کیسے جان دیدے گا؟'' حضرت نے فوراً فرمایا کہ : ''اس کام کے ہر تقاضے کو اپنے ذاتی، گھریلو اور، کاروباری سارے تقاضوں پر مقدم رکھنا۔ یہ اللہ پر جان دینا ہے''۔ میں نے کہا کہ : ''یہ تو میں کرسکتا ہوں'' اور پھر آپؒ نے موت تک کر کے دکھایا۔ حاجی صاحبؒ نے آخری بات مجھ سے یہ فرمائی کہ : ''اس مجمع کو اس بات پر لانا ہے کہ دل و دماغ اور روح میں ''اللہ'' آجائے''۔

حاجی صاحبؒ سال کے تین سو پینسٹھ دن ایک ہی کھانا کھاتے تھے۔ کبھی یہ نہیں فرمایا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی بنالیا کرو۔ بلکہ ایک ہی چیز روز کھائے جاتے تھے۔ میں سوچتا رہا کہ آخر کیا وجہ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ حاجی صاحبؒ کا کھانے کی طرف دھیان ہوتا تو آپ کو پتہ چلتا کہ میں کیا کھا

رہا ہوں؟ آپؒ کا تو کھانے کی طرف دھیان ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ایک ہی کھانا کھائے جاتے تھے۔ کبھی مہینوں بعد کہہ دیتے کہ : ”فہیم! آج کھانا بڑا لذیذ ہے!“ میں ہنستے ہوئے کہہ دیتا کہ ”حضرت! کھانا تو روزانہ ہی لذیذ ہوتا ہے! آپؒ کا چوں کہ کبھی اس طرف دھیان نہیں گیا، اس لیے آپؒ کو کیا پتہ کہ کھانا لذیذ ہے یا نہیں؟“ حاجی صاحبؒ کو ایک بے چینی اور ایک تڑپ تھی۔ رات کو تین بج جاتے، لیکن حاجی صاحبؒ کی تسبیح چل رہی ہوتی۔۔ اور تسبیح بھی کوئی سو دو سو مرتبہ نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ : ”فلاں بیمار ہے، فلاں بیمار ہے، اس لیے جب تک تسبیح پوری نہیں ہوگی میں سوؤں گا کیسے۔“ لہٰذا بات یہ ہے کہ ہم سب یہ نیت کرلیں کہ اس محنت کو اپنی محنت بنائیں گے اور اس محنت کے آگے جو چیز بھی آئے گی اس کو پیچھے کریں گے اور اس محنت کو مقدم رکھیں گے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ : ”تقسیم ہند کے وقت کئی لوگ یہ نعرہ مار رہے تھے : ”دے کے رہیں گے جان، لے کے رہیں گے پاکستان“ تو میں نے مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کے پاس جا کر عرض کیا کہ : ”حضرت الوگ تو جان دینے کے لیے تیار ہیں“ حضرت نے فرمایا کہ : ہاں میاں جیسے لینا چاہتے ہیں ویسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ میاں جیسے چاہتے ہیں کہ : ”اللہ“ پر جان دے دو“ ویسے تیار نہیں ہیں، جیسے اپنے جی میں آرہا ہے ویسے تیار ہیں۔ ہم بھی جان دینے کو تیار ہیں، کیا ویسے جیسے اپنے جی میں ہے یا ویسے جیسے اللہ چاہتے ہیں؟ اللہ پر جان دینا یہ ہے کہ اس کے کام کے ہر تقاضے کو مقدم کریں گے۔“ آپؒ نے مزید فرمایا کہ : ”اگر ایک چھوٹے سے مجموعے میں پانچ باتیں آجائیں تو اللہ تعالیٰ اس سے نکلنے والی آہ بھری دعاؤں کی بدولت مشرق و مغرب میں پھیلی ساری امت کو ہدایت عطاء فرما دے۔ اور وہ پانچ باتیں یہ ہیں : (۱) جب کہا جائے نکلنے کو تو اسی وقت نکلا

جائے۔(۲) نکلتے وقت اگر اپنی کوئی بدنی ضرورت سامنے آجائے تو اس کو موخر کیا جائے۔(۳) اگر گھر کی کوئی ضرورت سامنے آجائے تو اس کو بھی مؤخر کیا جائے اور پہلے اس کام کے تقاضے کو دیکھا جائے۔(۴) اسی طرح نکلتے وقت اگر کاروبار کی کوئی ضرورت سامنے آجائے تو اس کو بھی مؤخر کیا جائے اور اس کام کے تقاضے کو مقدم رکھا جائے۔(۵) جن لوگوں پر محنت کر رہے ہیں ان سے مجھے کچھ بدلہ نہیں چاہیے!'' انبیاء علیہم السلام کی یہی عادت ہوتی تھی **ان اجری الا علی اللہ** کہ وہ شاباشی بھی نہیں چاہتے تھے کہ ماشاء اللہ! شاباش! آپؐ نے بہت اچھا کام کیا ہے اور تبلیغ کی بڑی محنت کی ہے۔ یہ سننے کی بھی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی شاباشی دے یا نہ دے، ہمیں کام کے تقاضے کو دیکھ کر چلنا چاہیے! جس مجموعے میں یہ پانچ باتیں آگئیں، وہاں ہزاروں اور لاکھوں کی ضرورت نہیں، بلکہ چند سو بھی اس کیفیت، اس قربانی، اس محنت اور اس جذبے والے پیدا ہو جائیں تو ان کی دعاء کے طفیل اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب میں پھیلی ساری امت کو ہدایت دے دے گا۔ہم طے کرلیں کہ جو زندگی گزر چکی ہے، اس پر ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں کہ مولائے کریم ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے کہ ہم نے حضور ﷺ کی محنت کے مقابلے میں اپنی چیزوں اور اپنے بچوں کو دیکھا اور حضور ﷺ کی محنت کو اپنی محنت نہ بنا کر ہم نے وہ جرم عظیم کیا ہے جس کے نتیجے میں ساری دنیا و مافیہا جرائم سے بھر گئی ہے۔ یہ محنت وہ محنت تھی جس سے جرائم مٹتے تھے اور معاصی دھلتے تھے۔ہم نے اس محنت کو اپنی محنت نہ بنا کر جرم عظیم کیا ہے۔ اے اللہ! ہمارے اور پوری امت کے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیجئے! استغفار اپنی ذات کے اعتبار سے کرنا بھی اچھی بات ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ ساری امت کی طرف سے اس بات پر استغفار کیا جائے کہ حضور ﷺ والی محنت (جو انسانیت کو رشد و ہدایت پر ڈالنے کا ذریعہ اور شرط ہے اس

کو) ہم نے محنت سمجھا ہی نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سب کاموں سے فارغ ہو کر یہ کام کریں گے۔ سب کاموں سے نمٹ لیں پھر اس کو دیکھیں گے۔ نہیں! بلکہ اس کام کو کر کے فارغ ہوں گے تو پھر کسی دوسرے کام کو دیکھیں گے۔ ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ میں علماء کے مجمع میں حاجی صاحب بیان فرما رہے تھے۔ عجیب بات یہ تھی کہ حاجی صاحبؒ جہاں کہیں بھی علماء میں بیان کرتے تھے، کسی بھی عالم کو حاجی صاحبؒ سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ساؤتھ افریقہ میں علماء کے بیان میں جب حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی یہ بات نقل فرمائی کہ: ''حضور ﷺ کی محنت کو اپنی محنت نہ بنا کر ہم نے جرم عظیم کیا ہے'' تو اس سے بعض علماء کو حاجی صاحبؒ سے اختلاف ہو گیا۔ چنانچہ وہ علماء وہاں ایک مدرسے کے بڑے شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمن عظمیٰ صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ وہ شیخ الحدیث صاحب بھی اس بیان میں موجود تھے۔ میں سامنے بیٹھا ہوا تھا، وہ بھی سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ علماء شیخ الحدیث صاحب کے پاس جا کر کہنے لگے کہ: ''حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس محنت کو اپنی محنت نہ بنانا جرم عظیم ہے'' تو شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ: ''حاجی صاحب نے جرم عظیم ہی تو کہا شکر کرو ''جرم اعظم'' نہیں کہا، ورنہ تو یہ ''جرم اعظم'' سے بھی بڑھ کر ہے۔ آپ تمام احباب بھی حضور ﷺ کی اس محنت کو اپنی محنت بنائیں۔ آپ تمام احباب یہاں ایک تعلق اور محبت کی وجہ سے تشریف لائے ہیں، تا کہ ایک اللہ والے کے جنازے میں شریک ہو کر اپنی مغفرت کا سامان کر لیں۔ لیکن اس اللہ والے کی روح اس بات پر خوش ہو گی کہ ہم سب کے سب، یہاں آنے والا سارا مجمع یہ طے کر لے کہ یا دنیا میں دین زندہ ہو گا یا ہماری زندگی باقی رہے گی۔ اب ہم دنیا کی چیزوں کو سامنے رکھ کر نہیں چلیں گے، بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو سامنے رکھ کر چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی

زندگی کو سامنے رکھ کر چلیں گے۔ ان کا نمونہ سامنے رکھ کر چلیں گے۔ ان کے نقش قدم کو سامنے رکھ کر چلیں گے۔ ہر ہر قدم پر اپنے علماء سے جڑ جڑ کر چلیں گے اور ایک ایک بات ان سے پوچھ پوچھ کر چلیں گے کہ یہ کام حضور ﷺ نے کیسے کیا؟ اس بارے میں حضور ﷺ نے کیا کیا؟ آپ ﷺ رات کیسی گزارتے تھے؟ آپ دن کیسا گزارتے تھے؟ آپ کی تجارت کیسی ہوتی تھی؟ آپ کی زراعت کیسی ہوتی تھی؟ اسی طرح یہ بات بھی پوچھ پوچھ کر چلیں گے کہ ہمیں ملازمت کیسے کرنی چاہیئے؟ ہمیں عدالت کیسے چلانی چاہیئے؟ ہمیں سیاست کیسے کرنی چاہیئے؟ ہمیں حکومت کیسے کرنی چاہیئے؟ اگر ہم اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق حضور ﷺ کی ایک ایک بات علمائے کرام سے پوچھ پوچھ کر چلیں تو پھر تو ہم آگے بڑھتے رہیں گے۔ اور اگر علمائے کرام سے کٹ کر چلیں گے اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزاریں گے تو پھر معلوم نہیں کہ کس گڑھے میں جا کر گریں گے۔ اس لیے علمائے کرام کی قدر کرتے ہوئے ان علماء سے جڑ جڑ کر اور ان سے پوچھ پوچھ کر ہم اپنی ساری زندگی کا نظم بنائیں تا کہ ہم حضور ﷺ کی محنت کو اپنی محنت بنا کر کرنے والے بن جائیں۔ حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صدر ایوب خان ہمارے صدر مملکت تھے۔ انھوں نے ہمارے ساتھیوں کو بلایا، لیکن میں بھاگ کر ہندوستان حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے پاس چلا گیا۔ اور ان سے کہا کہ ہمارے صدر صاحب نے ہمیں بلایا ہے اگر اس نے ہم سے یہ سوال کر دیا کہ: ''تمہارے اس کام کا مقصد کیا ہے؟ تو ہم اس کو کیا جواب دیں گے؟'' مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لکھو: ''ہمارے اس کام کا مقصد دو جملے لکھوا دیے ایک یہ کہ محنت میں حضور ﷺ کا طریقہ زندہ ہو جائے۔ اور دوسرا یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں حضور ﷺ کے طریقے چالو ہو جائیں، مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے

بس ان دو جملوں میں اپنے اس کام کا سارا مقصد بیان فرما دیا۔ اس لیے آپ تمام احباب سے درخواست ہے کہ طے کریں کہ یہاں سے سیدھے اپنے اپنے مراکز میں جائیں گے اور وہاں سے مستورات اور مرد حضرات کی چلے، چار مہینے، سات مہینے، اندرون و بیرون پیدل سال کی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکالیں گے وہ اپنے ہاتھ کھڑے کریں۔

جنازہ گاہ میں وصیت پڑھ کر سنائی گئی

اس کے بعد مولانا فہیم صاحب نے حاجی صاحبؒ کی یہ وصیت پڑھ کر سنائی کہ :

''مجھ سے تعلق اور محبت رکھنے والے تمام احباب کو میری یہ وصیت ہے کہ اپنی سوچ وفکر اور استعداد وصلاحیت کو دین کی اس محنت کی سرسبزی و شادابی کے لیے صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ شانہ آپ سب کو اپنا تعلق اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت نصیب فرمائے اور کما حقہ حضور ﷺ کی عالی جدو جہد میں لگنے کی توفیق عطاء فرمائے''۔

نماز جنازہ :

بعد ازاں رات کے پونے سات بجے نماز عشاء کے وقت حضرت مولانا نذر الرحمن صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں تقریباً پندرہ سے بیس لاکھ افراد نے پندرہویں صدی ہجری کے اس داعیٔ اعظم کی نماز جنازہ ادا کی۔ جب کہ اس وقت چار یا پانچ لاکھ کے لگ بھگ افراد اجتماع گاہ سے کچھ دور سندر روڈ، مانگا منڈی اور آس پاس کے علاقے میں بسوں، ویگنوں، کاروں اور موٹر سائیکلوں پر پنڈال کی طرف بڑھنے کی تگ و دو میں مصروف تھے۔ بے شمار لوگوں نے اپنی بیش قیمت گاڑیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں یونہی سڑکوں پر چھوڑ دیا اور اب وہ پا پیادہ پنڈال کی طرف دیوانہ وار بھاگے آ رہے تھے۔ اسی طرح پانچ چھ لاکھ کا مجمع لاہور میں اور لاہور کی سمت آنے والی شاہ راہوں پر شدید ترین ٹریفک جام میں بہت بری طرح سے پھنسا ہوا تھا۔ یقیناً آج انہیں اس بات کا شدید رنج ہوا ہوگا کہ وہ اس مرد قلندر کی نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہ گئے ہیں۔ مگر یقیناً انہیں

اپنی نیت اور کوشش کے باعث نماز جنازہ کا پورا پورا اجر و ثواب ملا ہو گا۔

تدفین

بہر حال جب حاجی صاحبؒ کی نماز جنازہ ہو چکی تو آپؒ کی میت کو دوبارہ ایمبولینس کے ذریعہ رائے ونڈ مرکز کے بیرون متصل قبرستان کی طرف لے گئے۔ لحد مبارک تیار تھی، اور پھر کچھ ہی دیر بعد ہزاروں تربیت یافتوں اور بے شمار عقیدت مندوں کی آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اس چھیانوے سالہ تھکے ماندے درویش صفت مرد قلندر کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق آخری آرام گاہ میں پہنچا کر اسے محو استراحت کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں
تری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!
اگرچہ حالات کا سفینہ اسیر گرداب ہو چکا ہے
اگرچہ منجدھار کے تھپیڑوں سے قافلۂ ہوش کھو چکا ہے
اگرچہ قدرت کا ایک شہکار آخری نیند سو چکا ہے
مگر تری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!
کئی دماغوں کا ایک انساں، میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے؟
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے، زباں کا زورِ بیاں گیا ہے
اتر گئے منزلوں کے چہرے، امیر کیا؟ کارواں گیا ہے
مگر تری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!
یہ کون اٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے، عوام پہنچے
تری لحد پہ خدا کی رحمت، تری لحد کو سلام پہنچے
مگر تری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

ملفوظات

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

حاجی صاحبؒ کے مختلف بیانات سے چیدہ چیدہ اقتباسات، جو ہر مسلمان کے لیے عموماً اور دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے خصوصاً ایک مشعل راہ ہیں۔ ایمان یقین سے لے کر معاشرت اور اخلاق، نجی زندگی سے لے کر اجتماعی معاملات کے بہت سے پہلوؤں پر محیط یہ بکھرے موتی ہیں۔ ہر ہر ملفوظ میں قاری کے لیے ایک الگ دنیا اور سوچ کا نیا زاویہ چھپا ہوا ہے بس شرط دیدۂ بینا ہے۔

ذوالکفل

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کے ملفوظات

★... نماز میں امام کی اقتدا میں تین چیزوں کا لحاظ ضروری ہے : نیت، رُخ اور ترتیب۔ جو امام کی نیت ہوگی، وہی مقتدی کی ہوگی تو نماز صحیح ہوگی، جو امام کا رُخ ہوگا، وہی مقتدی کا ہوگا تو نماز ہوگی، جو عمل امام جس ترتیب سے کر رہا ہوگا، وہی عمل مقتدی کرے گا تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ حضور ﷺ ہماری پوری زندگی کے امام ہیں، اس لیے ان کی اتباع میں اپنے رخ کو مخلوقات سے ہٹا کر خالق کی طرف موڑ دیا جائے۔

★... دعوت میں عرض کرنا ہے، پیش کرنا ہے۔ یہ نہیں کہ لوگ خود آویں بلکہ نبی خود تشریف لے جاتے ہیں، لوگوں کے پاس اور اسلام کو پیش کرتے ہیں اور اس بات کا انتظار بھی نہیں کرتے کہ لوگ ہمارے پاس آویں کہ ہم ان سے دین کی بات کریں۔

★... انبیا کرام مرنے سے پہلے کی زندگی کی دعوت نہیں دیتے، مرنے کے بعد کی زندگی کی دعوت دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اگر مرنے کے بعد کی زندگی کی محنت کرو گے تو مرنے کے بعد کی زندگی بھی ٹھیک گزرے گی اور مرنے سے پہلے والی زندگی بھی ٹھیک گزرے گی۔

★... ہم یہ چاہتے ہیں کہ نبیوں والی محنت زندہ ہو جائے۔ اللہ جس قوم کو چمکانا چاہتا ہے اور آگے لانا چاہتا ہے، ان میں ایک محنت کرنے والا پیدا فرما دیتا ہے، وہ محنت کرنے والا ان میں محنت کرتا ہے، مخالفت برداشت کرتا ہے اور برابر محنت کرتا

رہتا ہے اور ان کی طرف سے مختلف تکلیفیں برداشت کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو قبول فرما کر اس کی دعا پر ہدایت دیتا ہے، جب ہدایت ملتی ہے تو اللہ ان کو اعمال کے صحیح کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

★... آپ ﷺ والی محنت میں پہلے محنت ہے پھر دعا ہے۔

★... ہدایت کیا ہے؟ وہ روشنی ہے جس سے کائنات میں جو کچھ نظر آرہا ہے یہ سب کچھ اللہ کے خزانوں میں نظر آنے لگے۔

★... ہم جس مقصد کے لیے اُٹھے ہیں، اس پر سے ہٹنے نہ پائیں اور جمے رہیں، تبلیغ کے کام میں جو نئے لگنے والے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی جائے، ان کا اکرام کیا جائے، تا کہ ان کو تقویت ملے۔

★... تبلیغ میں نکل کر اپنی ضرورتوں کو قربان کرنا ہے اور اپنی عادتوں کو بدلنا ہے۔ ورنہ یہ عادتیں پریشان کریں گی۔

★... مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ تبلیغ میں نکل کر لوگ کوکا کولا پیتے ہیں، تمہیں تو اپنی ضرورتیں کم سے کم کرنی چاہییں، اللہ کے لیے بھوک برداشت کرنے میں جو لذت ہے، وہ کھانے میں تھوڑی ہی ہے۔

★... حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ کھانے پہ جمع ہونا، یہ کفر کی خصوصیات میں سے ہے، کام پہ جمع ہونا اسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

★... جس کا یقین اللہ پر ہوگا اور غیر اندر سے نکلا ہوگا، امر کو پورا کرنے پر کامیابی کا یقین ہوگا، اس پر جو حال آئے گا، ساری دُنیا کی فوجیں اس کے سامنے آجائیں تو کہے گا کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے، اس سے کچھ نہیں ہوگا۔

★... ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ سے ہونے کا اثبات اور غیر سے نہ ہونے کی نفی کرتے رہیں، ایک وقت آئے گا کہ اللہ کی ذاتِ عالی سے ہونے کا یقین دل میں قرار پکڑے گا۔ آپ کے اندر ایک یقین سا اُٹھے گا اور اللہ سے مانگنے کو جی چاہے گا۔

★... ابلاغ سے پہلے اکرام ضروری ہے، دین تو خیر خواہی کا نام ہے، اپنوں کی بھی برداشت کرنی ہے، غیروں کی بھی برداشت کرنی ہے۔ یہ پورا جذبہ رکھتے ہوئے بات کرو گے تو بات بنے گی، اسے اپنے سے چھوٹنے نہیں دینا، جب یہ کرو گے تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔

★... روزانہ اپنی دعوت میں بھی اس کی نفی کرنی ہوگی اور سارے عالم میں اس یقین کو لانا ہے۔ سب سے پہلے ان علاقوں کی فکر کریں جہاں لوگ کفر اور اسلام کے کنارے پہ کھڑے ہیں۔ اس دعوت کی محنت میں اپنے عہدہ کو نہیں دیکھیں گے، اپنے شہر، اپنے ملک کو نہیں دیکھیں گے، فوری طور پر پہنچ کر ان کو اسلام پر باقی رکھنا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ :ایک مسلمان کا اسلام پر باقی رہنا ہزار کافروں کو مسلمان کرنے سے بہتر ہے۔

★... جو یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے دنیوی کاموں کو ٹھیک کرلو، پھر دین کا کام کریں گے، تو ان کے مسئلے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

★... اگر یقین میں کھوٹ ہوگا، تو پھر اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ کوئی نکلے یا نہ نکلے، کسی نے نماز پڑھی نہ پڑھی، ایک دفعہ حضور ﷺ کے سامنے ایک اونٹ کی شکایت کی گئی کہ وہ رات کو رسّی توڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اونٹ سے جا کر پوچھا، اونٹ نے کہا کہ :رات کو میں دیکھتا ہوں کہ اس کی چار پائی سے دوزخ کی آگ آ کر لپٹ جاتی ہے، آپ ﷺ نے اس آدمی سے پوچھا تو کہا کہ کبھی کبھی عشا کی نماز میں سستی ہو جاتی ہے۔

★... دعوت دینے سے پہلے اللہ سے خوب معافی مانگو اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رو ؤ اور اپنے آپ کو حقیر، ضعیف، کمزور اور محتاج سمجھ کر دعوت دو۔

★... حج کے زمانہ میں حاجیوں کو تلاش کرو، خصوصی گشت وہاں کرنا ہے، جہاں عمومی گشت کرنا ہو۔ خصوصی گشت ایسا ہے جیسے آٹے میں نمک، عمومی گشت کو قوی بنانے کے لیے خصوصی گشت ہے۔

★... ہمارے مراکز میں دعوت کی ایسی فضا ہو، جو وہاں آئے کام سمجھ کر جائے، جمعہ کی شب میں جو آئے کام سمجھ کر جائے، پرانوں کو آپس میں ٹولیاں بنا کر نہیں بیٹھنا چاہیے، بلکہ نئے سے نئے لوگوں میں محنت کریں۔

★... اگر تین چلے کے بعد بے قراری اور بے چینی پیدا ہوگئی، پھر تو ہے ٹھیک۔ اگر نہیں تو ۳ چلے دوبارہ لگائے جائیں۔

★... اگر آپ روزانہ لوگوں کو نکالنے کی محنت نہیں کر رہے تو تبلیغ کے لحاظ سے مردہ ہیں۔ روزانہ محنت کر کے لوگوں کو اللہ کے راستے میں نکالو۔

★... جس وقت کوئی اللہ کا امر پورا کرو دل میں تنگی نہ ہو۔ جیسے پیاسے سے کوئی کہے کہ تجھے ٹھنڈا شربت پلا دوں؟ ایسی طلب ہو کہ قربان جاؤں کہ اللہ نے یہ حکم دے دیا۔ وہ امر ہمارے اندر کی ایسی چاہت بن جائے۔ اگر اس کو پورا کیا تو اللہ راضی ہوگا۔ اگر اس کو پورا نہ کیا تو سخت نقصان ہوگا۔ ہمارا یہ حال ہے کہ ہم راستہ سے ہٹے ہی نہیں بلکہ بہت دور جا پڑے ہیں۔

★... خواہشات کو پورا نہ کرنے سے اللہ گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔

★... شہر والوں کی ضرورتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ ان کو قربانی پر لانا مشکل ہوتا ہے۔ اور دیہاتی طبقہ قربانی پر جلدی آجائے گا۔ وہ کام میں لگ کر اپنی حیثیت نہیں چاہے گا۔ شہری طبقہ اپنی حیثیت چاہے گا۔ کھانے میں مجھے نہیں پوچھا، مشورہ میں ہمیں نہیں پوچھا۔ جب تک ایسا طبقہ وجود میں نہیں آئے گا جو قربانی دے پوری اور حیثیت بالکل نہ چاہے، اُس وقت تک یہ کام نہیں چلے گا۔ جو طبقہ ایسا ہوگا جو یہ کہے گا میں کچھ نہیں ہوں اور محنت کرے گا پوری اور اپنے اندر کچھ صلاحیت سمجھتے ہوئے بھی کہے گا کہ ہمارے اندر کوئی صلاحیت نہیں اس کی وجہ سے اللہ کی مدد آئے گی۔

★... ہر جماعت میں ایک نہ ایک ایسا آدمی ہونا چاہیے، جو اپنے کو کچھ نہ سمجھے اس کی وجہ سے مدد آئے گی، ایسا طبقہ دیہات میں ملے گا۔

★... یہ صحیح ہے کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے، والدین کی خدمت فرض ہے، مگر جب دین کا جنازہ نکلا پڑا ہو تو کون کس کا حق ادا کرے گا؟! یہ سارے احکام دین ہی نے تو دیے ہیں۔ جب دین ہی نہیں رہا تو احکام کون پورے کرے گا؟! ایک تاجر نے اپنے بیٹے کو دُکان پر بٹھایا کہ بیٹا اتنا وقت دُکان پر بیٹھنا ہے، کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو گیا، اُس کو اِطلاع دی گئی کہ باپ بیمار ہے، اُس نے کہا کہ مجھے تو باپ نے دُکان پر بیٹھنے کو کہا، میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا، پھر کچھ دنوں بعد باپ زیادہ بیمار ہو گیا، پھر موت کے قریب ہو گیا، پھر اُس کو اِطلاع کی گئی کہ جس باپ نے تجھے دُکان پر بٹھایا، وہ باپ مر رہا ہے۔ اُس نے پھر یہی کہا کہ میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ باپ کا اِنتقال ہو گیا مگر وہ نہ آیا۔ یہی حال ہمارا ہے۔ جس دین نے ہمیں حقوق سکھائے، وہ دین ہی ہاتھوں سے نکل رہا ہے اور ہم حقوق حقوق کر رہے ہیں۔

★... مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا: جس طرح انبیا علیہم السلام معصوم ہیں، اسی طرح یہ اُمت بھی معصوم ہے (ان معنوں میں کہ) جس پر یہ جمع ہو جائے گی وہ حق ہو گا۔ یعنی یہ اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

★... حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ: جس نماز پہ تمہیں دو روٹی کے ملنے کا یقین نہیں اس پر جنت کیسے ملے گی؟

★... مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تبلیغ کو خرچہ کی چیز سمجھتے ہیں اور دکان کو آمدن کی چیز سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ تبلیغ کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

★... جس کام کی بنیاد ایمان ہوتا ہے وہ چلا کرتا ہے اور جس کام کی بنیاد پیسہ پہ ہو وہ نہیں چلا کرتا۔

مکہ مکرمہ میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعوت دیتے تو مشرکین مکہ تکلیفیں پہنچاتے، مگر ان کو آگے سے ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ مدینہ منورہ میں جا کر ۲ ہجری میں اللہ نے حکم دیا کہ اب ہاتھ اُٹھاؤ۔

تبلیغ کا مزاج یہ ہے کہ مار کھانی ہے، دعا دینی ہے۔

★... حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ : جن ظالم قوموں اور ظالم حکومتوں کو ختم کرنا چاہتے ہو، اُن کے پاس اپنی ضرورتیں مت لے کر جاؤ، اُن کی طرف سے جو ظلم ہو، اس پر صبر کرو۔

★... جتنا باطل ہے اسے گالیاں دینے سے کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اتنی محنت کرلیں کہ دنیا میں جتنا باطل ہے اس سے امیدیں ختم ہو جائیں اور اس کا خوف دل سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو۔بے حیثیت کردیں گے۔

★... جس نماز پر ہم پہنچنا چاہتے ہیں اس کی دعوت دیں۔ دھیان جمانے کے لیے وقت مقرر کر کے اللہ کا ذکر کریں۔ قرآن پڑھتے ہوئے اللہ کی طرف دھیان ہو، ذکر کرتے وقت اللہ کا دھیان ہو اور یہ دھیان پیدا کرنا مقصود ہو۔ وقت مقرر کرنے کی وجہ سے پہلے جسم پابند ہوگا، پھر روح پابند ہوگی۔

★... دھیان جمانے کے لیے نماز سے پہلے بھی اللہ کا ذکر کرنا ضروری ہے، اس طرح اگر ہم روزانہ اس کی مشق کریں گے تو ہمیں اللہ پاک دھیان نصیب فرمادیں گے۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے : جو مجمع میں لوگوں سے کہا، وہ تنہائی میں اپنے آپ سے بھی کہے۔

★... سب سے اونچی نیکی یہ ہے کہ نیکی کو پھیلانے کے لیے پھرنا آجائے۔

★... تشکیل کے وقت دعوت کی کامیابی کا سب کو فکر ہو کہ یا اللہ بہتر سے بہتر تشکیل کو وجود عطا فرما۔

★... اعتراض کرنے والا چند گھڑیوں کا مہمان ہوتا ہے، ساتھیوں میں محبت رہے اور جڑے رہیں، چاہے تعلیم کم ہو، چاہے گشت کم ہو، امیر وہ ہے جو امر کے ساتھ چپک جائے، ساری کمیوں کے ہوتے ہوئے محبت کرنا سیکھ لو۔

★... تقسیم کے وقت ایک بزرگ نے فرمایا کہ مسلمان ہی تقسیم ہو گیا تھا، اس لیے ملک

تقسیم ہو گیا، جو دین میں زیادہ تھے انہوں نے ان کی جو دین میں کم تھے ان کے مسلم ہونے کی قدر نہ کی۔

★... ڈبیہ میں موتی ہے، پڑی ہے پاخانہ میں، اگر ٹھوکر ماردی تو گئی، اگر اٹھالیا تو ڈبیہ بھی آ گئی، موتی بھی آ گیا، ایسے ہی مسلم کو مسلم سمجھ کر اس سے محبت کرنا، مسلمان چاہے جس درجہ کا ہے اس کی قدر کریں۔

★... صفات جو منتقل ہوتی ہیں وہ محبت اور عقیدت سے ہوتی ہیں۔ ساتھیوں سے ایسی محبت ہو کہ ان کی صفات حاصل ہو جائیں۔ جن میں سخاوت ہے ان سے سخاوت مل جائے، جن میں علم ہے ان سے علم حاصل ہو جائے، جوذکر والے ہیں ان کی یہ صفت ہمیں مل جائے۔ ان صفات کی وجہ سے ان ساتھیوں سے محبت کریں گے۔

★... یہ جو طلبہ ہیں، جو ان کی قرآن وحدیث کی وجہ سے قدر کرے گا تو اللہ پاک اس قدردانی پر ان سے ہی قرآن وحدیث کا نفع عطا فرمائے گا۔

★... ہر جماعت میں ایسا آدمی ضرور رکھا کرو کہ وہ یوں سمجھے کہ میں کسی کام کا نہیں ہوں، ساتھی بھی سمجھیں کہ یہ کسی کام کا تو ہے نہیں، ہمارے ساتھ جوڑ کیوں دیا؟! جب وہ دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ میں تو کچھ نہیں مجھ سے کام لے لے، تو ایسے آدمی کی وجہ سے اللہ کی مدد آتی ہے۔

★... باوجود سب کمیوں اور کمزوریوں کے اگر اللہ ہماری عزت کروا دیتا ہے تو یہ اللہ کا کرم ہے ورنہ ہم تو کچھ نہیں۔

★... جہاں مخالفت ہو وہاں ایسے آدمیوں کو تیار کرو جن کے اُن سے بھی مراسم ہوں ہم سے بھی۔

★... بستی والوں کی وجہ سے جماعت کے ساتھیوں کو قربان نہ کریں۔ کیوں کہ یہ نکلے ہوئے ہیں۔

★... نکلنے کے دوران اپنے ساتھ جو اللہ کی طرف سے نصرت آئی اس کو بیان نہیں کرنا۔

★... موجودہ فضا میں جتنی برائیاں ہیں ان کو نہ کہیں۔ جس چیز کو وجود میں لانا چاہتے ہیں اس کو بیان کریں۔ جو ساری دُنیا میں ہو رہا ہے اسے تھوڑا ہی کہنا ہے۔ نہ کسی کا تقابل کرنا ہے، نہ کسی کی کمی بتانا ہے۔

★... جتنا غم گھر میں کسی چیز کے ٹوٹنے کا ہوتا ہے اس سے زیادہ سنت کے چھوٹنے کا غم ہو۔

★... اللہ کے حکم سے اثر لے کر چلنا یہ ہے کہ اللہ کا حکم ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ سخت گرمی میں شربت کا گلاس۔

★... جس عمل کی توفیق ہو اس میں اپنی کمیوں کو دیکھتے رہو۔

★... ہر حال میں آواز لگاؤ، قربانی کر کے آواز لگاؤ، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کر کے آواز لگائی۔ اس کے لیے جان و مال کے خرچ کو اور جگہوں سے کھینچنا پڑے گا، جان و مال کے جانے کا خوف آئے گا، بھوک آئے گی، آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہو جائے گا اور دوسری طرف اس قربانی پر کیا ملے گا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمیں تو ان اعمال کو یقین کے ساتھ اور محبت و تعلق کے ساتھ خود بھی کرنا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی ان اعمال پر لانا ہے۔ اگر وہ اس سطح پر نہیں پہنچے تو وہ شور مچائیں گے، ہماری چائے گئی، انڈہ گیا۔

★... ایک بادشاہ سیر کے لیے نکلا، راستہ میں پیاس لگی، اناروں کا باغ نظر آیا، اندر گیا، مالی سے کہا : پیاس لگی ہے، اس نے ایک انار توڑا، نچوڑا تو گلاس بھر گیا، بادشاہ سلامت کو پیش کیا، اس نے پیا لیکن اندر ہی اندر اس نے ٹیکس لگانے کی نیت کر لی۔ اب اس نے دوبارہ مالی سے کہا کہ ایک انار اور لاؤ اب جو اس نے انار توڑ کر نچوڑا تو آدھا گلاس بھرا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا وجہ ہوئی کہ رس کم ہو گیا، مالی نے کہا یوں معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی نیت بدل گئی ہے، بادشاہ نے اندر ہی اندر نیت

درست کرلی، پھر مالی کو انار لانے کو کہا، اب وہ توڑ کر لایا تو گلاس پھر بھر گیا، بادشاہ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ مالی نے جواب دیا کہ بادشاہ کی نیت پھر ٹھیک ہو گئی ہے، بادشاہ بڑا حیران ہوا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ جب حکومت کی نیت پبلک سے لینے کی ہوتی ہے تو چیزوں کے اندر سے برکت ختم ہو جاتی ہے، دین کا اثر پوری کی پوری زندگی پر پڑتا ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اسلام جب ہماری زندگیوں میں آ گیا میں نے "کھیرا" ناپا تو تیرہ بالشت لمبا تھا، لیموں لیا اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک حصہ اُونٹ کے ایک طرف رکھا، دُوسرا دُوسری طرف۔ ایسی برکت اللہ نے عطا فرما رکھی تھی۔ مدینہ میں گیہوں کا دانہ ملک عراق کی کھجور کی گٹھلی کے برابر ہوتا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بکری اور شیر ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے، ایک دن ایک چرواہے کی بکری کو بھیڑیے نے کھالیا، وہ رونے لگا کسی نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا یوں لگتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اسی وقت ان کا انتقال ہوا تھا۔

★... آج سارے عالم میں جو فساد ہے، وہ ایمان و اعمال کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انسانوں کے اعمال پر ہوتا ہے۔

★... اب ہمارا کام یہ بھی نہ ہو کہ جس میں جو کمی نظر آئی اس کو چھوڑ دیا، اس کو چھوڑو نہیں، اس پر ایسی محنت کرو کہ اس کی وہ کمی دور ہو جائے۔

★... سب سے بڑا معروف نماز کا پڑھنا، نماز کا نہ پڑھنا سب سے بڑا منکر۔

★... اس کام کے لحاظ سے وہ ترقی کرے گا جو ان لوگوں پر محنت کرے گا، جو دین اور دنیا کے لحاظ سے غریب ہیں۔

★... جتنا لوگوں کو تیار کرو گے اور اپنی خواہشات کو قربان کرتے چلے جاؤ گے اتنا ہی اس کام میں آگے بڑھتے چلے جاؤ گے۔ کھانوں کا مزا وہ لے گا جسے تعلیم میں مزا نہ آتا ہو،

دعوت میں مزا نہ آتا ہو، ذکر کا مزا نہ آتا ہو۔ جسے دعوت میں مزا آتا ہو وہ کھانوں کا مزا نہیں لے گا۔ جسے نفلوں میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھنے کا مزا آئے گا وہ چائے کا مزا کب لے گا؟! جب تمہارے اندر سے دنیا کی محبت نہیں نکلی، جب دنیا کی چیزوں میں آپ حضرات کو مزے آتے ہیں تو آپ حضرات اعمال کے مزوں کی طرف کیسے بلاؤ گے۔ آپ حضرات اچھے کھانے، اچھے سالن، اچھی چائے پکانے کے لیے تبلیغ کے وقت کا کتنا حرج کرتے ہیں۔ جسے دعوت کا مزا لگا ہوا ہوگا، جسے تعلیم کے حلقہ کا مزا لگا ہوا ہوگا اور جسے ذکر کا مزا لگا ہوا ہوگا وہ کھانے کے مزوں کو حرج سمجھے گا۔

عبداللہ بن رواحہ ؓ کو دو روز کی بھوک کے بعد گوشت کا ٹکڑا ملا، فرمایا اس کے ختم ہونے کا کون انتظار کرے گا، جنت ہی میں کھائیں گے، پھینک دیا اور جا کر لڑنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

جب آپ کو کھانے کا مزا آتا ہے ذکر میں کیسے مزا آئے گا؟! قرآن شریف کی تلاوت میں کیسے مزا آئے گا۔ اِس کا مزا لے لو یا اُس کا مزا لے لو۔

★... اپنی ذات کی وجہ سے کسی سے ناراض نہ ہونا کہ فلاں نے میری نہیں مانی، میرا خیال نہیں کیا، اگر ایسا کیا تو برکت ختم ہو جائے گی، کبھی آدمی کام کا بہانہ بنا کر ناراض ہونے لگتا ہے، تو جتنا لوگوں پر محنت کرنے میں لگے رہو گے اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

★... ایک آدمی آ کر تم سے کہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا، پھر بھی تمہاری نگاہ اللہ پر جمی رہے، کام بنتا ہے پھر بھی، کام بگڑتا ہے پھر بھی نگاہ اللہ پر جمی رہے۔

★... یہ دعا مانگو جیسے اللہ نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کو ذریعہ بنایا، اسی طرح اللہ پاک مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ جنہیں ہدایت کا ذریعہ بننے کا شوق و جذبہ ہوگا وہ جہاں جائیں گے وہاں ان کی محنت سے ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جنہیں اللہ کے حکموں اور حضور ﷺ کی سنتوں کے

زندہ ہونے کا فکر ہوگا۔اس کو اللہ پاک سے رورو کے مانگو۔

★... اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ روٹی کھلائیں چائے پلائیں۔لوگوں کو خوش رکھنا،ان کی دلجوئی کرنا، پیار محبت سے ان کو گشت میں جوڑنا اس کے لیے زیادہ اخلاص کی ضرورت نہیں، انفرادی اعمال کے لیے ڈھیر سارے اخلاص کی ضرورت ہے اور اجتماعی اعمال جیسے کیسے ہوں گے،قبول ہوجائیں گے۔

★... لوگوں میں صلح صفائی کرانا،منت سماجت سے تعلیموں میں جوڑنا،کام میں جمائے رکھنا یہ بڑی اونچی بات ہے۔اپنی طبیعتوں کو توڑ و کسی ساتھی کو اپنے سے ناراض نہ ہونے دو۔

★... بعض دفعہ کسی ساتھی کا لحاظ رکھنا پڑے گا،طبیعت سست ہے یا بیمار ہوگیا،حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی رزق دیتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے۔اس لیے بیمار آدمی کو بوجھ مت سمجھو۔اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی صورت نکال دی۔اس لیے بیماروں،کمزوروں کا لحاظ رکھ کر چلو۔

★... اپنے کسی ساتھی کو یہ نہ کہنا کہ تم نے یہ کیوں کیا یہ کیوں نہ کیا۔کام کو کام بنا کر کرنا،جو جتنا کرے،کہنا ماشاء اللہ، ماشاء اللہ! جو کم کرے اس کو یہ نہ کہنا کہ اتنا کیوں نہ کیا؟!

مولانا علی میاںؒ نظام الدین میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے،دودھ کی ضرورت پڑی،خادم سے کہا ہمیں شرم آتی ہے، آپ سے عرض کرتے ہوئے،ہم اعتکاف میں ہیں، بازار نہیں جاسکتے،خادم کہتا تھا وہ اتنے شرمندہ ہو رہے تھے، مجھے دودھ کا کہتے ہوئے،کیا بتاؤں؟

★... جب آپ اس کام کو کریں گے اللہ رب العزت آپ کو حلم بھی عطا فرمائے گا اور علم بھی عطا فرمائے گا۔جو دین کے لحاظ سے بھی غریب ہیں اور دنیا کے لحاظ سے بھی غریب ہیں آپ جتنی ان پر جان ماریں گے اور صحیح یقین پر لانے کی کوشش کریں گے اتنا

ہی اللہ تعالیٰ آپ کونوازیں گے۔

★... جو یقین اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کو دوسروں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

★... چاہے عالم ہو یا غیر عالم جب تک ان اعمال پر مشق نہیں کریں گے اس راستہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، بے شک ہم کہتے ہیں کہ علما سے خدمت کا کام مت لو، بے شک سارے کام خود کرو، مگر عالم اگر ساتھیوں کی خدمت کریں گے اس سے ان کی ترقی ہوگی، مولانا عبیداللہ صاحبؒ، مفتی زین العابدین صاحبؒ اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ اکٹھے جماعت میں گئے، مفتی صاحبؒ کو آٹا گوندھنا نہیں آتا تھا، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کو آٹا گوندھنا بھی آتا تھا، روٹی پکانا بھی آتا تھا، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ خدمت میں بہت پھرتی دکھاتے تھے۔

★... جو خدمت والا ہوگا وہ سب کے جوڑ کا ذریعہ بنے گا، جس کی جیسی طبیعت ہے اس کو ویسا کھانا کھلانا۔ جس کو پرہیز ہے اس کے لیے پرہیز کی چیزیں رکھنی ہوں گی۔

★... چارسدہ میں اجتماع تھا، میں نے بھائی یامین سے کہا کہ پٹھانوں میں جا رہے ہیں، اپنا چولہا ٹھنڈا نہ کرنا، چائے چولہے پر رکھی رہے، پیسے چاہے مجھ سے لے لینا، چائے بروقت تیار رکھنا، آنے والے مہمانوں کی فوری خاطر مدارات کرو، یہی آپ حضرات کو اپنے سفروں میں بندوبست کرنا ہوگا، چائے، ٹھنڈا پانی تیار ہو۔ دیکھو وہ کس چیز کو پسند کرتے ہیں؟

★... اپنے ساتھیوں سے اکرام کا معاملہ کرنا، جس طرح چلہ میں اپنے آپ کو گھونٹے رکھا، اسی طرح سال بھر اپنے آپ کو گھونٹے رکھنا۔ اگر اسی طرح گھونٹے رکھا تو اللہ تعالیٰ آپ کی تربیت فرمائیں گے۔

★... اپنے ساتھیوں کی خدمت ہی سے ایمان کی صفت، توکل کی صفت، اللہ سے ڈرنے کی صفت پیدا ہوگی۔ جس آدمی کے اندر جتنی صفات ہوں گی اس کی قدر کرنے کی وجہ سے آپ کے اندر اسی قدر صفات پیدا ہوں گی۔

★... حضور ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیا کرام علیہم السلام آئے سب نے آ کر دنیا میں انسانوں پر محنت کی۔ سب کی محنتیں نقشوں کے مقابلہ میں ہوئیں۔ یہ نہیں ہوا کہ ان کو کھانے پینے یا حفاظت کے نقشے دے دیے گئے ہوں اور کہا گیا ہو کہ اب محنت کرو۔ بلکہ سارے نقشے مقابلہ میں تھے اور انبیا کرام نے دوسرے رخ پر کھڑے ہو کر لا الہ الا اللہ کی آواز لگائی، وہ جو اللہ کی طرف سے نقشوں کے مقابلہ میں کامیابی والے اعمال دیے جاتے تھے وہ عمل بھی نقشوں کے بغیر ہوتے تھے۔ پھر غیب سے نتیجے نکلتے تھے۔ عمل کرلیا اور دعا مانگ لی۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ دعا قبول فرمائے گا اور سارے مقابل کے نقشے ختم ہو جائیں گے اور تمام کامیابی کی صورتیں پیدا فرمادیں گے۔ اگرچہ محنت کرنے والے کمزور تھے جیسا کہ بنی اسرائیل کی قوم کو فرعون کے مقابلہ میں نماز و یقین بنانے کو کہا گیا۔ چناں چہ بنی اسرائیل کی قوم توکل، نماز، یقین کی مشق کررہی کہ ان کا چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ یقین حاصل کر کے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اللہ نے ان کی کیسے مدد کی؟! ہم یقین کو سیکھے بغیر اللہ کی مدد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری جیب میں پیسے ہوتے ہیں تو تسلی ہوتی ہے۔ توکل کامل وہ ہے پیسہ پاس ہو یا نہ ہو اعتماد اللہ پر ہو۔ اسباب موجود ہوں پھر بھی کہے جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا، اسباب موجود نہ ہوں پھر بھی کہے جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔ یہ شباہت ہے توکل کی۔

★... جتنے انبیا کرام علیہم السلام آئے سب کا کام یہی تھا، ہر نبی کسی نہ کسی شکل کے مقابلہ میں آئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے تجارت سے یقین ہٹایا اور فرمایا: ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

★... ہم مولانا یوسف صاحبؒ اور اس سے پہلے مولانا الیاس صاحبؒ سے جو سنتے تھے اس کا آپس میں تکرار کرتے تھے۔ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا میرے پاس آؤ، تو جاہل بن کے آؤ۔ جاہل بننے سے مراد یہ تھی کہ اس سے پہلے مجھے کچھ نہیں آتا،

جب بار بار سنیں گے تو مناسبت پیدا ہوگی۔

٭... ایک سال کے لیے اللہ کے راستہ میں نکلنا تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ تم نے بہت کچھ کمالیا، تم بھی کچھ ہو۔ حق تعالیٰ تمہیں اس مرض سے بچالے، بلکہ یہ سوچو کہ تم تو کچھ نہیں کر سکتے تھے، اللہ ہی نے توفیق دی۔

٭... جس طرح بزرگ لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی طرح آپ کی پوری جماعت بڑے اونچے سے اونچے بزرگ کا بدل ہو سکتی ہے۔ آپ میں سے ہر آدمی اپنی پوری جماعت سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اہل اللہ سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ آپ کی دس، گیارہ ساتھیوں کی جماعت ہے، آپ میں سے ہر ہر آدمی باقی جماعت کے جو افراد ہیں ان سب کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنا سکتا ہے، جیسے کسی اللہ والے بزرگ کی خدمت میں جا کر نفع ہوتا ہے، ایسے آپ کو اپنے ساتھیوں سے نفع ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ کب ہوگا؟ جب وہ یوں سمجھے کہ میں ان سب میں ہر طرح سے کم ہوں اور یہ سب مجھ سے اچھے ہیں۔

٭... جماعت کا ہر فرد سمجھے بلکہ دل سے کہے کہ مجھ سے سب اچھے ہیں اور ان کو ایسے دیکھے جیسے بزرگوں کو دیکھتا ہے۔ جب ایک ساتھی کی کمیاں کسی دوسرے ساتھی کے سامنے آئیں گی اور یہ اس کی تاویل کرے گا اور اپنے کو چھوٹا سمجھے گا تو یہ جماعت جہاں بھی جائے گی ہدایت کا ذریعہ بنے گی۔ کام کے صحیح نہج پر آنے کا ذریعہ بنے گی، اللہ پاک ان کی کمیوں کو دور کرے گا اور ان کے ہر فرد کو خوبیاں بھی عطا فرمائے گا۔

٭... جس جماعت میں ہر آدمی اپنے کو عقل مند سمجھتا ہو وہی آدمی ساری جماعت سے مدد کے ہٹنے کا ذریعہ بنے گا۔ اس نے یہ کمی کر دی اس نے یہ کمی کر دی، یہ نہیں سوچتا مجھ سے یہ کمی ہو رہی ہے، سب ٹھیک کر رہے ہیں، میں نہیں سمجھا۔

٭... آج چند علما کرام مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ سے ملاقات کا وقت نہیں ملتا، میں نے ان سے کہا میں صبح بیان کرتا ہوں، پھر واپسی میں جاتا ہوں پھر مشورہ میں بیٹھتا ہوں،

پھر جماعتوں کو رخصت کرتا ہوں، اس کے بعد ڈاک اتنی پڑی ہوتی ہے، ایک سو تین جماعتیں خط لکھیں گی وہ مشورہ میں پڑھے جائیں گے، پھر اس پر مشورہ ہوگا، اس کا کیا جواب لکھا جائے؟ پھر اس کو پڑھ کر اس میں کانٹ چھانٹ کروں گا، پھر اس کو صاف کر کے لکھا جائے گا پھر اسے پڑھوں گا، پھر سات ماہ والے بھی ہیں، اندرون ملک والے بھی، باہر والوں کے خط بھی ہیں، عصر سے مغرب تک تین چلے والوں میں بات یا عربوں سے بات، عشا سے پہلے ڈاک کو پڑھنا، بعض اوقات خیال آتا ہے اتنی ڈاک رہ گئی، ڈاک دیکھوں یا سوؤں؟ نہ سوؤں تو صبح کے بیان میں سونا پڑے گا، اگر آپ صبح کے بیان کے بعد ملاقات کرلیں تو مناسب ہوگا۔

★... یہ اپریل ۱۹۴۴ء کی بات ہے، مولانا الیاس صاحبؒ کا انتقال اسی سال جولائی میں ہوا تھا، فرمایا: جب تمہارا بیان طے ہو جائے اُس وقت صبح سے ہی دعا اور ذکر میں لگ جاؤ، یہ مت سوچو کہ تم کیا بیان کرو گے؟ جب دعا اور ذکر میں لگ جاؤ گے تو مجمع کی طلب کو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے پورا کرائے گا، تم کھڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضمون آئے گا، تمہاری مثال ایسی جیسے چھت پر بارش برسی اور پرنالہ کے ذریعہ نیچے گری، پرنالہ میں پانی ٹھہرتا نہیں، مگر پرنالہ کو گیلا ضرور کرتا ہے، ایسے ہی بیان کرنے والے کو بھی اللہ محروم نہیں فرمائیں گے۔

★... میری اس بات کو یاد رکھنا۔ جب بھی اپنا ساتھی بیان کے لیے کھڑا ہو سب ساتھی سارے کام چھوڑ کر، توجہ اور دھیان کے ساتھ اس کے بیان میں بیٹھ جاؤ اور اپنے آپ کو کم سمجھ کر اور بیان والے کو اونچا سمجھ کر اس کی بات کو توجہ دھیان سے سنو۔ یہ خیال نہ کرو کہ پہلے بھی اس کا بیان سن چکے، یہ وہی بات کرے گا، یہ خیال کرو کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوگا ابھی ہوگا، حق تعالیٰ شانہ بیان کرنے والے سے وہ بیان کرائے گا جس سے اس کو بھی، آپ کو بھی، مجمع کو بھی فائدہ ہوگا۔

★... کبھی اپنے آدمی کو اکیلا نہ چھوڑنا، کتنے ساتھی بھی ہوں، جب اس نے بات کرنی

شروع کی تو ساتھی اس کے پاس بیٹھ جائیں، اس بیٹھنے پر مجاہدہ آئے گا، اس مجاہدہ کی برکت سے اللہ اس سے بات کروائیں گے۔

★... حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ ہم جنوبی افریقہ گئے، مولانا محمد عمر صاحبؒ کا بیان تھا، میرا خیال تھا کہ کسی کو بلالاؤں، جب میں واپس آیا تو حضرت جی گھبرائے ہوئے پھر رہے تھے۔ فرمایا تو ہمیں اکیلا چھوڑ کر کہاں چلا گیا؟ میں نے کہا حضرت اب تو معاف فرماویں، آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ فرمایا : آدمی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

★... حضرت رائے پوریؒ نے حضرت جیؒ کو خط لکھا، جس میں یہ بات بھی تھی کہ کیا جماعت بزرگ کا بدل ہوتی ہے، جواب میں حضرت جیؒ نے لکھا ہاں! جب ان میں ہر ساتھی اپنے آپ کو سب ساتھیوں سے کم حیثیت، کم عقل اور کم سمجھ سمجھے، اعمال میں بھی، محنت میں بھی، علم میں بھی، قربانی میں بھی، کام کی سمجھ میں بھی باقی سب ساتھیوں کو اپنے سے اچھا سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ اس جماعت سے وہ کام لے گا جو بزرگوں سے کام لیتا ہے۔

★... مفتی زین العابدین صاحب، مولانا عبیداللہ صاحبؒ اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ تین آدمیوں کی جماعت بنی، امیر مفتی صاحبؒ بنا دیے گئے، ان تینوں کے اعتبار سے وہ نئے تھے، انہوں نے مشورہ کیا کہ ان کو امیر بنائیں، امیر بنا کر پھر اصولوں پر لائیں گے، باقی پرانے، یہ نئے۔ چناں چہ مفتی صاحبؒ نے مولانا یوسف صاحبؒ کو خط لکھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص صحبت یافتہ احباب میں سے کسی کو یہاں بھیج دیا جائے تا کہ وہ ہم سے کام لے۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے جواب دیا کہ : کل کو لکھو گے آپ خود آجاؤ۔ پھر کچھ دنوں بعد میں بھی تمہارے جیسا ہو جاؤں گا، ایک طریقہ ایسا ہے جس سے تم ہر مسلمان سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، وہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی دعوت کی بات کرنے لگے تو اس کی بات کو ادب اور

توجہ سے سنو۔ چناں چہ ایک جگہ ان کی جماعت گئی، مفتی صاحبؒ ایسے ادب سے بیٹھ کر بات سنتے کہ کچھ نہ پوچھو۔ مفتی صاحبؒ نے مسجد خیف (منیٰ) میں بیان فرمایا، دوسرے دن وہی مضمون مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے ایک بدو کے سامنے ہو بہو دُہرادیا، یہ حضرات اتنی عظمت سے ایک دوسرے کی بات سنتے تھے۔

★... جب آپ لوگوں کا سال ہوجائے، سال کے بعد جب آپ یہاں آئیں، آپ کو ہر دو ماہ بعد یہاں چکر لگانا ہوگا، اس کے بغیر آپ کو فائدہ نہیں ہوگا، فائدہ مسلسل جب جاری رہے گا کہ آپ بار بار یہاں آتے رہیں گے

★... اگر پوری جماعت پر تکلیف آتی ہے اور وہ جماعت صبر کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کے تکلیف اٹھانے کو ساری دنیا میں ہدایت کے آنے کا ذریعہ بنائے گا۔ جیسے حضور ﷺ نے تکلیفیں اٹھائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تکلیفیں اٹھائیں، صبر کرتے رہے۔ اسی طرح اگر آپ کو تکلیفیں آئیں اور آپ ان کو برداشت کریں تو آپ کا برداشت کرنا اللہ پاک کے رحم کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بنے گا۔

ایسے ہی چند لوگوں کی تکلیفوں کی ضرورت ہے جو حالاتِ حاضرہ کو بدل ڈالیں، لیکن یہ تکلیف رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہو،

★... دو قسم کی تکلیفیں آئیں گی، ایک باہر کی تکلیف جیسے مسلمانوں پر مکہ معظمہ میں قریش مکہ کی طرف سے تکلیف آتی تھی۔ دوسرے اپنے ساتھیوں کی وجہ سے جیسے مدینہ میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں اٹھائیں۔

★... ہمیں ہر علاقہ والوں کے مزاج کو سمجھنا ہے، مردان والوں کے سامنے رکابی سے روٹی اٹھا کے توڑو گے تو وہ ناراض ہوں گے، خود نسوار کھائیں گے، کوئی دوسرا کھائے گا تو اس کو بزرگ نہیں سمجھیں گے۔

★... ہمارے ہاں پنجاب میں کھانا کھلاتے ہوئے مہمان سے پوچھتے ہیں: ''اور روٹی لینی ہے'' ''اور سالن لینا ہے'' یہ پٹھانوں کے ہاں بڑی بے عزتی کی بات ہے۔ ایسے

ہی بیٹھنے کے طریقے مختلف ہیں۔ گویا تمہیں ایک دوسرے کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ اللہ نے مزاج مختلف بنائے ہیں۔ جیسے مکہ والوں نے مدینہ والوں کو برداشت کیا اور مدینہ والوں نے مکہ والوں کو برداشت کیا۔ پنجاب والوں کے ہاں جوان کے جی میں آئے سامنے کہتے ہیں، پٹھان اندر ہی اندر رکھیں گے۔ بڑوں کے سامنے اونچی آواز میں نہیں بولیں گے۔ یہ ادب کے خلاف ہے۔ یہاں پنجاب میں کوئی بات ہی نہیں۔ یہ ہر وقت برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ جو برداشت کریں گے اس پر اللہ کو رحم آئے گا۔

★... یہ ہمارا کھوٹ ہے کہ ساتھی کی کمی دیکھ کر ہمارے ذہن میں یوں آتا ہے کہ "اس ساتھی کو یوں کرنا چاہیے، اس کو یوں کرنا چاہیے۔"

★... اگر آپ حضرات یوں کہیں گے کہ فلاں ساتھی کو یوں کرنا چاہیے تھا، اس سے تمہارے دلوں میں محبت نہیں رہے گی بلکہ تم یوں سوچو کہ اس موقع پر مجھے یہ کرنا چاہیے تھا، میں یہ نہیں کر سکا، مجھے اپنے ساتھیوں سے محبت کرنی چاہیے تھی، عزت واکرام سے پیش آنا چاہیے تھا، سامنے نہیں بولنا چاہیے تھا، خدمت والوں سے یہ کبھی نہیں کہنا کہ تمہیں کھانے پر مقرر کیا تھا، تم نے کھانا وقت پر کیوں نہیں کھلایا؟

★... مجھے بھائی افضل صاحب کے عمل پر بڑا رشک آیا، یہ جو تعمیر کا کام ساتھیوں سے کراتے ہیں، جب ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے ہیں تو یہ ان کو چومتے ہیں کہ اللہ کے راستہ میں چھالے پڑے ہیں۔

★... جو ساتھی گشت کرتے ہیں، کھانا پکاتے ہیں، چائے بناتے ہیں، بازار سے سودا لاتے ہیں۔ آپ ان سب کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، یہ سب تو مجھے کرنا چاہیے تھا، یہ آپ کا احسان ہے، اعتراض کرنا تو غلط ہے۔ اعتراض کرنے سے دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔

★... یہ شیطان کا غیر مسلموں کے حق میں پہلا مورچہ ہے کہ تیرے حالات خراب ہو جائیں

گے۔ دوسرا مورچہ مسلمانوں کے لیے ہے کہ دین کی محنت سے تیری لذتیں ختم ہو جائیں گی۔ ہجرت کے بعد شیطان ہجرت اور جہاد کے درمیان بیٹھ جاتا ہے۔ ان کاموں میں مشغول نہیں ہونے دیتا جن کی وجہ سے گھر سے نکلے۔ یہ شیطان کی تیسری چوکی ہے۔ اسلام لانے کے بعد پہلی منزل سے گزر چکے مگر دو منزلیں باقی ہیں۔

★... ہجرت کرنے سے مسلمانوں کے اجتماعی نظام اور اسلامی علوم میں ترقی ہوتی ہے۔ ہجرت کے بعد شیطان خروج فی سبیل اللہ کے درمیان بیٹھ جائے گا۔ اگر مجاہدہ پر آہی گئے تو کچھ تھپکے گا کہ سارے ساتھی سو رہے ہیں، تو جاگ رہا ہے۔ یہ بھی شیطان کا حملہ ہے کہ تو سب سے زیادہ کام کر رہا ہے۔ یہ حب اقتدار ہے کہ تو اوروں کے مقابلہ میں سب سے اونچا ہے۔ جہاں کام کرنے والوں میں اپنے اونچا ہونے کا جذبہ آ گیا گویا اقتدار کی تخم ریزی ہوگی۔ یہ چلے تھے دنیا چھوڑنے کے لیے اور مریں گے دنیا کی محبت میں۔

★... سارے ساتھیوں کا مزاج ماننے کا ہو۔ ہر ہر ساتھی سب کے مشورہ سے چلے۔

★... اپنی رائے سے نہ چلے، ان شاء اللہ ہم اور آپ مشورہ سے چلیں گے اور ایک دوسرے پر اعتماد کر کے چلیں گے، محبت کر کے چلیں گے تو آپس میں جوڑ پیدا ہوگا اور ایک دوسرے کے قصوروں کو معاف کرو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف کریں گے۔

★... اسلام پر جب مشکل وقت آپڑا تو اس حالت کو بدلنے کے لیے ساری ترتیب زندگی بدلنی پڑے گی۔

★... میں ایسے توکل کے حق میں نہیں ہوں کہ تم کماؤ نہیں۔ اگر کماؤ گے نہیں تو دین کا کام کرتے ہوئے اس انتظار میں رہو گے کہ میرے واسطے روٹی کون لائے گا، ہدیہ کون دے گا۔ نہیں بھائی اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے اچھا ہے۔

★... تمہیں اس طریقہ سے چلنا چاہیے کہ کسی پر بوجھ نہ بنو۔ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی نے دعوت کی اور تم نے خوب غور کیا کہ اگر اس کی دعوت کا انکار کیا تو دور ہو جائے گا، یا اس کی نیت آزمانے کی ہے، اللہ کی پیاری عادت ہے اس غور وفکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے تم سے ناراض نہیں ہونے دے گا، اگر بغیر سوچے سمجھے تم نے انکار کر دیا تو اللہ تم سے ناراض ہو جائے گا۔

دونوں پہلوؤں کو سوچو، کیوں کہ معاملہ آخرت کا ہے۔ ایک طرف یہ بھی دیکھنا ہے کہ آیا ہم کھانا پکانے سے بچنے کے لیے دعوت قبول کر رہے یا پیسے بچانے کے لیے؟ اس کی جنت بنانے کے لیے دعوت قبول کر رہے یا یہ کہ عورت کے ہاتھ کی پکی ہوئی ملے گی، اس نیت سے؟ یا سواری اس لیے قبول کر رہے کہ سارا سفر سہولت سے ہو جائے۔ ظاہر میں کہیں گے غیب سے مدد آئی اور اندر میں چور ہوگا کہ پیسے بچیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ دلوں کا حال جانتے ہیں۔ ہم ان سے یوں عرض کریں گے کہ الحمدللہ آپ حضرات تو اخلاص سے دعوت کر رہے ہیں، مگر ہمارے نفس اتنے کمزور ہیں کہ اگر ہم نے خرچ نہ کیا تو پیسے بچانے کی عادت ہو جائے گی اور اپنے نفس کا اعتبار نہیں۔ آپ نے نیت کر ہی لی ہے آپ کو ثواب مل ہی گیا۔ اگر پھر بھی نہ مانیں تو قبول کر لی جائے۔

★... انگلستان کے سفر میں حضرت جیؒ (مولانا انعام الحسن صاحب) نے مجھ سے اور بھائی بشیر سے فرمایا کہ ہمیں کھانا اپنا ہی پکانا ہے، مگر یہاں والوں کو خفا نہیں کرنا۔ چناں چہ کئی احباب آئے کہ حضرت کھانا ہمارا ہوگا، ان سے عرض کیا کہ کہ دیکھو بھئی تبلیغ کے سفر میں اور دیگر سفروں میں فرق ہوتا ہے، سمجھایا تو مان گئے۔ انہوں نے پھر کہا کہ حضرت دل یہ چاہتا ہے کہ ہمارا ہی کھا لیں۔ پھر سمجھایا پھر مان گئے۔ سوا گھنٹہ حضرت جیؒ کا اس میں خرچ ہو گیا، پھر سب نے کہا اس دفعہ تو آپ ہمارا ہی قبول کر لیں، پھر آپ نے قبول فرمالیا۔

★... اگر انکار کے باوجود وہ نہ مانیں تو ساتھ اپنا کھانا بھی پکالو اور دونوں کھانے دسترخوان پر رکھ دو، اپنا کھانا زیادہ کھاؤ اور ان کا کھانا کم کھاؤ۔ اگر اس بات سے بھی ناراض ہوتے ہوں اور مجبوراً انہی کا کھانا پڑے تو پیٹ بھر کر مت کھاؤ، بلکہ امیر ساتھیوں سے کہہ دے کہ جب میں اشارہ کردوں تو اٹھ جاؤ، پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کھانا۔ ہم ان کا کھانا جو قبول کریں گے وہ اپنے مزے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ اگر نہیں کھائیں گے تو ان کو خوشی نہیں ہوگی، اگر کھانا کم پڑ گیا تو یہ نہیں کہنا کہ روٹی ختم ہوگئی، سالن ختم ہوگیا۔

★... اوّل تو مولانا الیاس صاحبؒ جب خصوصی گشت میں بھیجتے تو کہتے روزہ رکھ لینا، لوگ کہتے کچھ کھا جاؤ، جواب میں منہ پر انگلی سے اشارہ کرتے کہ روزہ ہے۔ خاموشی سے اس کی دلجوئی بھی کرلی۔ لیکن اب تو روزوں کی ہمت نہیں تو اپنے پاس کچھ چنے اور گڑ رکھ لو، بھوک لگے تو چنے کھالو اور پانی پی لو۔

★... پیسے بچانے کا لالچ نہیں کرنا، اگر یہ لالچ لے کر چلیں گے تو مال کی محبت دل سے کیسے نکلے گی؟ حاجی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جس جذبہ سے حجر اسود کو چومتا ہے، وہ جذبہ اور بڑھ جاتا ہے۔ اللہ کے راستہ میں دنیا کے جذبہ کو نکالنے کے لیے نکلنا ہے، اگر یہاں نہ نکلا تو پھر کہیں نہ نکلے گا۔

★... اگر خرچ کریں گے جان نہیں لگائیں گے تو جان لگانے والی جنت نہیں ملے گی۔ جان لگانے والی جنت مال لگانے والی جنت سے اونچی ہے۔

★... جتنا پیدل چلو گے اتنا ہی فرشتے تمہارے ساتھ معانقہ کریں گے، سواری پر چلنے میں وہ بات نہیں، اس سے تمہاری روحانیت بڑھے گی، یہ جو بعض ساتھی عذر کرتے ہیں کہ تم چلو میرے سر میں درد ہو رہا ہے، بخار سا ہو رہا ہے۔ باتیں بنا کے سواری میں چلنا اور پرے جو چاہے ایمان ویقین کی باتیں کرتے رہو، جو دل میں بات ہوگی اس کا اثر پڑے گا۔

★... ایک دن کھانا آ گیا تو میں نے سوچا کہ جماعتوں کو رخصت کرنے سے پہلے کھالیتا ہوں، پھر ہدایات کے ختم ہونے کے بعد چلا جاؤں گا، کھانا تو میں نے کھالیا لیکن کیا بتاؤں وہ جو دل کی کیفیت تھی، وہ ختم ہو گئی۔ مجمع سے پہلے کھانا یہ کیسی بات ہے؟ اتنی سی بات سے دل کی کیفیت بدل گئی۔ جیسے کوئی آسمان سے زمین پر گر گیا ہو۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کھانا کھلادوں؟ فرمایا کیا کہا؟ کھانا تو مہمانوں کے کھالینے کے بعد ہی کھانا چاہیے۔ اس لیے کہتے ہیں، جاتے ہی پہلے لوگوں سے ملو، ملاقاتیں کرو، ایک آدھ آدمی کو کھانا پکانے پر لگا دو۔ تا کہ اگر کوئی کھانے کا لیے تو تم یہ لیے سلوک بندوبست ہو گیا۔

★... ارادہ کرتے ہی اگر اللہ کی طرف نگاہ چلی گئی اور خرچ کے لیے ایک پیسہ نہیں تو اللہ تعالیٰ غیب سے اسباب مہیا فرمادیں گے اور اگر ارادہ کرتے ہی پیسہ کی طرف نگاہ چلی گئی، تو پیسہ ہونے کے باوجود کام نہیں بنے گا۔ یہ میرا تجربہ ہے۔

★... جب امیگریشن یا کسٹم والے آئیں گیارہ مرتبہ یارؤف پڑھ کر اس کے ساتھ گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ لیں۔ اللہ پاک حفاظت فرمائیں گے۔ کچھ ساتھی وقت لگانے کے لیے آئے تھے اور ان کے والدین ناراض ہوتے تھے۔ میں نے ان کو یہ وظیفہ بتایا۔

★... فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اگر یہ تسبیح پڑھیں گے تو رزق کی تنگی نہیں آئے گی: **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ العظیم واتوب الیہ۔**

★... اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہو گی جو ساتھیوں کی سب سے زیادہ خدمت کرے گا، تہجد والوں سے، ذکر والوں سے، نوافل والوں سے اس کا مقام اونچا ہو گا جو ساتھیوں کی سب سے زیادہ خدمت کرے گا۔

★... بعض ساتھی جماعت میں ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی طرف سے غیبی مدد اترتی ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ اکثر بیمار رہتے تھے، مولانا یحییٰ صاحب کتب خانہ کا

کام بھی کرتے تھے، مہمانوں کی خدمت خاطر بھی کرتے تھے، لوگوں نے کہا مولانا الیاس صاحبؒ سے کہو کہ کتابوں کا بنڈل ہی باندھ دیا کریں۔ فرمایا ان کو چھوڑ دو حدیث میں آتا ہے کہ تمہارے ضعیفوں اور کمزوروں کی وجہ سے اللہ تمہیں رزق دیتا ہے۔

★... یہ آدمی چاہے کتنا ہی معذور ہو، سارے کام اپنی ضرورت کے خود کرنے کی کوشش کرے، جب کوشش کرتے کرتے گر جائے تو اللہ کو رحم آئے گا اور جماعت والے بھی پوری کوشش کریں کہ اس کی پوری خدمت کریں، تمہارے ساتھ اللہ کی بڑی مدد آئے گی۔

★... گشت میں شوق سے جاؤ۔ تھکی ہاری طبیعت والا آدمی اللہ کے ہاں پسند نہیں، اللہ کے راستہ میں تیز تیز چلو گے پھر اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے، مرے ہوئے بیل کی طرح نہ چلو۔

★... اسلام آباد اور راولپنڈی میں چاروں طرف پھیل جاؤ، جس دن تمہارا گشت قبول ہو گیا سفارت خانوں والے کہیں گے آجاؤ ویزا لے جاؤ۔

★... اگر کسی ساتھی کو تم نے گری ہوئی نگاہ سے دیکھ لیا ہو اس سے بھی دعا کی قبولیت ختم ہو جاتی ہے۔

★... اللہ کی محبت کے بعد سب سے اونچی بات مومن کی محبت ہے۔ کسی مسلمان کی، کسی مومن کی محبت سے محروم نہ ہونا۔ اعمال میں تمہاری کمی آجائے کوئی بات نہیں مگر محبت میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اگر محبت تم میں رہی تو اللہ مہینوں کی برکت دے دے گا۔

★... ستمبر ۱۹۴۸ء میں کشمیر کا جہاد ہو رہا تھا، مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ کی مدد اس وقت تک نہیں آسکتی، جب تک مدد کے اسباب جمع نہ ہوں، علما نے کہا ہماری سمجھ میں نہیں آیا، بھائی بشیر صاحب نے کہا ہمارے تمہارے خیالات میں

کیوں فرق ہے؟ جب دن کو مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس بیٹھنے کا زیادہ وقت ملا تو فرمایا: ہمارے اندر ان کو ہدایت پر لانے کا جذبہ ہی نہیں، اس لیے ہمارے ساتھ اللہ کی مدد نہیں۔

★... ڈالروں کی بجائے، ریالوں کی بجائے، پیسوں کی بجائے اللہ پاک کے خزانوں پر نظر رکھو گے۔ تو اللہ پاک آپ کے ساتھ ہوں گے۔

★... ایک دفعہ مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحب نظام الدین نہ آسکے، دوسرے دن مولانا الیاس صاحبؒ نے پوچھا رات کیوں نہیں آئے؟ کہا تانگے والا پانچ روپے مانگ رہا تھا۔ ارشاد فرمایا: پانچ روپے کیا چیز ہے، وقت قیمتی چیز ہے۔

★... میرے عزیزو! اگر سال، سات مہینے لگا کر ہمارے اندر رات دن اللہ کے دین پر جان دینے کی تڑپ، بے چینی پیدا نہیں ہوئی تو بتاؤ کیا کریں؟ اگر پیدا ہوگئی ہے تو اس کی علامت کیا ہے؟! ایک بہو نے ساس سے کیا کہا تھا؟ جب میرا بچہ پیدا ہونے لگے تو مجھے جگا دینا، اس نے کہا اس وقت تو خود ہی سب کو جگا دے گی، اگر ہم میں سے ہر آدمی سارے عالم کو اللہ کے احکام پر لانے کا ذمہ لے لے تو اللہ پاک اس سے کتنا کام لے گا؟! حق تعالیٰ شانہ کتنا خوش ہوگا کہ واقعی انہوں نے ہمارے راستہ کی قدر کی۔

★... حضرت رائے پوریؒ کا انتقال ہو گیا۔ مولانا یوسف صاحبؒ تشریف لائے، فرمایا: آسمان کے جن دروازوں سے ان کے اعمال جاتے تھے اور ان پر جو انعامات آتے تھے، اگر وہ اعمال جاری رہیں، انعامات پھر شروع ہو جائیں گے۔

★... بات دراصل یہ ہے کہ ہم اور آپ جتنے بھی ہیں ہماری کھانے پینے کی عادتیں تبلیغ میں نکل کر بگڑ گئیں، اب سالن کے بغیر روٹی نہیں کھاتے، حالاں کہ سارے لکی مروت کے علاقہ میں روٹی کے ساتھ سالن نہیں کھاتے تھے، ہمارے پنجاب میں لسی کے

ساتھ روٹی کھاتے تھے یا اچار کے ساتھ۔ شروع شروع میں جماعتوں میں کھانے کا کوئی اجتماعی نظم نہیں ہوتا تھا، چنے، گڑ وغیرہ اپنے پاس رکھتے تھے، جب بھوک لگی، چپکے سے جا کر کھالیا اوپر سے پانی پی لیا، لیکن اب جماعتوں میں یہ حال ہوگیا ہے کہ چائے پینے والے کہتے ہیں آجاؤ! اجتماعی عمل ہے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ!**

★... پتے کی بات بتاؤں اگر آپ کے گھر میں ایک سال کا کھانا موجود ہے تو علما کرام یہ فرماتے ہیں کہ ایک سال تک آپ پر کمانا فرض نہیں، اگر ایک مہینہ کا ہے تو ایک مہینہ کے لیے کمانا فرض نہیں۔

★... جب آپ سوچیں گے کہ تمام دنیا کے انسانوں کو اللہ کے غیر کے یقین سے کیسے ہٹاؤں اور اللہ کے یقین پر کیسے لاؤں؟! اللہ پاک آپ کے اوپر اس کا طریقہ کھولے گا۔

★... مجھے صدمہ یہ ہے کہ مجھے آپ بیتی آتی ہے جگ بیتی نہیں آتی۔

★... حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ یہ جو کام اللہ نے تمہیں دیا ہے، یہ موہوب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں انعام ملا ہے۔ میں نے پوچھا کہ صحابہ کرام ﷺ کے کام میں اور ہمارے کام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا: وہ دن کو کام کرتے تھے اور رات کو اٹھ کر روتے تھے۔ تم دن کو کام تو کرتے ہو، راتوں کو اٹھ کر روتے نہیں ہو۔

★... اللہ نے ہمیں حضور ﷺ کی نیابت دی ہے، پورے کے پورے دین کو من کل الوجوہ زندہ کرنا۔ اس سطح کو پہنچنے کے لیے مشائخ کے چالیس چالیس برس لگے، حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ جو میرے ہاں بارہ برس میں ملتا ہے وہ تبلیغ میں تین برس میں ملتا ہے۔

★... ھو اجتبٰکم، اس نے تمہیں پسند کرلیا، حضور ﷺ کے کام کو کام نہ بنانا، موجودہ انسانیت پر بھی ظلم اور اپنے بعد والوں پر بھی ظلم ہے۔

★... تم تبلیغ والے اگر یکسوئی کے ساتھ اس کام میں لگو گے تو اللہ پاک باطل کے سارے نقشوں کو مٹا دیں گے۔

★... حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ : تبلیغ جہاد اکبر ہے۔ بعض حضرات اپنے حال اور قال دونوں سے تبلیغ کرتے ہیں، جیسے حضرت مدنیؒ۔ اور بعض اپنے حال سے تبلیغ کرتے ہیں، جیسے حضرت رائے پوریؒ۔

★... محنت کے دو راستے ہیں :ایک کائنات سے فائدہ حاصل کرنے کی محنت کا راستہ اور دوسرا کائنات کے خالق سے فائدہ حاصل کرنے کی محنت کا راستہ۔ کائنات پر محنت کرنے والوں کو بھی رازق ہی سے فائدہ ملتا ہے، کائنات سے جو فائدے ملیں گے وہ اس کے اعتبار سے ہوں گے، یعنی جیسے کائنات محدود ایسے اس کا فائدہ بھی محدود، اب محنت جس سطح کی ہوگی اسی سطح کا کائنات سے فائدہ بھی اُٹھائیں گے۔

★... دوسری محنت تین قسم کی ہے :ایک صالحین کی محنت، دوسری انبیا علیہم السلام کی محنت، تیسری سیّد الانبیا ﷺ کی محنت۔ افراد پہ محنت صالحین کی ہے، قوم اور علاقہ پر محنت انبیا علیہم السلام کی محنت کے مشابہ ہے اور سارے عالم پر محنت سیّد الانبیا ﷺ کی محنت کے مشابہ ہے۔ جتنی محنت بڑھے گی اس کا مشاہدہ بڑھے گا۔

★... تعلیم کرانے والے اس طرح تعلیم کرائیں کہ ہم اپنے اندر قرآن وحدیث کا تأثر پیدا کریں۔ جس کو تعلیم کے لیے مقرر کرتے ہیں وہ اپنی تقریر کرتا ہے، کتاب تو پڑھتا ہی نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مستقل طور پر تأثر پیدا ہو، مستقل تأثر قرآن وحدیث سے پیدا ہوگا، ہمیں تعلیم کرانے والا ایسا چاہیے۔

★... جو اللہ کے غیر سے اپنا مسئلہ حل کرانے کو کہے گا اللہ اس کو دنیا میں جوتے مارے گا۔

★... جب تم تبلیغ کی محنت کرو گے تو جو کام اُن کے پیسوں سے بنیں گے، تمہارے وہ کام دعاؤں سے بنیں گے، لوگ پیسے لے کر تمہارے پاس آئیں گے اور تم کہو گے کہ جاؤ

اپنا پیسہ اپنے پاس رکھو۔

★... جو حال آتا ہے اس میں اللہ کے حکموں کو پورا کر دینا یہ کامیابی ہے۔

★... عمل کتنا اونچے سے اونچا ہو، اگر اللہ کے اعتماد میں کمی ہوگی تو اللہ کی مدد نہیں ہوگی۔ عمل چاہے چھوٹا ہو لیکن اللہ کے اعتماد سے ہو تو اللہ کی مدد ساتھ ہوگی اور لوگوں کے دل خود بخود کھچیں گے۔

★... جس چیز سے ہمارا دل بھرا ہوا ہوگا، اس کا اثر ہماری اولادوں پر بھی پڑے گا، چاہے ہم زبانوں سے نہ کہیں۔

★... آج اعمال سے اعتماد ہٹ کر مال پر اعتماد بڑھتا جا رہا ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی جماعت کے کسی فرد کو بستی میں جاتے وقت یہ خیال آ گیا کہ چائے کے لیے دودھ ملے گا یا نہیں؟! اس جماعت میں سے روح ختم ہو گئی،

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ دنیا میں جو نفع ہوں گے انہیں کم سے کم بیان کرو۔ آخرت کے نفعوں کو زیادہ بیان کرو۔ ہمارا جو دار و مدار ہے وہ آخرت پر ہے۔ آخرت بنے گی تو دنیا بھی بنے گی۔ آخرت بگڑی تو دنیا بھی بگڑی۔

★... عمل صرف اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے ہو، کسی اور غرض کے لیے عمل کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی شادی جہیز کی وجہ سے کرے، عورت کی وجہ سے نہ کرے، حالاں کہ شادی عورت کے لیے کی جاتی ہے، جہیز خود بخود مل جاتا ہے۔ جب آدمی عمل اللہ کی رضا کے لیے کرے گا تو جنت خود بخود مل جائے گی۔

★... گھر جا کر یہ مت کہو روٹی تیار ہے؟ کپڑے تیار ہیں؟ گھر میں جاتے ہی جو تم پوچھو گے گھر والوں کو اس کا فکر ہوگا۔ مولانا الیاس صاحبؒ دین کے مٹنے کے غم کے سوا کوئی بات سن نہیں سکتے تھے، گھر والے اپنی بیماری کا ذکر نہیں کر سکتے تھے۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ اپنے دوستوں کی ضرورتیں پوری نہیں کرتے تھے، کہتے تھے

ان کو پسنے دو کہ اللہ سے مانگیں۔ اللہ کے ساتھ ان کا تعلق بڑھے گا، اس پسنے پر اللہ کو رحم آئے گا۔

★... لا الہ الا اللہ، ایک ہے، اس کو کبھی کبھی زبان سے پڑھ لینا، ایک ہے ہر حال میں پڑھنا اور کسی حال میں نہ چھوڑنا۔ حضرت رائے پوریؒ ایک دفعہ رائے پور میں گئے اس وقت رائے پور میں بستر نہیں ہوتے تھے، رات کو کھانا بھی کچی پکی مکئی کی روٹی بغیر دودھ کے کھاتے، بعض دفعہ سردیوں میں مسجد کی صف لپیٹ کر کھڑے ہو کر ذکر کرتے تھے، بیٹھوں گا تو سردی لگے گی، مجاہدہ کرتے تھے، ناک بہتی رہتی اور یہ ذکر کرتے رہتے، چھ برس تک لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگائیں، سردی سے بچنے کا سامان بھی نہیں، لیکن حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ساتھ تعلق تھا، ان کی خدمت بھی کرنا ہوتی تھی، چھ برس کے بعد روئے "یا اللہ! کب دروازہ کھلے گا۔" اس کے بھی تین برس بعد دروازہ کھلا، گویا نو برس بعد۔

★... تقسیم کے وقت اللہ نے دکھایا واقعی اعمال سے زندگی بنتی ہے مال سے نہیں۔ دلی کے لوگ ایک ایک ہزار روپیہ کا ایک گلاس دیتے تھے۔ روٹیاں لوگ اوپر سے پھینکتے تھے۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا: تمہارے بدن پر جو کپڑا ہے اس کے علاوہ سب تقسیم کردو، کھانے کے وقت جتنے مسجد میں ہوں سب کو بٹھالو، حضرت شیخ نے فرمایا: مسجد کا پانی کہیں نہیں جاسکتا، مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا اس کا بل میں ادا کردوں گا۔ ساری رات پانی چلتا اور لوگ بھرتے، اللہ نے دکھایا ہم فقیر ہیں، لیکن ان کے کھانے کا ذریعہ بنے۔

★... حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی وفات پر یہ بات کھلی کہ تقریر، بیان کے بغیر بھی کام ہوسکتا ہے۔

★... دیوبند میں ختم بخاری میں مولانا یوسف صاحبؒ تشریف لے گئے اور وہاں تقریر کے دوران فرمایا کہ جب حضور ﷺ پر جبریل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے اور فرمایا

"اقرأ" پڑھیے تو پڑھنے کا مطلب یہ نہیں تھا، جو آج سمجھا جا رہا ہے۔ وحی کا بوجھ ایسا تھا کہ فرمایا: "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" مجھ سے پڑھا نہیں جاتا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے تین دفعہ بھینچا تو آپ ﷺ پڑھنے لگے۔

★... ایک آدمی سر پر تلوار لیے کھڑا ہے اور نیچے سے سانپ، بچھو کاٹنے آ رہے ہیں، پہلے کس سے جان چھڑائی جائے گی؟ فرمایا سانپ بچھو کا علاج تو ہو سکتا ہے، گلا ہی کٹ گیا تو اس کا کیا علاج ہوگا؟ اسی طرح جس کی وجہ سے پورا دین زندہ ہوگا اگر اس کو چھوڑ دیا جائے گا تو بتاؤ کتنا نقصان ہوگا؟

★... تشکیل والا نئی بات شروع نہ کرے، بیان کرنے والے نے بیان میں جو بات کہی ہے اسی کو بنیاد بنا کر مختصر ترغیب دے کر نام لکھے۔

★... اس فکر کے لیے وقت ضرور نکالو کہ اس وقت کتنے احکام مٹے ہوئے ہیں؟ جس کی وجہ سے امت پر مصیبت آئی ہوئی ہے؟

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ "ان احکامات کے مٹنے سے پہلے میں کیوں نہ مٹ گیا؟" فرماتے تھے "یہ بے نمازی خود بھی پکڑا جائے گا اور ہمیں بھی پکڑوا ڈالے گا۔"

★... میں نے مسلمان بچیوں کے سر پر چٹیا باندھی ہوئی دیکھی۔ یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے نفرت کرنا ضروری ہے۔ اگر نفرت نہیں کریں گے تو ایمان کہاں رہے گا؟

★... میں نظام الدین کے صحن میں کھڑا تھا اور مولانا الیاس صاحبؒ حجرہ میں تھے، ایک آدمی آیا اور بائیں ہاتھ سے پانی پینے لگا۔ میواتی چلایا "او بھائی اپنے ہاتھ سے پی۔" مولانا نے فرمایا سچی بات ہے۔ آج بوڑھے بوڑھے بائیں ہاتھ سے چائے پیتے ہیں، ایسے موقعوں پر مولانا دکھ کی وجہ سے رونے لگتے تھے۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ اس جہاز میں

شراب پی جا رہی ہے تو مولانا پورا ایک ہفتہ رات کو نہیں سوئے، فرماتے تھے کہ" مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ اب جہاز ڈوبا، اب جہاز ڈوبا۔" ایک دفعہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہے تھے، پتا چلا کہ یہاں شراب بکتی ہے۔ مولانا نے "حزب الاعظم" پڑھنا شروع کر دی کہ اب جہاز گرا اب جہاز گرا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو وعید ہے وہ ہوگئی۔ ہمیں غم ہی نہیں ہوتا۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ کو بیماری کے زمانہ میں ایک خادم وضو کروا رہا تھا، غلطی سے پانی کہنی سے ہتھیلی کی طرف ڈالنے لگا اور فرمایا سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے کہنی کی طرف ڈالا جائے۔ سنت کے خلاف عمل کفر ہی تو ہے۔ فرمایا: "مجھ سے کفر کرواتے ہو؟"

★... اس کام میں لگیں گے تو آزمائشیں آئیں گی۔ صحابہؓ نے تو تلواروں اور تیروں کے زخم کھائے، اب بیماریاں، نقصان، پریشانیاں، طبیعت کے خلاف ناگواریاں آئیں گی۔ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ "اللہ آزمائے گا کبھی سر کا درد بھیج کر، کبھی بچہ کی بیماری سے۔ ہر حال میں جمنا ہوگا۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ بعض دفعہ اللہ پاک عجیب مضمون بیان کروا دیتا ہے، اس لیے بیان کے بعد استغفار کرو اور کہو یا اللہ تو نے ہی بیان کروایا۔

★... بیان سے پہلے دعا مانگو۔ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھو۔ یا اللہ میرے بیان سے میرے اندر اپنی محبت، اپنی عظمت، اپنی اطاعت، تیرے اوپر جان دینے کا شوق، اور تیرے دین کو پوری دنیا میں لے جانے کا جذبہ پیدا فرما۔

★... یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ٹھیک بیان کیا ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ پوچھتے تھے کہ میں نے ٹھیک بیان کیا ہے؟ ہم بیان کرنے والے کو اکیلا نہیں چھوڑتے تھے۔ ہم دعا کرتے تھے کہ "یا اللہ ہمارے ساتھی سے ٹھیک بات کروا دے۔"

★... ایک آدمی کو تہجد میں مزا آرہا ہے اس کی وجہ سے تہجد میں اٹھ رہا ہے۔ نہیں بلکہ ہمیں تو اللہ کے امر کی وجہ سے عمل کرنا ہے۔ دلی کے ایک ساتھی نے مولانا الیاس صاحبؒ سے پوچھا: شرک کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا جی چاہی کو پورا کرنا۔ جی چاہی نے ہی بیڑا غرق کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ کا کیا مطلب؟ یا اللہ تیرے امر کے سوا کوئی وجہ نہیں۔ تیرا حکم ہے اس لیے کر رہا ہوں۔ دل اللہ کی عظمت سے متأثر ہو۔

★... کفار کی شان وشوکت کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لی جائے: **اَللّٰھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم!** تو اللہ تعالیٰ ان کے شرور سے حفاظت فرمائیں گے۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر ان کو دیکھتے ہی یہ دعا پڑھے بغیر گزر گئے تو ایمان کا خطرہ ہے۔

★... یوں کہیں کہ اے اللہ جو آپ کا منشا ہے وہ ہم پہ کھول دے۔

★... دعوت کے کام میں رُوح اور دل ودماغ کی ساری صلاحیتیں لگائی جائیں، چاہے بولنے کی مقدار تھوڑی ہو، لیکن اس کی دُھن لگی ہوئی ہو کہ حضور ﷺ کا پیغام قیامت تک آنے والوں میں کیسے پہنچاؤں؟! ہر وقت یہی سوچ، یہی دُھن ہو۔ اسی کا نام دعوت ہے۔

★... جب آدمی کا رُواں رُواں یہ کہنے لگ جائے کہ اے اللہ! جو تیری مشیت ہے وہ ہمارے اوپر کھول دے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اس پر ایسی توجہ ہوتی ہے کہ اس کو اصول بھی سکھاتا ہے، اصولوں پہ چلاتا بھی ہے۔

★... اگر ہمارے ساتھی بھی وہاں جانا چاہتے ہیں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں تو پھر ہمیں بھی اللہ رب العزت کی طرف وہ توجہ کرنی ہوگی جو انہوں نے کی۔ یہ توجہ رونے دھونے سے پیدا ہوگی۔

★... ہم بھی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح محنت کریں گے تو سارے مادّی نقشے زمین بوس ہوں گے۔ آج کا مادّی نقشہ اور اس دور کا مادّی نقشہ شکل کے اعتبار سے مختلف ہو

سکتا ہے، مگر اصل کے اعتبار سے مختلف نہیں۔ جس رُوحانی نظام نے اس زمانہ کے نقشوں کو توڑا، آج کے نقشے بھی اسی نظام سے ٹوٹیں گے۔

★... ہر عمل سے پہلے دو رکعت پڑھ کر یہ دعا مانگیں کہ یا اللہ جو کیفیات تو نے حضور ﷺ کی محنت سے صحابہ کرام ؓ کے اندر پیدا فرمائی تھیں وہ ہمارے اندر بھی پیدا فرمادے۔

★... بستی میں پہنچ کر پہلے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھیں، پھر دعا مانگیں، یا اللہ! اعمال کی جو شاخیں حضور ﷺ کے ذریعہ سرسبز و شاداب ہوئیں، ہمیں بھی اس کا ذریعہ بنادے۔ بستی سے پہلے ایک ساتھی ترغیب دے، بستی میں پہنچ کر ہر شخص سے توبہ کرائی جائے۔

★... اکبر الہ آبادی کو جنگ عظیم کے بعد انگریز ترکی میں جج بنا کر بھیجنا چاہتے تھے۔ فرمایا اے اللہ! میں تیری نگاہ میں اتنا گر گیا کہ انگریز اپنے مقصد میں مجھے استعمال کر رہے ہیں؟! چنانچہ نہیں گئے۔

★... تمہارے گھر کی تعلیم صرف کتابوں کی تعلیم نہیں، بلکہ اللہ کے اوپر توکل کی تعلیم ہے۔ تمہاری اولاد دیکھے گی کہ تم ضرورتیں کہاں سے پوری کرتے ہو؟! اعمال سے، مال سے یا صبر سے؟! جو صبر پر ملتا ہے وہ شکر پر نہیں ملتا۔ شکر پر اللہ کی نعمتیں بڑھتی ہیں، مگر صبر پر اللہ کی معیت کا وعدہ ہے۔

★... تقسیم سے پہلے جب حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نکاح پڑھواتے تو فرماتے کہ: پہلے تم اکیلے اللہ کو راضی کرنے میں لگے تھے اب تم دونوں مل کر اللہ کو راضی کرو۔

★... مولانا یوسف صاحب نے فرمایا سر کا درد دے کر اللہ پاک یہ دیکھیں گے کہ یہ ہدایت کی دعا پہلے مانگتا ہے یا سر کے درد کی؟! اس وقت یہ مانگو کہ یا اللہ سارے عالم کی ہدایت کا فیصلہ فرمادے، اپنے حال کو ضائع مت کرو۔

★... بدلے میں سارے عالم کے انسانوں کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دے۔

اسلام میں ضرورتوں کا پورا کرنا نہیں، ضرورتوں پر صبر کرنا ہے۔

★... آج پوری امت مؤلفۃ القلوب بنی ہوئی ہے۔ جس طبقہ کی تالیف قلب نہ ہو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

★... جس طرح ساری دنیا کے مسلمان مادّہ کی جدید شکلوں سے متأثر ہیں، اس کی وجہ سے اسلام کے احیا کے لیے حضور ﷺ والی محنت سمجھ میں نہیں آتی۔ اسی طرح اس محنت میں جزوی اشتغال والے بھی اس محنت کی رُوح کو نہیں پا سکتے۔ اس کی رُوح تک رُسوخ نہ ہونے کی وجہ سے شک میں رہتے ہیں اور یہ شک ہمارے ساتھیوں کے کمال تک پہنچنے میں مانع ہے۔ پوری دنیا میں یقین رکھنے والوں کو ایسے سلیقہ سے محنت کرنی پڑے گی کہ آنے والے کام میں لگتے چلے جائیں اور پہلے والوں کے دلوں سے شک نکلتا چلا جائے۔

★... اس محنت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو چھپایا ہوا ہے، مگر ظاہر اس وقت کرتے ہیں جب اس محنت میں کامل یقین والے پیدا ہو جائیں۔ مولانا الیاس صاحبؒ اسی یقین کو لے کر اٹھے، فرماتے تھے کہ ”جتنے بھی طریقے اصلاح کے لیے چالو ہوئے، مشائخ نے اختیار فرمائے وہ اپنا سکتا ہوں۔ یہ بیعت کا راستہ، تصنیف و تالیف کا راستہ۔ کوئی راستہ ایسا نہیں جس تک الحمدللہ رُسوخ نہ ہو۔ مگر اللہ نے ایسی محنت عطا فرمائی جس سے انسانیت کا رخ ہی پلٹ جائے۔“

★... مولانا الیاس صاحبؒ اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیفی کام کر سکتے تھے۔ فرماتے تھے حضور ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں، ہر ہر صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زندگی کی عملی کتاب تھا، جس سے آپ ﷺ کی زندگی کا نہ صرف علم سمجھ آتا تھا بلکہ عمل بھی سمجھ میں آتا تھا۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو آدمی یہ کہے گا میں ہر کام میں، ہر بات میں آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں، اسی سے کہا جائے گا یہ کرو اور یہ نہ کرو۔

★... آج خوف کی وہ فضائیں نہیں جو صحابہؓ کے زمانہ میں تھیں۔ آج اللہ پاک چھوٹے چھوٹے حالات بھیجتے ہیں، مگر ہم ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہے ہیں۔ حال سے ترقی یہ ہے کہ حال بھیجنے والے سے آدمی چمٹتا چلا جائے۔ ایسے اس کے سامنے روئے دھوئے کہ اس کو ترس آجائے۔ یہی حال اس کی بلندی کا ذریعہ بن جائے گا۔

★... جس کا رحم کھانا اور فکر و غم میں مبتلا ہونا جس قدر حضور ﷺ کے مشابہ ہوگا اسی قدر مرکز معرفت بنتا چلا جائے گا۔

★... افراد کا تیار کرنا باقی انبیا علیہم السلام کی سنت ہے، امت تیار کرنا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

★... اجتماعیت کی برکات تو صدیوں سے امت نے دیکھی ہی نہیں۔ اجتماعیت کا گرد و غبار بھی بڑا قیمتی ہے۔ جو مجمع آپ ﷺ نے تیار کیا تھا وہ اپنے ذاتی حیثیتوں اور مرتبوں کو بھول گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ عظیم روحانی انسان تھے، جن کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ پہلی امتوں میں نہ اس امت میں۔ ساری روحانی بلندیوں کے باوجود اجتماعیت میں ایک عام انسان کی طرح ہی رہے، کوئی امتیازی شان نہیں رکھی، نسبت نبوت سے زیادہ حصہ لینے والے نے اپنی کوئی شان قائم نہ کی، بلکہ آخر تک امت کے ہر فرد کے ساتھ دل داریاں کرتے رہے۔ اس امت میں سب سے بڑا انسان اصولوں پر سب سے زیادہ جان دینے والا اور قربانی کے ہر اصول کو اپنے اوپر دیکھنے والا حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ ہم اصولوں کو دوسروں کے اوپر دیکھتے ہیں، یہی ہماری ناکامی کی بنیاد ہے۔

★... جو قربانی میں بڑھے گا اس کو دوسروں کی کمیوں سے اور خاص طور پر اپنے بڑوں کی کمیوں سے نگاہ ہٹانی پڑے گی۔ دوسروں کی کمیاں دیکھنے سے اپنی ترقی کی راہ بند ہو جائے گی۔ صحابہؓ میں ادنیٰ اور اعلیٰ دوسروں میں کمیوں کو دیکھنے سے بچتے

تھے۔ بلکہ دوسروں کی خوبیوں پر نظر تھی۔ جس سے اجتماعیت بڑھتی اور پھیلتی رہی اور جب امت دورِ عثمانی کے آخر میں عیوب دیکھنے لگی اور خصوصاً اپنے بڑوں میں عیوب بیان کرنے لگی، تو ہمیشہ کے لیے خلافت سے محروم ہو کر حکومت کی دلدل میں پھنس گئی۔ اللہ پاک کی رحمتیں جو خلافت کی وجہ سے اترر ہی تھیں وہ اترنا بند ہو گئیں۔

★... یہ جو دوسروں کی کمیاں دیکھتے ہیں، یہ سیاسی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اپنے کو بڑھانا دوسروں کو گرانا۔ داعی ایسی محنت کرتا ہے کہ دوسروں کے اندر کمیاں نہ رہیں۔ اپنے کو بڑھانا یہ بھی اللہ کو پسند نہیں، دوسروں کو گرانا یہ بھی اللہ کو پسند نہیں۔ یہ آدمی اللہ کی نگاہ میں مردود ہو جائے گا۔

★... اللہ پاک کے سامنے کسی کو قبول کروانے کے لیے پہلے لوگ روتے بہت تھے اور اب بھاگ دوڑ کی طرف رخ زیادہ چلتا ہے۔ اللہ پاک سے فیصلہ کرانے کا رخ نہیں۔

★... زبان، علاقہ اور پیشہ کی بنیاد پر کسی کو جمع نہ کرنا۔

★... ایک دفعہ مولانا الیاس صاحبؒ فرمانے لگے: ''انجمن، سوسائٹی جو بنائی جاتی ہے وہ ایک مقصد کی خاطر بنائی جاتی ہے، جب مقصد ختم ہو جاتا ہے تو سوسائٹی اور انجمن بھی ختم ہو جاتی ہے۔ جب امت اپنے مقصد پر نہ رہی تو امت ختم ہو گئی۔''

★... جس قول کے پیچھے عمل کی طاقت نہ ہو، وہ دوسروں کو قائل نہیں کر سکتا۔

★... اگر اللہ پاک کا تعلق نصیب ہو گیا تو جہاں بھی دین کی کمی نظر آئے گی اللہ پاک اس کو سینہ پر کھول دیں گے کہ اس کمی کو کیسے پورا کیا جائے؟ اور اس کا علاج بھی کھول دیں گے۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''کسی چیز میں لگنے کی کوئی وجہ نہ ہو سوائے اللہ کی ذات اور اس کے اوامر کے۔'' اس کام سے مقصود یہ ہے کہ ہم کسی چیز میں کسی چیز کی وجہ سے نہیں لگیں گے بلکہ اللہ کے امر کی وجہ سے لگیں گے۔ ہم سارے

بھوک کی وجہ سے کھاتے ہیں اللہ کے امر کی وجہ سے نہیں۔ ہمارا یہ مزاج بن جائے کہ اللہ کا امر ہوگا تو کھائیں گے۔ اگر امر نہیں ہوگا تو نہیں کھائیں گے۔

★... لا الہ الا اللہ کلمہ معرفت بھی ہے، کلمہ عہدیت بھی ہے۔

★... حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''تحریک یہ ہے کہ مختلف جذبات کو بھڑکا کر اپنا کام نکالنا۔ کام یہ ہے کہ مختلف جذبات کو ختم کر کے ایک جذبہ بنانا کہ ہمیں اللہ کی ماننی ہے۔ اس محنت کا مزاج یہ ہے کہ سارے ساتھی اپنے جذبات کو امیر کے فیصلہ پر قربان کر دیں۔ اور امیر سب کے مشورہ پر اپنی طبیعت کو قربان کرے۔''

★... رائیونڈ والوں نے دسترخوان پر کئی سالن ہوتے ہیں۔ کھانا ایسا ہو جو بھوکا ہو تو کھائے بھوک نہ ہو تو خوش بو سونگھ کر الگ ہو جائے۔

★... آج جتنے بھی مراکز میں مشورے ہوتے ہیں، ایک خط بھی ایسا نہیں آیا کہ ایک کی رائے یہ ہے، دوسرے کی رائے یہ ہے، آپ کی رائے کیا ہے؟ رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، کیوں کہ ہر وقت اللہ کا خوف طاری نہیں ہے، جو پہلے رائے ملا کر مشوروں میں آتے ہیں وہ خائن ہیں۔ ایک دوسرے کی آنکھ کو دیکھ کر مشورے دیتے ہیں۔ کام کو دیکھ کر مشورہ نہیں دیتے۔ وہ خائن ہیں۔ کام وہاں اٹھتا ہے جو امیر کی نگاہ دیکھ کر مشورہ نہیں دیتے ہیں بلکہ کام کو سامنے رکھ کر مشورہ دیتے ہیں۔

★... یہ کام پیسہ کا محتاج نہیں۔ اگر اس کو پیسہ کے ساتھ مشروط کریں گے تو جب اعلان ہوگا کون تیار ہے؟ تو غریب لوگ کھڑے ہونے سے شرما دیں گے۔ جس کے پاس کوئی پیسہ نہیں اس کے ساتھ تو اللہ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہے کام تو اسی کا بنے گا چاہے اس کے پاس ایک پیسہ نہ ہو۔

★... ایک میواتی فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کی بات بتا کر تیار کرنا اصل ہے اور کوئی شوق ہی نہ ہو اللہ کو راضی کرنے کے بغیر۔

★... جو پیسے کمانے کے جذبہ سے گھر سے نکلے وہ سارا دن اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے، ہمیں تو پیسے کمانے کی نیت نہیں کرنی بلکہ اللہ کا حکم پورا کرنے کی نیت کرنی ہے۔

★... دعوت میں بڑی طاقت ہے، مگر ساری طاقت چھپی ہوئی ہے، جس قدر داعی کا یقین طاقت ور ہوگا، اسی قدر سامنے کے بت مٹتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سارے باطل طریقوں کو ختم کرتے ہیں، مگر رواجی طریقوں سے نہیں بلکہ رواجی طریقے اہل باطل کو ہی تقویت دیتے ہیں۔

★... اللہ معاف کرے، ہم اپنے کو اصل میں وہیں کا سمجھتے ہیں جہاں جہاں سے آئے ہیں۔ جو ملازمت سے چھٹی لے کر آیا وہ اپنے کو ملازم سمجھ کر چل رہا ہے۔ جو کارخانہ کو چھوڑ کر آیا ہے یا کاروبار چھوڑ کر آیا ہے، وہ اپنے آپ کو وہیں کا سمجھ کر چل رہا۔ ہم جس جگہ پر آئے ہیں اور جس کام کے لیے آئے ہیں، اس کے سامنے تو ساری دنیا کا نقشہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

★... مسلمان ہر وقت اللہ کا نمائندہ ہے، نبی کا نائب ہے۔ جو کہتا ہے میں تو چلے تین چلے کے لیے آیا ہوں۔ بے وقوف ہے۔

★... صحابہ کرام ؓ اتنے ہوشیار تھے کہ دشمن کو اپنے مقابلہ میں نہیں لاتے تھے۔ اللہ کے مقابلہ میں لاتے تھے۔ جو اللہ کے مقابلہ میں آئے گا، اللہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ ہر ہر مسلمان کو یہ سمجھاؤ، ہم اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں۔

★... گھر سے ہی تم نے مال سے یقین ختم کرنے کی نیت نہیں کی۔ جتنے عرب ہیں کوئی ڈالر لے کے آیا ہوا ہے کوئی ریال کوئی دینار۔ ہمارے تشکیل والے بھی پوچھتے ہیں کتنا خرچ کرو گے؟ ہم تو یقین بنانے کے لیے نکلے ہیں کہ اس مال سے کچھ نہیں ہوگا، اللہ کا حکم سمجھ کر اس کو استعمال کرنا ہے۔

★... تعلیم کے حلقہ میں وہ ملے گا جو کہیں اور نہیں مل سکتا۔ تعلیم سے پہلے دعا مانگیں کہ یا اللہ ہماری روحوں میں جو غیر اللہ سے مسائل کے حل ہونے کا تاثر ہے اس کو

دُور فرما۔

★... جیسے مرد ساری امت کے لیے ہدایت کی دعائیں مانگیں، ایسے ہی عورتیں بھی ساری امت کے لیے دعائیں مانگیں۔

★... حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ مستورات کے ذریعہ مسلمان ہوئے، ام شریکؓ کافروں کے گھروں میں جا کر دعوت دیتی تھیں، جیسے مرد دین کے پھیلانے میں مجاہدے کررہے تھے، ایسے ہی مستورات بھی دین کے پھیلانے میں مجاہدے کررہی تھیں۔

★... ہم ساری دنیا کو چھ نمبروں کی دعوت دے رہے ہیں لیکن جو ساری زندگی کے لیے ہمارے ساتھ ہیں ان کو ایک نمبر بھی نہیں سکھاتے۔ ان کو چھ نمبر اور دین کی ضروری باتیں سکھانا ہمارے ذمہ ہے۔ والد کے ذمہ ہے اولاد کو دین سکھانا، خاوند کے ذمہ ہے بیوی بچوں کو دین سکھانا، ورنہ ہماری گاڑی نہیں چلے گی۔

★... اگر ہم جنید بغدادیؒ کی طرح نیک ہو جائیں اور ہماری عورتیں دین پر نہ آئیں تو ہمارے گھروں میں دین داخل نہیں ہوگا۔

★... گھر میں ہر ایک تعلیم کروانے والا بن جائے۔ گھر کی تعلیم میں سب کتابوں سے پڑھا جائے، چھ نمبروں کا مذاکرہ ہو۔ تجوید انفرادی ہے لیکن کرنی ضروری ہے۔ پابندی کے ساتھ کی جائے گی تو فائدہ ہوگا۔ تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ عورتوں کے اندر یہ شوق پیدا ہو جائے کہ گھروں میں کیسے رہنا ہے؟ پردہ کیسے کرنا ہے؟ اپنے اور بچوں کے کپڑے کیسے بنانے ہیں اور روزمرہ کے جو بھی مسائل ہوں، اپنے مردوں کے ذریعہ علما سے پوچھ پوچھ کر زندگی گزارنے والی بن جائیں۔

★... اللہ نے عورت کو بڑا مقام دیا ہے۔ یہ کوئی سڑک کا پتھر نہیں بلکہ یہ ایک ہیرے کی طرح ہے۔ قیمتی چیز کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ بے قیمت چیز کو باہر پھینک دیا جاتا ہے۔

★... جب تک ہمارے اندر سادگی نہیں آئے گی ہم تبلیغ کا کام نہیں کر سکتے۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ :اگر یہ عورتیں پیوند لگے ہوئے کپڑوں پر آجائیں یعنی سادگی پر آجائیں تو کتنے فتنے ختم ہو جائیں گے۔

★... زندہ رہنے کی فکر بنیاد ہے دہریت کی اور کفر کی۔

★... جس طرح زمینداروں کے ہاں مرد کھیت میں کام کرتے ہیں، عورتیں گھر سے کھانا تیار کر کے بھجواتی ہیں۔ گویا سارا گھر زمیندارہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح سارا گھر دین کی محنت میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

★... قربانی کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جا سب کچھ رہا ہو، آ کچھ نہ رہا ہو۔ دنیا میں دین کو زندہ کرنے کے سوا کوئی شوق نہ رہے، کوئی جذبہ نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا، ان کے بیوی بچوں کی قربانی کا تذکرہ بار بار سنو۔ جو بھی اپنی بیوی بچوں کو اللہ کے دین کے لیے چھوڑے گا اور بیوی بچے بھی اس پر صبر کریں گے، اللہ اس گھر کو بنیاد بنائیں گے۔

★... مولانا علی میاںؒ کی والدہ فرماتی تھیں کہ یا اللہ تیرا مقام عرشِ اعلیٰ پر ہے لیکن تیرا قیام ہمارے دل میں ہے، مگر قیام اس کے دل میں ہوگا جس کا دل غیر سے خالی ہوگا۔ اللہ پاک فرمائیں گے میرے غیر کا خیال تیرے دل میں آیا کیوں؟ ہمارے پاس کیا جواب ہوگا۔ مولانا علی میاںؒ کی والدہ یہ اشعار پڑھا کرتی تھیں:

گھبرا نہ ہم سے دُنیا تجھ میں نہ ہم رہیں گے
اپنا وطن عدن ہے جا کر وہیں بسیں گے
شیوا تیرا دغا ہے، شیوا تیرا جفا ہے
تو سخت بے وفا ہے ہم صاف ہی کہیں گے
آتا ہے جو یہاں رہتا ہے تجھ سے نالاں
اِک روز ہم بھی تجھ سے منہ پھیر کر چلیں گے

تو ستالے ہم کو جتنا ستانا چاہے
کیا ہوگا جب خدا سے فریاد ہم کریں گے

اور بھی یہ اشعار پڑھتیں:

میں اس در سے نہ اٹھوں گی نہ مجھے کوئی اٹھا دیکھے
مجھے ہے آرزو جس کی اٹھوں گی میں وہی لے کر
تیرا شیوا کرم ہے اور میری عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولیٰ تیرے در کے فقیروں کی

★... عورتیں ایسا لباس اور ایسے برقعے مت پہنیں جس سے بدن کی بناوٹ اور کھال نظر آئے کہ یہ بھی ننگے ہونے کے حکم میں ہے۔

★... اس محنت کو کرتے کرتے صحابہ کرامؓ کی کمائی کم ہوئی، خرچ بڑھ گیا۔ باہر جانے والوں کا خرچ بھی خود اٹھانا، پیچھے جن کے گھروں میں خرچ نہ ہوتا، ان کا بھی انتظام کرنا، باہر سے آنے والوں کا خرچ بھی برداشت کرنا اور جاتے ہوئے ہر آدمی کو تحفہ تحائف بھی دینا۔ حضور ﷺ اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے تھے کہ اسلام سارے عرب میں پھیل چکا تھا مگر سب کے گھر خالی ہو گئے تھے۔

★... سنت کی ادائیگی کی وجہ سے دوائی میں تاثیر آتی ہے، ویسے دوائی کوئی چیز نہیں۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعوت اتنی زوردار چیز ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک باطل کا بھیجا نکال دیں گے اور اس کو اپنے مٹنے کا احساس بھی نہیں ہوگا۔

★... میں نے مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ کا یقین کیسے بنا؟ انہوں نے فرمایا: ہم تو ایمان و یقین کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں پھر اس کے مطابق اللہ تعالیٰ معاملہ کرتے ہیں، اس سے ہمارا یقین بھی بڑھ جاتا ہے۔

★... ہمارے مجمع کو چاہیے کہ غریبوں کے محلوں میں جا کر کام کریں۔ سہولتوں کو تلاش نہ

کریں۔

★... سارے اقتصادیات کی بنیاد کفر ہے، یہ ضرورتوں کو پورا کر کے دل کو مطمئن کرتے ہیں۔ اسلام میں ضرورتوں پر صبر سکھایا گیا ہے۔ ضرورتوں کو پورا کرنا نہیں سکھایا گیا۔

★... جو آدمی اپنے کاروبار کی سلامتی کے ساتھ دین کی محنت میں لگتا ہے۔ جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ اوپر سے جواب آتا ہے یہ جھوٹا ہے۔

★... جو غریبوں کی خوشامد کرے گا، اس سے اللہ خوش ہوگا، غریب وہ ہے جس سے کسی نفع کی امید نہ ہو۔ جس طرح لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے، اسی طرح سارے طبقات کی کنجی غرباء میں کام کرنا ہے۔

★... مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلیؒ نے چالیس سال میں اتنا کام کیا جتنا کوئی اسّی برس میں کرتا، فرماتے تھے کہ ہزار کافر کو مسلمان کرنے سے بہتر ہے ایک مسلمان کو اسلام پر باقی رکھنا۔

★... بہاؤ پر چلو گے تو سب کچھ بہ جائے گا۔ دھارے کے خلاف چلو۔ عام رخ کے خلاف چلو گے تو آپ ﷺ کے مجاہدوں اور مشقتوں کا پتا چلے گا کہ آپ ﷺ نے کس طرح تمام امت کو اس دین کی طرف بلایا؟ اگر صحیح رخ پر چلیں گے تو دل اور زبان دونوں سے مشاہدات کی تردید دل اور زبان کریں گے۔

★... اگر دھیان اللہ کا بن جائے یہ بہت بڑی دولت ہے، اللہ کے دھیان سے پھر کوئی چیز بھی اندر نہیں گھسے گی، شیطان اندر نہیں گھسے گا، یہ دھیان قلعہ بن جائے گا، غیر باہر ہی باہر رہیں گے۔

★... ہم جس سے بات کریں پہلے رو رو کر اللہ سے مانگ لیں۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ کو دعوت میں ایسا انہماک تھا کہ ایک دفعہ ان کی پیٹھ میں پھوڑا نکل آیا، فرمایا: میرے سامنے میواتیوں کو بٹھا دو۔ حضرتؒ ان سے ایسی بات میں

لگے کہ طبیبوں نے ان کا پھوڑا کاٹ کر، خون نکال کر پٹی باندھ دی، مگر ان کو پتا بھی نہ چلا کہ کیا ہوا!

★ ... غریبوں کے محلہ میں ضرور جائیں۔ اپنے آرام کو نہ دیکھیں۔ جو ملنے آئے اس سے کہو تم کتنے خوش قسمت ہو ہم تمہارے پاس خوش خبری لے کر آئے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اپنا خلیفہ حضور ﷺ کا نائب اور اپنی کتاب کا وارث بنایا ہے۔

★ ... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعوت دینے سے پہلے سوچو مت۔ ذکر و دعا میں لگ جاؤ۔ یا اللہ! تیرے کرنے سے ہوگا، تیرے چاہنے سے ہوگا، اے ہمارے رب! اس شہر کے بچہ بچہ کو اپنے رسول ﷺ کی نیابت کے لیے قبول فرما۔ میری زبان پر ایسے الفاظ جاری فرما جو تجھے پسند آجائیں۔ داعی یہ نہیں کہتا کہ کسی کو پسند آیا یا نہیں؟

★ ... حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ جب بیان کرتے تو اس فکر سے بیان کرتے کہ جب تک آدمی تیار نہیں ہو جاتے تھے ان کا غم ہلکا ہوتا ہی نہیں تھا۔

★ ... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ یا اللہ! اب تو رحم فرما ہی دو۔ اب تو ہدایت دے ہی دو۔ یا اللہ! اگر آپ نے رحم نہ فرمایا تو ہماری ہر گھڑی بربادی کی طرف جائے گی۔

★ ... آپ حضرات کو مرنے سے پہلے کی ضرورتوں کا فکر نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے حاجی عبدالحمید صاحب سے پوچھا کہ کھانا کیسا پکائیں؟ فرمایا: ایسا پکاؤ کہ جس کو بھوک ہو وہ کھالے اور جس کو نہ ہو وہ اس کی بو سونگھ کر چلا جائے۔ ہمیں مرنے سے پہلے کی چیزوں کا فکر بالکل نہ ہو۔ اس کا غم ہو کہ یا اللہ! اگر تو نے سارے عالم کے انسانوں کو ہدایت نہ دی تو ان کا کیا بنے گا؟

★... مولانا یوسف صاحبؒ ملتزم سے چمٹ کر ایسا رو رہے تھے کہ آواز باب ابراہیم تک آرہی تھی۔ پولیس والے نے زبردستی ہٹایا۔ روتے روتے جدہ میں گئے وہاں بھی "صلی اللہ علی النبی الامی الکریم" پڑھتے جارہے تھے اور روتے جارہے تھے۔ جدہ کے ایئرپورٹ پر بھی روتے رہے اور امت کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔

★... حضرت رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ جس کے ہونے سے تمہیں خیال آئے کہ اس کے ہونے سے میرا کام بنے گا تو سمجھ لو کہ اسی کا یقین ہے۔

★... خود سوچو کہ کہاں کہاں سے ہونا بولا ہے، کہاں کہاں سے ہونا سوچا ہے، کہاں کہاں سے ہونا دیکھا ہے؟ ان سب کی نفی کرو۔ جتنے نقشوں والے ہوں گے اللہ ان سب کو تمہارے قدموں میں گرائے گا۔ مال والوں کو، فوج والوں کو، وزارت والوں کو اللہ تمہارے قدموں میں گرائے گا۔

★... یہ چاروں عمل دعوت، نماز، علم وذکر ہمارے گھروں میں چالو ہو جائیں۔ اس ماحول سے اعمال کے دروازے کھلیں گے، اخلاق کے دروازے کھلیں گے۔ لیکن دعوت ایسی جو یقین کو بدل دے۔ علم ایسا جو طریقوں کو صحیح کردے۔ ذکر ایسا جو دھیان میں یکسوئی پیدا کردے۔ نماز ایسی جس سے زندگی بن جائے۔

★... صحابہ کرامؓ کی طرح اس کو اپنا کام بناؤ۔ کام کی فکر زیادہ ہو، اپنی ضرورتوں کی فکر کم سے کم ہو۔

★... غریبوں کے محلہ سے کام شروع کرو، دولت کا ہونا غلط نہیں، اس کا اظہار صحیح نہیں، اس کا یقین صحیح نہیں۔

★... اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر، چھوٹا سمجھ کر بات کرو۔ میں نے مولوی جمشید اور مولوی احسان سے کہا کہ تم ایسے بات کرتے ہو جیسے تم استاد ہو اور مجمع شاگرد ہے۔ ایسے کہو جیسے بچہ ابا کی بات تایا سے جاکر کہے۔

★... تعلیم میں ایک حدیث کو اتنی دفعہ کہو کہ دلوں میں اتر جائے۔ ہر عمل سے پہلے رک جاؤ۔ اس کے فضائل سوچو۔ اس کا طریقہ سیکھو۔

★... اس کی نیت کرو کہ جو وقت اللہ کو دے دیا وہ اپنی مرضی سے خرچ نہیں کریں گے، مشورہ سے خرچ کریں گے، ورنہ خیانت ہوگی۔ یہ وقت رائے ونڈ والوں کو نہیں دیا بلکہ اللہ کو دیا ہے۔

★... تعلیم کے حلقہ سے پہلے، عمومی گشت سے پہلے ان سب کے فضائل سنو۔

★... چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں، تو سارے علاقہ کو استغفار پر تیار کرو، چیزیں سستی ہو جائیں گی۔

★... سارے جذبے ختم ہو جائیں۔ حکومت کا جذبہ، زبان کا جذبہ، قوم کا جذبہ، تجارت کا جذبہ ختم ہو جائے ایک جذبہ باقی رہ جائے "اللہ کی مانیں گے" حضور ﷺ کے طریقے پر اس پر خود بھی آؤ دوسروں کو بھی تیار کرو۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ہم پیری مریدی کرتے تو کسی پیر کو مرید نہ ملتے۔ مگر یہ محنت ہی اور ہے۔

★... جیسے حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہلے بتوں کا انکار کرایا اور بتوں کو ان کے دلوں سے نکالا، اسی طرح حضرتؒ نے ان میواتیوں سے پہلے یہ کہلوایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے یعنی سورج، چاند، زمین، بادل، ان سے بھی نہیں ہوتا۔ دوسرے نمبر پر ان کو یہ کہلوایا کہ تمہارے ہاتھوں کے بنے ہوئے نقشوں، دکانوں، کارخانوں، مال، دولت، سونا، چاندی سے بھی نہیں ہوتا۔ پھر کہا کہ حکومتوں سے، وزارتوں سے بھی نہیں ہوتا۔ پھر کہا کہ ایک شخص کا بننا، پوری امت کا بننا ہے اور ایک شخص کا بگڑنا پوری امت کا بگڑنا ہے۔ انبیا علیہم السلام پہلے شرک چھڑواتے تھے، ہم ان سے مشغولیتیں چھڑواتے ہیں۔

★... میں نے نواز شریف کو کہا کہ اپنے آپ کو وزیر اعظم مت کہو، اگر تم اپنے آپ کو

وزیراعظم سمجھو گے تو تم نے اپنی قیمت گرادی۔

★... ایک تو دعوت خوب دو، اس سے بڑا عمل کوئی نہیں۔ دوسرے حضور ﷺ والے غم وفکر کے ساتھ لوگوں کو حضور ﷺ والی محنت کے لیے تیار کرو اور دعا مانگو یا اللہ! جس کیفیت پر تیری مدد آتی ہے وہ کیفیت عطا فرمادے۔ یا اللہ! میری ناپاکی کی حد نہیں، تیری پاکی کی حد نہیں۔ میری ناپاکی کو دور فرمادے۔ یا اللہ! یہ سب نقصان میں جارہے ہیں ان سب کو حضور ﷺ والی محنت پر ڈال دے۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ''ہماری نمازیں کوڑا کرکٹ ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو بجھادیں گے۔''

★... بیان کے آخر میں استغفار ضرور کرو۔ لوگوں کے تأثر کو نہ دیکھو، بیان اچھا ہوا یا نہ ہوا۔ بیان سے پہلے یہ دعا مانگو کہ یا اللہ ایسی بات کروادے جو تیرے ہاں قبول ہو جائے۔ بیان کے درمیان میں بھی دھیان اللہ کی طرف رہے۔

★... محنت کے ناقص ہونے کی وجہ سے سالوں کی محنت صدیوں پر مؤخر ہوتی جائے گی۔ اللہ نے انسان کو عجلت پسند پیدا فرمایا۔ محنت میں سستی پر شفقت کی نہیں عتاب کی نگاہ پڑتی ہے۔

★... آج بھی وہی حالات ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے۔ تو اس کا حل یہ ہے کہ جتنے کاروبار والے ہیں، جتنے دکانوں والے ہیں، جتنے کارخانوں والے ہیں، سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکل جائیں اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں، پھر نمازوں پر لائیں۔

★... نواز شریف میرے پاس آیا، بچے بھی ساتھ تھے، میں نے اس سے کہا یہ تمہاری اولاد اگر صبح سے شام تک خوب کھاویں، پیویں، گھر میں آویں، جاویں مگر تمہیں پوچھیں ہی نا، بتاؤ تمہارا دل کیا کہے گا؟ اسی طرح اگر تم صبح سے شام اپنے کاموں میں اللہ سے پوچھو ہی نہ تو اللہ تعالیٰ کیا کہے گا؟

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے جو بدعت شروع ہوئی، اللہ کے نام کو ہلکے طریقہ سے کہنا شروع کیا گیا۔

★... انبیا علیہم السلام کی دعوت کیا ہے؟ اللہ سے ہوتا ہے اللہ کے غیر سے نہیں ہوتا۔ اس کو اتنا کہو اتنا کہو کہ تمہارے اندر ایک کیفیت بن جائے۔ جب وہ کیفیت بن جائے گی تو اندر ایک یقین سا اٹھے گا اور اللہ پاک سے مانگنے کو جی چاہے گا۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ دین کے تقاضے سب سے مقدم اور ہماری ضرورتیں سب کے بعد۔

★... حضور ﷺ نے صرف نقشوں کو چھڑوایا نہیں بلکہ نقشوں میں چھوڑا بھی نہیں۔

★... سارے عرصہ میں دین مدینہ منورہ سے پھیلا، سارے علاقہ میں بھوک ہی بھوک تھی، حج کا موسم کمائی کا ذریعہ تھا، کسی کسی علاقہ میں کھجور، انگور کے باغات تھے۔ سارا ملک تجارتی نہ تھا۔ سارا عرب بھوکا پیاسا، کھانے کو نہ ملتا تھا، سانپ کھا لیتے، خون وغیرہ چاٹ جاتے تھے، نہ تیل کی دریافت تھی نہ سونے کی دریافت۔ جتنے مراکز تھے سب مخالف۔ پھر بھی مکہ والوں نے آخر تک مقابلہ کیا، مدینہ کے انصار کو سب کے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا تھا، جو کماتے تھے ان کی کمائیاں ٹوٹ گئیں۔ مقامی لوگوں نے کھانے، کپڑے دیے۔ جب سب کا خرچ بڑھ گیا، آمدن کے نقشے کم ہو گئے تو فاقے آنے شروع ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ نے ساری مدت اسی محنت پر صرف کروائی۔ کمانے کے عمل کو پیچھے کر کے محنت کے عمل کو آگے بڑھایا۔ صحابہؓ کی ایسی تربیت کی کہ جس وقت جس کو اللہ کے راستہ میں نکلنے کو کہا، جہاں کے لیے کہا، وہاں چلے گئے۔ اگر مغرب کے بعد تشکیل ہوئی تو رات مدینہ میں ٹھہرنے نہ دیا۔

کل ایک سو پچاس (۱۵۰) جماعتیں اپنے سامنے نکالیں، جن میں سے پچیس (۲۵) میں خود نکلے۔ ہر آدمی کے چار/ پانچ ماہ باہر کے تھے۔ یہی لوگ آنے والوں کو اسلام

سکھاتے تھے۔ مسجد میں کوئی صبح کا وقت دیتا تو کوئی عشا کے بعد کا۔ کچھ لوگ رات کا اوّل وقت مسجد کو دیتے کچھ آخری وقت مسجد کو دیتے تھے۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ کسی بستی میں جاتے ہی جسمانی ضرورتوں کا نہ پوچھا کرو بلکہ اعمال کا پوچھا کرو کہ مسجد میں کون کون سے اعمال ہو رہے ہیں اور گھروں میں کون کون سے اعمال ہو رہے ہیں؟

★... اصل محنت کا نقشہ یہ ہے کہ جس وقت جہاں کا تقاضا ہو آدمی نکل جائے اور باہر سے جو دین سیکھنے کے لیے آئیں، اسی وقت اپنے کاموں کو چھوڑ کر ان کو دین سکھانے میں لگ جائے۔ گھر، کمائی، بیوی بچوں کے تقاضوں کو پیچھے کر لے، تمہاری قربانیوں کا بدلہ حضور ﷺ حوضِ کوثر پر خود دلوائیں گے۔ بشرطیکہ تم دنیا میں ان کا بدلہ نہ لو۔ جب قربانیاں بڑھ جائیں گی تو جو قومیں آسمانوں پر اڑ رہی ہیں وہ نیچے اتر کر دین سیکھنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گی۔

★... حضرت مدنیؒ کو اکثر ہفتہ بھر سونے کا وقت نہ ملتا تھا، کبھی لیٹے، پانچ منٹ بعد خود اٹھ گئے، جیل سے رہا ہونے کے بعد نظام الدین آئے، نظام الدین میں مولانا یوسف صاحبؒ خود تراویح پڑھاتے تھے، فرمایا : آپ ہی تراویح پڑھائیں، آپ (حضرت مدنی) کا معمول یہ تھا کہ ایک دفعہ اوّابین میں وہی پارہ پڑھتے، پھر تراویح کی پہلی چار رکعتوں میں سامع وہی پارہ پڑھتا، پھر آپ بقایا سولہ (۱۶) رکعت میں وہی پارہ پڑھتے۔ پھر تہجد میں جماعت کے ساتھ وہی پارہ پڑھتے۔

★... جب آدمی کسی عمل میں تھک کر چور چور ہو جاتا ہے تو وہ سر سے پاؤں تک سراپا دعا بن جاتا ہے۔

★... تعلیم حضور ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے ہے، جب تعلیم میں حدیث پڑھو تو پڑھنے والا خود ہی اس کا خلاصہ کر دے، مثلاً جو پانچ وقت کی نماز پڑھے گا اللہ پاک اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے ایک دفعہ یہ فرمایا

کہ میں یہ تو نہیں کہتا کہ فائدہ نہ پڑھو مگر اصل حدیث کو جتنی دفعہ پڑھو گے اللہ پاک تمہارے اندر سے معصیت کا جذبہ نکال دیں گے۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ تنہائی میں فضائل اعمال کی احادیث کو بار بار پڑھتے اور وعدہ کی حدیث پڑھتے وقت ایسی شکل بناتے تھے کہ خوشی ہوئی۔ وعید پڑھتے تو ایسی شکل بناتے گویا ڈر گئے۔

★... مولانا علی میاں کے سامنے میں نے حضرت رائے پوریؒ سے پوچھا کہ ''آپ ﷺ کو پیدا نہ کیا ہوتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتے۔'' اس حدیث کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا صحیح ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے کائنات کو اپنی پہچان کے لیے بنایا، سب سے زیادہ پہچاننے والے حضور ﷺ تھے۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ جب بیان فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ کچھ دیکھ کر کہہ رہے ہیں۔ مولانا الیاس صاحبؒ کی بات عقل کی تھی ہی نہیں، وہ جو فرماتے جاتے، دلوں میں یقین اترتا چلا جاتا، ایسے فرماتے کہ جوں ہی کسی آدمی نے اللہ کے راستہ میں نکلنے کا ارادہ کیا اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوگئی۔

★... اس امت کے تمام فتنے نقل وحرکت سے ختم ہوں گے۔ اس امت کی حیات ہی نقل وحرکت کے ساتھ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ''اگر میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ نہ کرتا تو مدینہ آگ کی بھٹی بن جاتا۔'' مجھے جنرل حق نواز صاحب نے فرمایا کہ عبدالوہاب اس طرح کام کرنا کہ تیرے بغیر بھی کام چلتا رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے سو جوانوں کے مقابلہ میں ایک بوڑھے کی ضرورت ہے۔

★... سارے عالم میں حضور ﷺ والے درد وغم کو عام کرنا ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو تعلق اللہ کو اپنے بندوں سے ہے میں نے اللہ سے وہ تعلق مانگا ہے۔ مولانا الیاس صاحبؒ کے ہاں ہمیں یہ محسوس ہوتا تھا کہ اللہ کی عظمت ان کے دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ یہ بات کہیں نہیں دیکھی۔

★... یہ دعوت اہل باطل کا بھیجا نکال دے گی، اگر ہم ان کی دل سے خیر خواہی چاہیں گے اور ان کی طرف سے ناگواریوں پر صبر کریں گے جیسے حضور ﷺ کو حکم ہوا: **فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل**۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے قدموں میں ڈال دے گا۔

★... یقینوں کو ٹھیک کیے بغیر یہ اعمال ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ یقین جو ٹھیک ہوگا ٹھیک بولنے سے، ٹھیک سننے سے، ٹھیک سوچنے سے اور دعا مانگنے سے۔

★... یہ ایسی محنت ہے جو بغیر پیسہ کے ہو سکتی ہے۔ عورتیں بھی یہ محنت کر سکتی ہیں، دین چمکنے کا محنت سے، اس کام کے لیے عزم کی ضرورت ہے۔ ایک آدمی کے پاس دو پیسے نہیں لیکن وہ سارے عالم میں دین کے زندہ کرنے کے لیے تیار ہے، اللہ پاک اس کے ساتھ ہے۔

★... اللہ نے حضور ﷺ کو اکیلا نہیں بھیجا۔ اللہ نے امت بنائی ہے۔ یہ محنت امت بنانے کی ہے۔ اب امت کیسے بنے گی۔ جب امت کے سارے جذبات ختم ہو جائیں، جی چاہیاں ختم ہو جائیں۔ ایک جذبہ باقی رہے کہ دین کو ساری دنیا میں لانا ہے۔

★... اللہ کے ہاں تو پیاس پسند ہے، طلب پسند ہے۔ جب تک طلب پوری نہ ہو سجدہ سے سر نہ اٹھاویں، جیسے بچہ ماں سے چمٹ جاتا ہے اور لے کر رہتا ہے ایسے اللہ سے رو رو کر مانگیں۔ یہ ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر گزارا نہیں۔ اپنے آپ کو مت دیکھو۔ یا اللہ ہمارے اندر جو کمیاں ہیں تو ہی پوری فرما۔ سارے عالم کے انسانوں کے دل تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو ہی مخلوق پر رحم فرما۔ بے شک جس طرح تو نے نبی ﷺ کی محنت کو ذریعہ بنایا اسی طرح ہم بھی محنت کریں گے تو ہدایت آئے گی۔ مگر اے اللہ تو ہماری محنت کا انتظار نہ فرما۔ سجدہ میں گر کر کہو کہ یا اللہ ہمارے عزم میں جو کمی ہے تو ہی پوری فرما دے۔

★... دعوت داعی کے درد کا نام ہے۔

★... یہ کام کھانے پینے سے زیادہ عزیز ہو، اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو، اپنی عزت سے زیادہ عزیز ہو۔

★... ملکوں کے لیے ایسے لوگوں کو تیار کیا جائے جن کے اندر بے چینی ہو کہ ہمیں سب کی نگاہ مخلوق سے ہٹا کر اللہ کی طرف لگانی ہے۔

★... نماز کی مشق کرتے ہوئے اگر دھیان کہیں چلا گیا تو سلام کے بعد پھر پڑھو، پھر چلا گیا پھر پڑھو۔ جب تک کامل دھیان شروع سے آخر جم نہ جائے، پڑھتے رہو۔ زبان سے جو پڑھو، کانوں سے سنو اور نگاہ کو قابو میں رکھو تو بہت سا مسئلہ قابو میں آجائے گا۔

★... رحیم یار خاں والے آڑھت کرتے ہیں اور تبلیغ کو وقت دے کر احسان سمجھتے ہیں کوئی ضرورت نہیں تمہاری تبلیغ کو۔ جواذان سن کر مسجد نہیں آتا اس کا پتہ کٹ گیا۔

★... رحیم یار خاں والوں کے دلوں میں تو دنیا گھسی ہوئی ہے تہجد پڑھ کر بھی اللہ سے اللہ نہیں مانگتے دنیا مانگتے ہیں اللہ سے اللہ کا غیر مانگتے ہیں۔

★... لوگوں کے دلوں میں مادہ ہے اگر بیٹی کی شادی کرنی ہو تو یہ نہیں دیکھتے کہ اس لڑکے کا کتنا اللہ سے تعلق ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں اس کی کتنی دکانیں، فیکٹریاں ہیں۔

★... رحیم یار خاں کا صوفی نذیر احمد سال کی جماعت لے کر گیا اور کہا کہ جب تک سال کی جماعت نہ دو گے ہم سفر شروع نہ کریں گے پہلے سال کی جماعتیں نکالیں پھر سفر شروع کیا (فورٹ عباس سے ڈیرہ غازی خاں) میں نے مشورے والوں سے کہا کہ یہ طے کر دو کہ سال کی جماعتیں اپنے نکتہ آغاز سے پہلے سال کی نقد جماعتیں نکالیں پھر سفر شروع کریں۔

★... بہاولپور والوں کو ان کی جزوی دین داری نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

★... سیالکوٹ والوں پر ہم کو رحم آنا چاہیے تھا کہ جس کھیل کود کو حضرت محمد ﷺ ختم کرنے

کے لیے تشریف لائے یہ سیالکوٹ والے تمام عالم میں کھیلوں کا سامان پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ سیالکوٹ والے روئیں کہ اللہ کے غیر کے تاثر سے زندگی گزار رہے ہیں۔

★... کراچی اللہ کے غیر کے تاثر سے بھرا پڑا ہے اس لیے تمام پٹھان کراچی بھاگے جا رہے ہیں۔ کراچی والے روئیں کہ اللہ کے غیر کے تاثر سے زندگی گزار رہے ہیں۔

★... (جب بالاکوٹ کا مشہور زلزلہ آیا) کراچی والوں کے پاس جاؤ انہیں کہو کہ توبہ کریں کراچی کا تو ایک ایک فلیٹ بلڈنگ پورا محلہ ہے سارے لوگ یہ دعا پڑھیں۔

وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم (الانبیاء)

★... سندھ والوں کو سمجھاؤ کہ تم بہت قیمتی ہو اللہ کا شکر ادا کرو کہ تم کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کام والی نسبت مل گئی۔ مالدار ہونا کوئی بات نہیں مال والے آخرت میں پھنس جائیں گے۔

★... رحیم یار خاں والے سیاسی لوگ ہیں سیاست سے کام بنتا سمجھتے ہیں۔ عورتیں بھی دیکھتی ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی کہاں کریں؟ اس کی کتنی زمینیں ہیں؟ آمدنی کے راستے کیا ہیں؟ یہ نہیں دیکھیں گی کہ وہ لڑکا اللہ کے ساتھ تعلق بنانے میں کتنا لگا ہوا ہے اور اللہ کے ساتھ کتنا قریب ہے۔

★... تہجد پڑھتے ہیں مگر اندر میں مال کا یقین بھرا ہوا ہے اسباب سے کام بننے کا یقین ہے اللہ سے کام بننے کا یقین نہیں ہمیں وہ عمل کرنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس حال میں کیا کیا ہم وہ کریں گے۔ ہمارا مقصود صرف اللہ کے ساتھ ہے۔ ہر آن، ہر گھڑی دیکھے سوچے کہ میں اللہ کے کیسے قریب ہو جاؤں۔

★... طے شدہ امور مشورہ کی تطبیق عملی کے لیے تہجد میں اٹھنے اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔

★... اللہ کے ساتھ تعلق ہوگا تو کیفیات بنتی چلی جاویں گی اور دوسروں کو یہ کیفیات محسوس بھی ہوں گی۔

★... جو اللہ کی ذات سے متاثر ہو کا بات کرتے ہوئے نہ اس کی زبان تھکے گی نہ دل ودماغ تھکے گا۔

★... کسی نے حضرت جیؒ سے پوچھا کہ اسلام کی خاطر جہاد مدافعانہ تھا یا جارحانہ؟ تو فرمایا کہ نہ مدافعانہ تھا نہ جارحانہ بلکہ داعیانہ تھا ہر جہاد کی بنیاد دعوت تھی۔

★... خروج کی صورت (زمانہ) میں گھروں سے رابطہ خیانت ہے اس سے کام کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

★... بہت اچھا بیان تھا بہت اثر ہوا خاک اثر ہوا۔ کیا زندگی کا رخ بدلا یا نہیں؟ اگر کوئی دکان پر آئے اور کہے کہ بہت اچھا مال ہے بہت اچھا مال ہے مگر خریدے نہیں تو کیا فائدہ!

★... حضرت جیؒ کو دوسری مرتبہ حج پر جانے کے لیے مجبور کیا گیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک ایک مرتبہ حج کافی ہے دوسری مرتبہ رقم کا اس مد پر خرچ کرنا مناسب نہیں اس امانت کو انسانوں کی ہدایت اور دین کے تقاضوں پر خرچ کرنا ضروری ہے۔

★... انسان ولایت کے جس مقام پر پہنچ جائے اس راہ کی سوچ اس سے قیمتی واصل ہے۔

★... جتنا اپنے آپ سے کچھ نہ ہونے اور اللہ سے ہونے کا یقین دل میں اترتا چلا جائے گا اسی قدر اس سے کام لیا جائے گا۔

★... پہلی دفعہ نظام الدین مرکز جب حاضری ہوئی تو مولانا الیاسؒ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ سورج چاند کے نظام کو بنا کر تھک نہیں گئے بلکہ جتنے چاہیں اور بنا دیں۔

★... ان پڑھوں سے بیان کروانے پر بعض علماء نے طعن کیا تو مولانا الیاسؒ نے فرمایا کہ ہم تو ان پڑھوں سے بھی بیان کروائیں گے کیونکہ ہم نے سب کو کام والا بنانا ہے سب کو کام سمجھانا ہے"۔

★... ستر ایسے لباس کو کہتے ہیں جسے پہن کر جسم کا کوئی بھی حصہ معلوم ومحسوس نہ ہو سکول کالج والے سب ننگے ہیں۔

★... میں نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ تواضع کیا ہے تو فرمایا کہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا۔

★... دوران بیان بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کا دھیان کرے۔

★... لوگوں کی برائیوں کی ٹوہ میں لگے رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت سے محرومی والی بات ہے۔

★... اسلام کی خرابی کی وجہ یہ ہے کہ فضائل پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں تم بیٹھ کر لکھو گے لوگ لیٹ کر عمل کریں گے (مولانا الیاسؒ صاحب)

★... حضرت جیؒ مولانا الیاسؒ جس گاڑی، بس یا اڈے کو دیکھتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ! اس کو تبلیغ کی گاڑی بنا دے، تبلیغ کا اڈا بنا دے' اللہ نے ایسا کر دیا۔

★... ایسے ہی جب تم نکلو تو دل ہی دل میں دعا مانگو کہ اے اللہ اس بستی کو اس بازار کو حضور علیہ السلام کے کام والا بنا دے، درد والی بنا دے، جس پر نظر پڑے اس کے لیے دعا کرو گمان بہت کام کرتا ہے۔

★... نبی ﷺ میں اللہ کی مرضی زندہ کرنے کی طلب اور بے قراری ہوتی ہے وہی بے قراری امت میں آئے ایسا رنگ چڑھے کہ تمام رنگ اتر جائیں۔

★... جس کام کی بنیاد شعائر پر ہو گی وہ کام پائیدار ہو گا "شعائر" اسے کہتے ہیں جس کے نام پر ابھارا جائے۔

★... صحابہ ؓ کی سیرت نرم نرم گدوں پر بیٹھ کر پڑھنے سے کہاں وہ نور ملے گا اور کہاں وہ مجاہدے سمجھ میں آئیں گے۔

★... کان کی عیاشی شروع ہو گئی بیان سننے کا شوق کہ عبدالوہاب کا بیان ہے۔

★... لمبے بیان ہوں اور سجدے مختصر ہوں یہ علامات قیامت ہیں۔

★... جس نے مرکز میں رہنا ہے وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلے ورنہ بستر گول کرے حضرت جی مولانا یوسفؒ صاحب نے فرمایا تھا۔

★... مخلوق کے غم میں رونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے مت رویا کرو (حضرت

جیؒ کی اپنی بیوی کو وصیت)

★... مشین کہاں انجینئر کی ذہانت سوچ سکتی ہے اور مخلوق کہاں خالق کی صفات کو سوچ سکتی ہے۔

★... نبوت نے محنت کی اور محنت کروائی۔

★... اپنے دل، دماغ اور روح کو ہر طرف سے کاٹ کر اللہ سے ہونے کے تذکروں میں لگاؤ جو زبان سے اللہ سے ہونے کا کہے وہ دل سے بھی تصدیق کرے۔

★... علماء تو سکیموں میں پڑے رہتے ہیں مجمع میں شوق ہی نہیں روحانی ترقی کا۔

★... مولوی جمشیدؒ سے کہا کہ دعا کچھ نہیں کر سکتی جب تک طلب نہ ہو اللہ کے ہاں طلب کی قدر ہے۔

★... حضرت جی مولانا یوسفؒ صاحب کا پرانے اور نئے مجمع میں ایک ہی بات رکھنا میرا اعتراض (عرض) کرنا تو فرمایا کہ ہم اپنی بات سے نیچے نہ آویں گے۔ ہاں تم لوگ بعد میں نئے لوگوں کو لے کر سمجھاؤ۔

★... انہوں (طلباء) نے رائے ونڈ کے پڑھنے کو اصل سمجھ لیا کسی بھی سطح پر آدمی مطمئن نہ ہو۔

★... جس پر اللہ کی نگاہ ہو جائے تو اس کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے امتحان بھی شروع ہو جاتا ہے جان کی بازی لگانا پڑتی ہے طعن و تشنیع برداشت کرنا پڑتی ہے عزیمت پر چلنا پڑتا ہے۔

★... نگاہ نبوت والی بنتی جائے ہر کسی کی کوتاہی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے والا بنے اور ہر خوبی کامیابی کو اللہ کی طرف منسوب کرنے والا بنتا چلا جائے۔

★... ہم اس جگہ پہنچنا چاہتے ہیں جہاں صحابہؓ حضور علیہ السلام کے فیض صحبت کی وجہ سے پہنچے۔

★... جو اپنے محسنوں کو بھول جاتا ہے تو ان کی صفات سے محروم ہو جاتا ہے (مولانا

الیاسؒ صاحب)۔

★... جو دعا کے ساتھ کسی کی مدد کرے گا وہ اس کے اجر میں شریک ہوگا م(ولانا الیاس صاحبؒ)۔

★... کتنی شرم کی بات ہے مرکز کے گرد دکانیں بھری ہوئی ہوں اور مرکز خالی ہو۔

★... مولوی جمشید تین چلہ کی جماعت کا پوچھتا ہے حالانکہ یہ پوچھے کہ کتنے لوگوں کو تم نے حضور علیہ السلام والے مقصد پر اللہ کے لیے جان دینے کو تیار کیا ہے؟

★... کم قسمتی سے ہماری ضرورت اللہ کے غیر کو حاصل کرنا بنا ہوا ہے اللہ ہمارا مقصود ہو جائے ہم اس سطح پر نہیں آئے۔

★... بیان کرنا اصل نہیں اگر کمی وخامیوں کو بیان کرو گے تو تم انتشار پیدا کرو گے۔

★... عورتیں مردوں سے کہیں کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں اگر تم نے حضور علیہ السلام والے کام کو اپنا کام نہیں بنایا۔

★... دیندار وہ ہے جو دین کی تمام ضرورتوں کو پورا کرے مدرسے والے ہیں مگر (مکمل) دیندار نہیں۔

★... رحیم یارخاں والے دین سے اپنا چاہنا پورا کرنا چاہتے ہیں، رحیم یارخاں، صادق آباد خانپور والے ان سب کا کام کا ارادہ ہی نہیں کہ سب سے تعلق توڑ کر اللہ سے جوڑ لیں۔

★... مدرسے والے بھی وہاں مدرسہ کھولیں گے جہاں سے انہیں اپنی ضرورتیں پوری ہوتی نظر آئیں سب مادے کے تاثر سے چل رہے ایسی صورت میں اللہ سے تعلق ٹوٹتا جائے گا۔

★... اسلام انسانوں کے ذریعے نہیں آتا۔ اسلام ایک نعمت ہے اس پر چلنے کی توفیق اللہ اسے دیتا ہے جو اللہ سے ہونے کا یقین رکھتا ہے مادے سے ہونے کا نہیں۔

★... یورپ کے آخری سفر میں ہر جگہ ہر ملک میں مجمع سے فرمایا۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ

ان چوڑے چماروں کے پاس پیسے کمانے کے لیے آئے۔ اپنے فائدے کو دیکھا ان کے فائدے کو نہیں دیکھا۔ تمھیں ان پر رحم نہ آیا کہ مرتے ہی ۹۹ سانپ ان پر مسلط ہو جائیں گے۔ قبر آگ سے بھر جائے گی۔

★... امریکہ، کینیڈا والوں نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ تو فرمایا تمہارے بت کو توڑنے آئے ہیں۔ ملک و مال کا بت جو تم نے بنا رکھا ہے کہ ان سے کام بنتا ہے اسے توڑنا ہے۔

★... جتنی محنت کی سطح اونچی ہوگی اتنی ہی ہدایت کی سطح اونچی ہوگی اور جتنی ہدایت کی سطح بلند ہوگی اتنا ہی اللہ پاک سارے عالم میں ہدایت کے فیصلے فرمائیں گے۔

★... یہ کام حضور ﷺ کا بدل ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کے زمانے میں جس طرح رحمتیں اور مدد اس امت پر آتی تھیں اسی طرح جو اس کام کو کرے گا اس کے ساتھ بھی ویسی ہی رحمتیں اور مدد ہوگی۔

★... مولانا الیاسؒ فرماتے تھے کہ جب کوئی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے تو جو اس کے پیچھے کاروبار کو سنبھالے گا یا اس کی دیکھ بھال کرے اللہ اس کے کاروبار سنبھالنے والے کو اتنا ہی ثواب دے گا جتنا کہ اللہ کے راستے میں نکلنے والے کو دیتا ہے جو حضور ﷺ کے مقصد کو اپنا مقصد بنائے گا وہ گھر میں بھی یہی فکر کرے گا کہ تمام عالم کے انسان دوزخ سے کیسے بچ جائیں۔

★... جو اپنے آپ کو جتنا ذمہ دار سمجھے گا اللہ تعالیٰ اس کی ذمہ داری کے بقدر اسے سمجھائیں گے اور اس کو دین کی اتنی ہی سمجھ دے گا جو اپنے آپ کو ایک ملک کا ذمہ دار سمجھے گا اللہ تعالیٰ اسے ایک ملک کے بقدر سمجھ دیں گے جو پوری دنیا کا اپنی آپ کو ذمہ دار سمجھے گا اسے اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے مطابق بقدر سمجھ دیں گے۔

★... مولانا الیاسؒ یا مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے جو سارے عالم کو سامنے رکھ کر دعوت دے گا اور سارے عالم کی طرف سے اپنے آپ کو بھیجا ہوا سمجھے گا تو یہ شخص جس

ملک میں جائے گا تو وہاں کے بڑے لوگ اس کی نصرت کے لیے مل جائیں گے اور نصرت کرنے کے لیے آئیں گے۔

★... ایک بزرگ تھے ان کے گھر فاقہ آجاتا تو بچے بڑے کہتے شیخ جی آگئے شیخ جی آگئے پھر کچھ دنوں کے بعد ان کے ہاں فاقہ ختم ہوتا پھر کوئی نہیں کہتا تھا کہ شیخ جی آگئے گویا فاقے کے آنے کو شیخ جی کہتے تھے اسی طرح جب ان کے گھر میں فاقہ آیا تو پھر کہنے لگے شیخ جی آگئے خوش ہوتے تھے پہلے زمانے کے لوگ اللہ والے لوگ اپنے بچوں کو حاجت آنے پر ضرورت آنے پر مصیبت آنے پر صبر سکھاتے تھے آج ہم لوگ اپنے بچوں کو ضرورتوں کو پورا کرنا سکھاتے ہیں ضرورتوں پر صبر کرنا نہیں سکھاتے۔

★... خدا تو ان کے دلوں میں آتا ہے جو اپنے آپ کو بے حیثیت سمجھے، قرآن کی تلاوت کرے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے والا ہو کوئی یہ کہے کہ آج اس کا بیان بڑا خوبصورت تھا ایسے ہی بیان ہونا چاہئے یہ نفس ہر آن ہر گھڑی انسان میں کچھ نہ کچھ حیثیت منوانا چاہتا ہے۔

★... عصر کے بعد بیان ہوا مولانا یوسفؒ نے مفتی زین العابدین صاحب کو بیان دیا کسی نے کہا آج بیان بڑا اچھا ہوا کسی نے کہا مفتی صاحب یہ کیا کہہ رہا ہے مفتی صاحب نے کہا میرا بیڑا غرق کرنے کی بات کر رہا ہے۔

★... اسی لیے مولانا یوسفؒ فرماتے تھے بیان کے بعد استغفار کرنا چاہئے ہر عمل کے بعد رو رو کر استغفار کرنا چاہئے آج ہمیں ہر عمل کے بعد رونا نہیں بلکہ فخر آتا ہے۔

★... ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے اثر لیا کہ نہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ میرے اس عمل سے اللہ راضی ہوا کہ نہیں ہوا، ہماری 24 گھنٹے کی زندگی حضور ﷺ والے طریقے پر گزر رہی ہے کہ نہیں مجمع میں تو اثر اللہ پاک ڈالیں گے۔

★... جو کسی دوسرے کی بے اصولی دیکھ کر روئے گا اس کو نبوت کا مزاج حاصل ہوگا۔

★... مولانا یوسفؒ فرماتے تھے جو دین کی محنت کر رہے ہیں تو یہ ان لوگوں سے جو دین کی محنت نہیں کر رہے اپنے کو اچھا سمجھتے ہیں تو اللہ کے ہاں ان کی محنت مردود ہو جاتی ہے قبول نہیں ہوتی بلکہ کہنا چاہئے یا اللہ جس محنت کے لیے آپ نے ہمیں بھیجا ہے جس طریقے سے اس محنت کو کرنے کا حق تھا وہ مجھ سے ادا نہ ہو سکا تو مجھے معاف کر دے بس ہر وقت ہم پر اپنا گندہ پن ظاہر ہو۔

★... ہمیں مشورہ منوانے کی نیت سے نہیں دینا چاہئے بلکہ ماننے کی نیت سے دینا چاہئے یعنی جو مشورہ میں طے ہو جائے میں اسے مانوں گا۔

★... مشورے میں تمام ساتھیوں کا ذہن ایک ہونا چاہئے مشورہ حکم نہیں ہے ہم ایک سفر پر روانہ ہونے والے تھے کہ مولانا یوسف صاحبؒ کو بخار ہو گیا مولانا عبید اللہ کا آپس میں اختلاف ہو گیا مولانا یوسف صاحبؒ لیٹے تھے، مولانا یوسفؒ نے فرمایا آج نہیں جائیں گے مولانا عبید اللہ نے کہا کہ میں تو آج ہی جاؤں گا ہم سب آپس میں بیٹھے ہوئے تھے مولانا یوسف صاحبؒ اپنی چار پائی سے نیچے آ گئے اور مولانا انعام الحسنؒ کے ساتھ مل کر دونوں مولانا عبید اللہ کی منت خوشامد کرنے لگے کہ بھائی مشورے میں طے ہو گیا ہے مان لو ماننے میں خیر ہے اس لیے مشورہ حکم نہیں ہے اگر کوئی مشورہ سے راضی نہ ہو تو اس کی منت خوشامد کر کے راضی کر لو۔

★... مولانا یوسفؒ فرماتے تھے ہم شخصیت کو دیکھ کر نہیں چلا کرتے بلکہ ہم تو امر کو دیکھ کر چلا کرتے ہیں لاہور میں عبدالخالق صاحب ریٹائرڈ ہو گئے اسے وہ میرے پاس لائے اور کہا یہ بہت کام کرے گا یہ کرے گا وہ کرے گا میں نے کہا کوئی کچھ کام نہیں کرتا بلکہ کام تو اللہ پاک کرواتے ہیں ہمارے تبلیغ کے کام میں کام اشخاص نہیں کیا کرتے بلکہ جماعت میں ساتھی جاتے ہیں کام تو اللہ پاک کرواتے ہیں اللہ پاک کی مرضی ہے کہ وہ کام میں جس کو آگے کر دے۔

★... ایک بزرگ دنیا سے جا رہے تھے اور جانے سے پہلے فرما گئے کہ تم سب مولانا

الیاسؒ کی کمائی کھار ہے ہو تم میں وہ صفات نہیں ہیں اس کام کے بارے میں کہ تم کام کے قابل بن سکو تم ساروں میں جو میں میں بھری ہوئی ہے اللہ تعالیٰ معاف کرے مجھ میں اور تمام پاکستان کے شوریٰ میں، میں بھری ہوئی ہے۔

★... مولانا الیاسؒ فرماتے تھے کہ صحابہ کرام جان دینے کے اسباب ڈھونڈتے تھے جان بچانے کے اسباب نہیں ڈھونڈتے تھے۔

★... انبیاء اشخاص کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ اعمال کی دعوت دیتے تھے۔

★... لا الہ الا اللہ یہ تمام اللہ کے غیر پر جھاڑ و پھیرتا ہے کسی سے کچھ نہیں ہوتا ہے جب کسی ڈراونی چیز کو دیکھو تو صرف یہ کہو اسے اللہ پاک نے پیدا کیا ہے تو اللہ فوراً اس کے خوف سے تمہیں محفوظ کرلیں گے اس کی ہیبت تم سے ہٹ جائے گی اور اس چیز کا تاثر تم سے ختم ہو جائے گا۔

★... حضور ﷺ کے کشتوں کے آثار مکہ کی گلیوں میں اب بھی موجود ہیں۔

★... ہمارے دل میں سب سے بڑا کھوٹ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ میرے اس عمل سے اس بیان سے اس دعوت سے لوگوں پر کیا اثر ہوا یہ نہیں دیکھتے کہ میرے اس عمل سے اللہ پاک خوش ہوا کہ نہیں ہوا۔ اللہ رب العزت خالق ہیں ہر چیز کے اور احوال کے یہ دعوت اتنی طاقتور دعوت ہے جتنا جتنا ہم اسے بولیں گے تو باطل کی چادر پھٹتی جائے گی۔

★... ہم اذان کہتے ہیں تو جہاں جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے شیطان اتنا ہی دور بھاگتا ہے وہاں انڈیا میں ان کے مندر کے نزدیک مسجد تھی ادھر ہم اذان دیتے تھے تو ان کے پنڈت آگئے اور کہا تم یہ اذان نہ دیا کرو ہم نے کہا کیوں تو انہوں نے کہا کہ جب تم اذان دیتے ہو تو ہمارے دیوتا بھاگ جاتے ہیں دیوتا کون ہے شیطان ہے کہ وہ اثر جو مندر میں اذان سے پہلے ہوا کرتا ہے اذان کے وقت وہ اثر نہیں ہوتا۔

★ ... مولانا انعام الحسنؒ فرماتے تھے کہ تم جذبات سے کام مت کرو اللہ پاک نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو پیدا کیا تو یہ ہمیں سمجھانے کے لیے کیا اللہ پاک زمین و آسمان پیدا کرنے میں تھکا نہیں اللہ پاک ایک دن میں کیا بلکہ ایک منٹ میں سب کچھ پیدا کر سکتے تھے چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہمیں سمجھانے کے لیے کہ میں نے بھی زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے اس لیے تم جذبات سے کام نہ لو۔

★ ... آدمی اپنے آپ کو اللہ کے چاہنے کے مقابلے میں ڈال دے جس طرح اللہ چاہے آدمی ویسا ہی بن جائے تو ساری چیزیں اس کی طرف متوجہ ہوں گی۔

★ ... متقی وہ ہے کہ اللہ کے سامنے کسی چیز کو نہ رکھے پھر اللہ پاک بھی اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کسی چیز کو سامنے نہ رکھے گا۔

★ ... جیسے تم نے مری ہوئے مخلوق سے نہ ہونے کو طے کیا ہوا ہے اسی طرح ایسے ہی اللہ کے ہاں زندہ مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اب تم کہو عمدہ بھینس ہے دس من دودھ دیتی ہے مگر مری ہوئی ہے، مری ہوئی بھینس کو کون خریدے گا جیسے تم اس کے مرے ہوئے کا پکا یقین ہے اسی طرح اللہ خالق ایک ہی ہے زمین و آسمان تمام مخلوق سے نہ ہونے کا یقین دل میں لاؤ ان سب کے بغیر اللہ سے ہونے کا یقین دل میں لاؤ۔

★ ... حضور ﷺ کے زمانے میں لوگ نماز سے پہلے اور بعد میں بیٹھے رہتے تھے آج ہماری مسجدوں میں صرف نماز رہ گئی ہے حضور ﷺ کے زمانے کے بعد 200 ڈھائی سو سال ایسا ہی رہا ہے مسجدیں ہر وقت آباد رہتی تھیں ایمان کے تذکرے ذکر تسبیحات ہوتی تھیں پھر اعلان ہوتا تھا کہ اب یہ عمل ہوگا گھر سے جب صحابہ کرام آتے تو بیوی کہتی تھی کب آؤ گے یہ کہتے تھے کچھ پتہ نہیں۔

★ ... پوری پبلک خراب نہیں ہے ان کے سرغنے خراب ہیں یہ سرغنے ان کو خراب کرتے ہیں اپنی دعاؤں سے ان سرغنوں کو ٹھیک کراؤ اور ہر دعا والے خدا کی جماعت ہیں اب اپنی دعا کے ذریعے خدا کی جماعت میں حصہ لے لو۔

★... بیان ایسے ساتھی کو دینا چاہئے جو لوگوں کو اعمال کے ذریعے اللہ سے لینے کے لیے تیار کر سکے۔

★... مشورہ میں ان کو بٹھانا چاہئے جو اللہ پر اپنی جان اپنا مال اپنا کاروبار اپنے بیوی بچے قربان کر سکے اور جو یہ کہے کہ تبلیغ بھی کرنی ہے اور مال بھی کمانا ہے ایسے لوگ ہمارے مشورے میں بیٹھنے کے قابل نہیں آپ ان کو مشورے سے نکال تو نہیں سکتے ایسوں کے لیے دعا شروع کرو۔

★... جس کو دعوت دے رہے ہو اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لیے ان کے پاس پیسے ہیں تو وہ جا سکتا ہے اور جس کے پاس پیسے نہیں وہ نہیں جا سکتا ایسا بالکل مت کریں ہر شخص جا سکتا ہے خود بھی اس کے لیے دعائیں کریں اور اس کو بھی دعاؤں پر ڈالیں یقین بننے کی جگہ دل ہے۔

★... شب جمعہ میں تقاضا پورا نہ ہو تو سب مشورے والے بیٹھ کر سوچیں کہ یہ تقاضا کیسے پورا ہوگا اور جس جگہ یا کس بستی سے پورا ہوگا۔

★... جو خدا سے ہی حاجتوں کا آنا اسی سے حاجتوں کا پورا ہونا سمجھے گا تو وہ قبر کے سوالوں کا جواب دے سکے گا۔

★... لوگ جماعت والوں سے کہتے ہیں خالی کلمہ نماز سے کیا ہوگا کچھ اقتصادیات ہوں، کچھ سیاسیات ہوں ارے لوگو تمہیں معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل صرف نماز سے چمکے یورپ اور عیسائیوں کے سائے میں قوم کی گرمی میں تیار ہونے والے دماغ اپنے دماغ کا آپریشن کروا اپنے دماغ سے شرک کے کپڑے نکال دے اگر نماز بن گئی تو دنیا کی سائنس مکڑی کے جالے کی طرح ٹوٹ جائے گی۔ نماز کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیئے، نماز کی باہر کی طاقت سے نماز کی اندرونی طاقت بہت زیادہ ہے۔

★... اس غلط یقین کی وجہ سے ہر اسلامی ملک یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہے بلکہ ہر

ملک کا یہی حال ہے کہ مسائل کا ذریعہ نماز کو نہیں سمجھتے جب نماز سے ملنے کا یقین نہیں تو باقی اعمال سے کیسے ہوگا ہماری پھسلن یہی ہے کہ ہم اعمال سے لینے والے نہ رہے نہ اس کا یقین رہا بدر کے واقعے اور سارے عمل یقین کی بنیاد پر کئے آج یقین نبی والا نہیں انہوں نے بھوک میں خدا سے مانگ کر روٹی کھائی تھی یہ یقین آج ذاکر وشاکر کے پاس تک نہیں اس لیے حضرت کے ہاں ذاکر وشاکر پر زور نہیں تھا بلکہ یقین پر تھا۔

★... ہمارا محنت کو سمجھانے کا مقصد یہ ہے کہ تم توکل کر کے دعا والے بن جاؤ، پیسے لے کر دعا کرنے سے اس دعا کی عبادت کی جان نکل جاتی ہے دنیا والوں نے اس دعا والے کو بھی اپنے ساتھ کرلیا اب دعا والے کے ذہن میں آئے گا کہ میں اس کے لیے دعا کروں گا تو اس سے پیسے لوں گا یہ پیسے دے گا تو پیسے لینے سے اس کی دعا کی طاقت ختم ہو جائے گی اے دنیا پہ محنت کرنے والو تم نے دعاؤں والوں کو بھی دعا والا نہ چھوڑا اور نہ رہنے دیا۔

★... ہر ایک کے پاس دعا کی طاقت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسروں سے دعا کراتے دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دعا کراتے دعا تو کلمہ اور نماز کی محنت کا انعام ہے۔

★... مولانا یوسفؒ فرماتے تھے جب تعلیم کے حلقے میں بیٹھو تو سوچو کہ اللہ ہمیں دیکھ کر کتنا خوش ہو رہا ہوگا اور خوب دعائیں کریں یا اللہ میرے اندر جس گندگی کی وجہ سے میرا تیرے ساتھ جو تعلق نہیں جڑ رہا یا اللہ میری اس گندگی کو دور فرما یا اللہ تو پاک ہے اور اتنا پاک ہے اتنا پاک ہے کہ تیری پاکی کی کوئی حد نہیں اور میں ناپاک ہوں اور اتنا ناپاک ہوں اتنا ناپاک ہوں کہ میری ناپاکی کی کوئی حد نہیں اے پاک ذات تو مجھے پاک کردے۔

★... بستی یا محلے میں داخل ہونے سے پہلے کی نیت یہ ہو یا اللہ آپ جو تبدیلیاں حضور ﷺ کے ذریعے لانا چاہتے تھے یا اللہ ہمارے ذریعے ان تبدیلیوں کو لا۔ یا اللہ آپ نے جس طرح حضور ﷺ اور صحابہ سے کام لیا یا اللہ اسی طرح ہم سے بھی اس کام کو لے یا اللہ جس طرح آپ نے صحابہ کے ذریعہ سے غلط یقینوں کو ختم کیا یا اللہ اسی طرح ہمارے ذریعے سے بھی غلط یقینوں کو ختم کروا۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے اوروں سے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا اتنا آسان کام نہیں ہے اللہ سے مانگو اللہ مجھے یہ کیفیت عطا فرما اور ایک وقت نکال کر آپس میں دعوت چلاؤ اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھو ایسا نہ کہو کہ میں ایسا کروں گا ایسے کہو کہ ہم ان شاء اللہ ایسا کریں گے۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بخشش کا معاملہ نہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ صحابہ کی صف میں کھڑے ہوں گے کہ نہیں ہوں گے۔

★... جو مخلوق سے مانگتا ہے وہ فقیر نہیں ہے بلکہ فقیر تو وہ ہے جو اپنے حالات کا تذکرہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے کرے کسی اور کے سامنے نہ کرے اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے کسی اور سے نہ مانگے یہ فقیر ہیں۔

★... قاسم نانوتویؒ پر گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا وہ تین دن تک چھپے رہے تین دن بعد باہر نکلنے لگے کسی نے پوچھا آپ کیوں نکل رہے ہو فرمایا حضور ﷺ سے تین دن تک چھپنا ثابت ہے اس سے آگے ثابت نہیں۔

★... میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جو رائے ونڈ آتے ہیں ان کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملے تب ہی ان کو اللہ یاد آئے گا مقصود تو اللہ پاک کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے کسی شخصیت کے ساتھ تعلق جوڑنا نہیں جب تمہارا تعلق اللہ پاک کے ساتھ جڑ جائے گا اور مخلوق کا تاثر تمہارے دلوں سے نکل جائے گا تو صرف یہاں کے نہیں بلکہ ساری دنیا کے بادشاہ تمہارے قدموں میں ہوں گے۔

★... ابھی تک تم سب اور لاہور والے بھی امتحان دینے کے قابل نہیں اس کے لیے اللہ پاک تمہیں تیار کر رہا ہے اللہ پاک حالات بندے پر اس کی ترقی کے لیے بھیجتے ہیں اس کے تنزل کے لیے نہیں بھیجا کرتے جیسے حالات آجائیں جس نے حال بھیجا ہے اس کے ساتھ چمٹ جاؤ کہ یا اللہ آپ اس وقت کیا چاہتے ہیں یا اللہ میری مدد فرما۔

★... اللہ پاک اپنے بندوں کو ایسے حال میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ بندے کا اللہ پاک کی ذات کے علاوہ کی طرف دھیان نہ جائے اور بندے کو کسی وقت بھی غافل نہیں دیکھنا چاہتے۔

★... اللہ پاک ہر شخص کو ہدایت اس کی جہد کے بقدر عطا فرماتے ہیں جتنی جہد بڑھتی جائے گی اور قربانی بڑھتی چلی جائے گی اللہ پاک کی طرف سے ہدایت اسی بقدر اترتی چلی جائے گی۔

★... ہمیں تو اللہ کے مقرب ترین مقام پر پہنچنا ہے اللہ پاک تو اپنے غیر کی طرف چلنا تو کیا اس کا خیال بھی پسند نہیں کرتے اللہ پاک شہ رگ سے زیادہ قریب ہے مگر وہ شہ رگ کو نہیں دیکھتا بلکہ دل کو دیکھتا ہے کہ تمہارے دل کے اندر کس کی چاہت ہے۔

★... قدرت سے استفادے کے لیے فقیر کا بادشاہ یا بادشاہ کا فقیر بننا ضروری نہیں بنا یا مال داری چھوڑنا یا فقیری چھوڑنا ضروری نہیں بنا یا کیسے بھی ہو کسی شعبے کے بھی ہو اسی طریقے سے زندگی گزار لو قدرت سے فائدہ حاصل کرو گے۔

★... یہ محنت نبی ﷺ والی محنت ہے اس محنت کی اشاعت کی بنیاد اللہ پر یقین کامل اور شامل ہے شک وشبے کے وسواس آتے ہی اللہ پاک ہرگز یہ محنت کسی پر وسواس کی بنیاد پر نہیں کھولتے۔

★... آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت ایسی کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو یہ دل کی آنکھ ہے جب روح اللہ پاک کی ہی حضوری کی مشق ہو جائے تو پھر اللہ پاک

دل کی ایسی نگاہیں کھول دیتے ہیں کہ یہ زمین پر بیٹھے ہوئے دل عرش پر اور عرش والے مرضیات کی طرف دیکھتے ہیں۔

★... مسلمان کی عزت مسلمان کے ہاتھ داؤ پر لگی ہوئی ہے مسلمان تو اس وقت کامل مسلمان بنے گا جب اس میں انسانیت کی ہمدردی کے سوا سارے جذبے ختم ہوجائیں، حضورﷺ فرماتے ہیں مشرکین مکہ سے فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسوں کو معاف کررہے ہیں اور فرماتے ہیں آج تم سب آزاد ہو اور ہم تو ایسے بھی نہ بنے کہ اگر مشورے میں ہماری رائے کے خلاف ساتھی بات کرجائے اسی سے نفرت کرتے ہیں اللہ پاک فرماتے ہیں میرے حبیب ان کی بکواس پر صبر کرو اور ہم تو نیابت نبوت کا اتنا حصہ بھی نہ لے سکے مشورے میں کسی ساتھی سے غلط گفتگو ہوجائے اور اسے معاف کردیں بلکہ انتقام کے نئے نئے طریقے سوچتے ہیں امت اجتماعیت سے ہٹی اور انفرادیت میں ایسے گری کہ گرتی ہی چلی گئی۔

★... اجتماعی روحانیت میں سب سے مشکل چیز دوسروں کو برداشت کرنا ہے آدمی کو ذکر سے روحانیت محسوس ہوتی ہے مگر صبر سے روحانیت اس لیے محسوس نہیں ہوتی کہ یہ اندر سے انتقام کی آگ سے بھرا ہوا ہے بلکہ انتقام کی آگ سے جل کر ختم ہوگیا ہے اللہ پاک کسی کو دل کا اندھا نہ بنائے آمین۔

★... مولانا سعید احمد خانؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شعر پڑھا کرتے تھے

کتنے عقل والے سمجھ والے جوتے چٹخاتے پھر رہے ہیں

انتہائی بے وقوف سرمایہ دار بنے ہوئے ہیں

ہاں اگر تم ایک نظام قائم کرو (ایاک نعبدو ایاک نستعین) اس کو تم قائم کردو تو تم چیزوں کو وجود میں لانے کی کوشش نہ کرو۔

★... اللہ کا حکم پورا کرے گا تو پھر زاری کرے گا اگر حرام کھا کر زاری کرے گا تو زاری قبول نہیں ہوگی جس خاکے سے عبدیت کے خاکے ٹوٹیں گے اس خاکے کو بدلنا

پڑے گا زور والے خاکے سے نکال کر لوگوں کو اللہ سے ہونے والے خاکے پر ڈالنا ہے جن لوگوں کے دلوں میں ظلم ہے جہل ہے ان کے سامنے زاری پیش کرو۔

★... ظاہر میں انسان آنکھ والا دکھائی دیتا ہے۔کان والا دکھائی دیتا ہے، دماغ والا دکھائی دیتا ہے، بولنے والا دکھائی دیتا ہے جب جی چاہی کا پردہ ان پر آجاتا ہے تو یہ آنکھیں جانور والی آنکھیں بن جاتی ہیں، کان جانور والے بن جاتے ہیں، دماغ جانور والا بن جاتا ہے، زبان جانور والی بن جاتی ہے، دل جانور والا بن جاتا ہے، ہاتھ پاؤں جانور سے بھی بدتر بن جاتے ہیں۔اللہ پاک نے تمام انبیاء کو انسانوں کو جی چاہی سے نکالنے کے لیے اور رب چاہی میں داخل کرنے کے لیے بھیجا اگر یہ انسان جی چاہی میں مر گیا تو یہ جی چاہی اس کو دوزخ تک پہنچا دے گی۔

★... حضرت جبرائیلؑ فرشتوں کے سردار ہیں انکے ذمہ اللہ کے حکم کو حضور ﷺ تک پہنچانا اور حضور ﷺ کا کام اللہ کے حکم کو اللہ کے بندوں تک پہنچانا کام دونوں کا ایک ہی ہے مگر حضرت جبرائیلؑ فرشتوں کے سردار انسانیت پر رحم کھا کر ایک ایک کی منت سماجت کرنا جنت کی طرف ان کو بلوانا اور ساری ساری رات ان کے لیے رونا ذمہ نہ تھا، حضور ﷺ کو نبوت ملتے ہی اس رحم کو پہنچانے کے لیے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں اس لیے جبرائیلؑ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں گئے اور انسانیت پر رحم کھانے والا اس سے بھی آگے بڑھتا چلا گیا یہ محض اللہ کا فضل و کرم تھا جو بھی اس کے بندوں کے لیے روئے گا تڑپے گا ان کی ناگواریوں کو برداشت کرتا چلا جائے گا تو اللہ پاک کے قربت میں بڑھتا چلا جائے گا۔

★... دل میں کسی کے لیے میل تک نہ آئے اگرچہ لوگ ہمارے پیچھے باتیں کریں ورنہ اللہ کی توجہ میں ہماری طرف فرق آجائے گا۔

★... جس جماعت کی توجہ دھیان ہر حال میں اللہ کی طرف ہو بستی والے اس کی طرف کھینچ کر آئیں گے جس جماعت نے دودھ وغیرہ کی فکر کی اس سے روح نکل گئی ہر حال

میں یہ دھیان ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

★... لوگوں سے تعلق اللہ کو راضی کرنے کی وجہ سے ہو اس وجہ سے نہ ہو کہ اس کا تعلق میرے ساتھ اچھا ہے اللہ پاک اس کو دیکھتے ہیں کہ اس کے دل میں، میں ہوں یا نہیں زبان قابلیت علاقہ کی وجہ سے محبت اللہ کو ناپسند ہے اللہ کو اپنے غیر کا دھیان بھی ناپسند ہے۔

★... مجمع کو نہ دیکھو یہ دیکھو کہ اس میں ایسے محبت کرنے والے کتنے ہیں جن کی محبت پر اللہ کو ترس آتا ہے ہم لوگوں کو پکڑوانے کے لیے نہیں پیدا ہوئے بلکہ بخشوانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

★... اللہ پاک کے سوا کسی کا خوف نہ ہو اور اللہ پاک کے سوا کسی سے امید نہ ہو ایسوں کو اللہ پاک اپنے دین پر چلنے کی توفیق دیتے ہیں۔

★... داعی کسی کی کمی نہیں نکالتا اپنی کمی نکالتا ہے جیسے حضور ﷺ نے طائف میں اپنی کمی نکالی جو داعی ذکر نہ کرے وہ تو ہاتونی ہے۔

★... تبلیغ کا مقصد اپنے شعبوں کو چھوڑنا نہیں بلکہ اپنے عمل سے غلط یقین، غلط جذبہ کے ہٹانے کی محنت کا نام ہے۔

★... تعلیم میں پوچھا کرو یہ حدیث عمل میں کیسے آئے گی اور پوری امت اس پر کیسے آئے گی صرف سمجھنا مقصود نہیں بلکہ اس سے اثر لینا بھی مقصود ہے اور یہ بولنے سننے اور سوچنے سے پیدا ہوتا ہے۔

★... پریشانیوں کے وقت اگر ہم اعمال کی طرف جائیں تو ہم نبوت کے مزاج پر ہیں اور اگر اسباب کی طرف گئے تو ہم نبوت کے مزاج پر نہیں۔

★... تبلیغ والوں کے مسئلے تبلیغ کے بغیر حل ہو ہی نہیں سکتے ہلکی پھلکی بات ہے اپنے گھروں میں لیٹنا چاہیے اگر سونا ہو مرکزوں کو مستقل ٹھہرنے اور کھانے پینے کی جگہ نہ بنانا اور تبلیغ سے دنیا کا فائدہ حاصل نہ کرنا تبلیغ کی وجہ سے قرض مانگنا سوال ہے۔

★... جس تحریک کی اہل اللہ تائید نہ کریں وہ حق نہیں اگر وہ بظاہر دین کی تحریک ہو یہی تحریک آگے چل کر اس سے فتنے پھیلیں گے۔

★... انسان کسی محنت میں روح اور طاقت اس وقت استعمال نہیں کرتا جب تک محنت سے مطلوبہ نتیجہ کا یقین نہ ہو جس طرح ساری دنیا کے مسلمان مادے کی جدید شکلوں سے متاثر ہیں اور اس تاثر کی وجہ سے حضور ﷺ کی محنت سمجھ نہیں آتی۔ اسی طرح اس محنت میں جزوی اختیار رکھنے والے اس محنت کی روح نہیں پاسکتے اور اس کی روح کی طاقت وصول نہ ہونے کی وجہ سے شک میں رہتے ہیں اور یہ شک ہمارے ساتھیوں میں کمال کے ساتھ ساتھ اشتغال سے مانع ہے۔

★... رواجی اسباب سے آسمانی نظام حرکت میں نہیں آتا، آسمانی نظام چالو کرنے کے لیے ذرائع اور ہیں اس کا رواج سے تعلق نہیں جس میں جتنی رواج والوں کی رعایت ہوگی اس میں اسی قدر نبوت والے ذرائع سے دوری ہوگی اور جتنی دوری ہوگی اسی قدر وہ رحمت ونصرت سے دور ہوگا اور رحمت کی دوری سے کمزور تربیت ہوگی۔

★... دعوت جتنی اللہ کے دھیان والی ہوگی اتنی طاقت کو توڑنے والی ہوگی پہلے تین نمبروں سے خلافت کی استعداد پیدا ہوگی اور چوتھے نمبر میں خلافت والے اعمال ظاہر ہوں گے۔

★... روحانیت انسانیت کو جوڑتی ہے اور مادیت انسانیت کو توڑتی ہے۔

★... اپنے مزاج کی تبدیلی کی مشق کرو نفع پہنچانے کے لیے خدا کو مرکز بناؤ کہ میں کسی کا نفع چاہوں گا یا کسی پر رحم کھاؤں گا خدا مجھ پر رحم کریں گے نفع دینا خدا کے لیے ہو۔

★... پہلی محنت یہی کرنی پڑے گی کہ خدا مقصود کے درجے میں آجائے پیٹ بھرنا بھی راستہ ہے فاقہ بھی راستہ ہے یہ بات نہیں کہ دوکان چلا کر خدا ملتا ہے دوکان مٹنے کے بعد بھی خدا ملتا ہے۔

★... جب فضاء میں کسی چیز کا غلبہ ہوتا ہے تو لوگ اس کے خلاف کے شعور سے بھی

ناواقف ہوتے رہتے ہیں بعض اوقات تو وہ چیز نایاب بن جاتی ہے اس طرح جی جاہی کی فضا کا احسان نہیں ہر شخص جی جاہی کو ہی رب جاہی تصور کئے ہوئے ہے اللہ پاک اپنی جی جاہی جب ظاہر کرتے ہیں جب بندے دل ودماغ میں صرف اسی ذات کو مقصود ومطلوب بنالیتے ہیں اور واقعی اسی ذات کو مسبب حقیقی خیال کرتے ہیں بلکہ ہر شخص رواں رواں اس بات پر آجائے کہ اے اللہ جو آپ کی منشاء ہے وہی کریں گے۔

★... حضور ﷺ کے مجمع میں ایسے بھی تھے جو اکیلے عالم پر اثر انداز تھے اور ایسے بھی تھے جو اکیلے ملکوں پر اثر انداز تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو اکیلے شہر اور علاقوں پر اثر انداز تھے مگر ہر ایک کی ہدایت آسمان سے تھی ہر ایک کی رہبری آسمان سے تھی یہ وہ نظام روحانی ہے جس پر محمد ﷺ چلا کر اور دیکھا کہ تشریف لے گئے پہلے قلب و روح کو اللہ کے سپرد کرنا ہوگا۔

★... ہم جب تک یکسو ہو کر محنت نہیں کریں گے ہمارے کام میں کمزوری آتی جائے گی۔

★... بیان سے پہلے آپس میں مذاکرہ کرنا چاہئے بزرگ کونسی بات چاہتے ہیں کیا بات کرنی چاہئے کس عنوان پر بات کرنی چاہئے۔

★... مجمع تو ہمارا مطلوب ومقصود ہے میں نے وہاں مکہ میں مولوی احمد لاڈ صاحب کو بتایا مجھے غضب آتا ہے (یعنی غصہ) کہ مجمع پہلے جمع ہو اور بیان کرنے والا بعد میں آئے تو یہ شخص غلط ہے داعی تو پہلے سے کھڑا ہوتا ہے۔

★... اور بیان جس کا ہو اللہ سے مانگیں اے اللہ جس باتوں سے تو راضی ہو وہ ہماری زبان پر جاری فرمایہ نہیں جو زبان پر آگیا کہہ لیا۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا جس طرح کوئی زمین پر محنت کرتا ہے تو غلہ ملتا ہے کارخانے پر محنت کرتا ہے تو چیزیں ملتی ہیں اسی طرح اگر ہم حضور ﷺ والی محنت کو حضور ﷺ والی فکر کے ساتھ کریں گے تو اللہ پاک ہدایت کے فیصلے فرمائیں گے۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان پر اعتراض کرتا ہے گویا اس نے حضور ﷺ کے آنسوؤں کی قدر نہیں کی۔

★... مولانا یوسفؒ فرماتے تھے ایک ہے (داہنے) ہاتھ سے کھانا اس کی کوئی قیمت نہیں اور ایک ہے سنت سمجھ کر (دائیں) ہاتھ سے کھانا اس کی قیمت ہے حکم میں طاقت ہے کھانا کھانے میں طاقت نہیں اے لوگو اللہ کے پیغام سلاطین تک پہنچادو۔

★... مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے امت میں سب سے پہلی بدعت یہ پیدا ہوئی اللہ کے نام کو عظمت سے نہ لینے کی ہر آن ہر گھڑی اللہ پاک کی ذات سے اثر لیا جائے چپے چپے پر اللہ ہی ہو؟ اسلام تو کھیل کود کو ختم کرنے کے لیے آیا ہے اور یہ کھیل کود کے لیے دعائیں مانگتے ہیں نفل پڑھتے ہیں۔

★... کمائیوں میں زیادہ وقت لگائیں گے تو شرک، جھوٹ، رشوت وغیرہ کی خطرناک بیماریاں لگ جائیں گی کمائی بقدر ضرورت کرنی ہے جتنا کم کھاؤ گے عبادت کے لیے وقت زیادہ ملے گا۔

★... حدیث شریف میں آتا ہے دنیا مردار ہے اور اس کے پیچھے جانے والے کتے ہیں جو جماعتیں واپس آئیں جب وہ کارگزاری سنائیں تو دیکھو ان کے اندر دین کے مٹنے کا غم پیدا ہوا کہ نہیں وہ مٹنے کے غم کے ساتھ کارگزاری سنا رہے ہیں کہ نہیں۔

★... مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا جنت کی بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کے ساتھ حشر کرنا ہے؟ ہمیں تو یہ کہنا چاہئے کہ ملک و مال آئے ہمیں نہیں چاہئے، ہمیں تو کلمہ چاہئے کلمے والی زندگی چاہئے۔

★... تم جتنے بھی بیٹھے ہو تم کہتے ہو کہ اللہ کے غیر سے نہیں ہوتا اصل میں یہ بات ہم اپنے دل میں اتارنے کے لیے نہیں کہہ رہے ہم کہتے ہیں کہ کھیت سے نہیں ہوتا اور دل میں کہتے ہیں کیوں نہیں ہوتا کھیت بھی ہونا چاہئے اندر چور بیٹھا ہوا ہے سارے دل کا

کھوٹ یہی ہے۔

★... اللہ کا کام کرنے والا وہ ہوتا ہے جو کہے کہ میں کچھ بھی نہیں۔

★... ساتھیوں کا ایک ذہن، ایک خیال اور ایک فکر بنانے کے لیے محنت کرنی پڑے گی اس لیے افہام وتفہیم سے چلنے کی کوشش کی جائے اور دعا بھی مانگی جائے۔

★... سادگی اور مشقت اس کام کی ضروری صفات ہیں۔

★... کسی بھائی کو دعوت دینے پر اگر وہ راضی نہ ہوا اور تیار نہیں ہوا تو اپنی کمیوں، کوتاہیوں کی طرف نگاہ جائے کہ ہمارے ایمان ویقین میں کمی ہے یا کوئی اور ہم میں کمی ہے لہٰذا اپنے ایمان ویقین، معاملات، کمائیاں، ذکر، دعا اور تلاوت وغیرہ کی طرف نگاہ ہو۔ کمی کو پورا کرنے کی کوشش ہونی چاہئے اور پھر دوبارہ اس بھائی سے ملاقات کی جائے۔

★... جو شخص روزانہ نوافل، ذکر وتلاوت کی پابندی تو کرتا ہے لیکن روزانہ دعوت نہیں دیتا اور ترغیب دے کر اللہ کے راستے میں نہیں نکالتا وہ حضور ﷺ والے اعمال میں تو شامل ہے لیکن حضور ﷺ کی بعثت کے حصہ میں شامل نہیں لہٰذا روزانہ جڑنے والے ساتھی دن بھر دعوت کے عمل میں مصروف رہیں اور شام کو جڑنے سے قبل دعوت ضرور دیں، مرکز میں روزانہ جڑنے والے دن بھر دعوت دیتے ہوئے شام کو جڑیں گے تو یہ کام کے مزاج کے عین مطابق ہوگا، راتوں کو دعائیں کرنے سے اور دن میں دعوت دینے سے کام میں قوت آئے گی، دعوت کے بغیر ساتھی صرف خلیفہ ہی بنیں گے۔

★... اللہ پاک کی ذات عالی سے استفادہ کی شرط ہے کہ قدرت سے بنی ہوئی چیزوں سے یقین ہٹ جائے۔

★... داعی کا یقین اس کا حال بن جائے گا تو ان شاء اللہ وہ مجمع پر اثر انداز ہوگا اور غالب ہو جائے گا یقین یہ ہے کہ ہر غیر سے یقین ہٹ جائے۔

★ ... مولانا الیاسؒ فرماتے تھے یہ جو پھساوڑے (رکاوٹیں) آتے ہیں یہ اللہ پاک کی رحمت کے دروازے کھلوانے کا ذریعہ ہیں جب مولانا الیاسؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو سب پرانوں کو جمع کیا اور فرمایا اگر مجھے ایصال ثواب کچھ کرنا ہے تو گھر بیٹھ کر نہ کرنا اللہ کے راستے میں نکل کر کرنا۔

★ ... دعوت اور اعمال کو کرتے ہوئے اگر ہم پر مختلف مشکل حالات آئیں گے اور اس پر گھبرانے کی بجائے اس پر جمنے کی فکر ہوگی اور صبر کریں گے اللہ رب العزت ساری دنیا کی ہدایت کا دروازہ کھولیں گے۔

★ ... کلمہ طیبہ کی دعوت مشاہدہ سے ہٹ کر غیب پر یقین آجائے اللہ کی ذات پر یقین آجائے اس کی مشق ہے نماز سے مراد خواہشات سے ہٹ کر احکامات والی زندگی پر آنا، اعضاء وجوارح کا استعمال اللہ کے احکامات کے مطابق کرنا۔

★ ... کائنات کے راستہ سے فائدہ اٹھانا ہمارا موضوع ہی نہیں ہے ہمارا موضوع براہ راست اللہ رب العزت کی قدرت سے فائدہ اٹھانا ہے اس کی صفات سے فائدہ اٹھانے والے بن جائیں۔

★ ... مجمع کو عادت ڈالنا چاہئے کہ اپنی ضروریات اللہ سے مانگ کر پوری کریں، دکان یا دوسری کمائیوں کے ذرائع کو ضرورتوں کے پورا ہونے کا ذریعہ نہ سمجھیں بلکہ اپنی ضروریات اللہ کی طرف رجوع کر کے پورا کروانے کی کوشش کریں، اعمال کی طرف رخ ہونا چاہیے، مسائل کو وسائل کی بجائے نماز سے حل کروائیں، ساتھیوں کو اپنے تقاضوں پر کم سے کم خرچ کرنے کی ترغیب دی جائے، قدرت سے فائدہ اٹھانا، اور امر کی زندگی اپنانا، فضائل کی تعلیم کرتے ہوئے مسائل کی طرف توجہ کرنا اس کی ترغیب ومحنت چلتی رہے۔

★ ... وقت مقرر کر کے ذکر وتلاوت کریں گے اس لیے کہ پہلے جسم مقید ہوگا اور جب اور پابندی کرے گا تو پھر ان شاء اللہ روح مقید ہوجائے گی اور پابند بنے گی۔

تجارت، زراعت اور دوسرے شعبوں کے اعمال کو زندگی میں جاری کرنے کی نیت سے یہ مشاغل کریں گے تو پھر اعمال سے پلنے کا یقین بنے گا اور ان شاء اللہ ان مشاغل سے آخرت بنے گی۔

★... آدمی ایک وقت میں کام تو ایک ہی کر سکتا ہے زیادہ اہم کام میں لگنے کی برکت سے کم اہم کام میں نہ لگنے کی کمی اللہ پاک پوری فرمادیں گے۔

★... مولانا یوسفؒ نے مجھ سے فرمایا مسلمانوں کے جتنے اجتماعی کام ساری دنیا میں ہیں اس میں یہود و نصاریٰ کی سکیمیں داخل ہیں وہ تعلیم اور دوسرے ذرائع سے داخل ہوتے ہیں اس لیے جہاں جہاں افسران رہتے ہیں وہاں کام کا ماحول بناؤ۔

★... کام آسان ہے اس کو مشکل بنایا گیا ہے جو ہم اپنی ذات سے کر سکتے ہیں وہ کرتے رہیں۔

★... مسلمانوں کی کمیوں کو ہم اپنی کمیاں قرار دیں آئینہ میں جو نظر آتا ہے وہ دیکھنے والے میں ہوتا ہے۔

★... مشوروں کا سننا سنانا فکر کی اجتماعیت کے لیے ہے۔

★... لوگوں سے مطالبہ کرنے کی بجائے اللہ پاک سے مانگنے کی عادت ڈالیں کہ اللہ پاک ساتھیوں کو یا امیر کو اصولوں پر ڈال دیں اگر کسی سے کچھ کروانا چاہتے ہیں یا کسی اصول پر لانا چاہتے ہیں تو ساتھی کی خدمت کرتے ہوئے ہم اللہ سے مانگیں

★... دین تو تکلیفوں سے پھیلتا ہے سادگی اور مشقت کی عادت ڈالنی چاہئے، سہولتوں کو تلاش نہیں کرنا چاہئے، زیادہ عملے کی ضرورت نہیں ہے ساتھیوں کے پسینے پر اللہ رب العزت کو رحم آئے گا اور ہدایت کے فیصلے ہوں گے۔

★... حفاظت کے لیے سورۃ نوح کا ختم بہت مفید ہے۔

★... بیرون ملک جانے والی مستورات کی جماعتوں کے مزاج کا خیال رکھا جائے کہ مستورات کا دینی مزاج ہو، بے دینی کی بات کو دیکھیں تو کڑھن اور غم ہو، جانے

والی جماعت کے دل میں ہر آن، ہر گھڑی مرنے کی فکر ہو اس سے جہاں جماعت جاری ہے وہاں والوں میں بھی یہ فکر پیدا ہوگی، اعمال کا یقین ہونا چاہئے۔

★... ہر آدمی کے اندر یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ اس کے یہاں کی تعریف کی جائے یہ نفسانیت ہے اسے نکالنا چاہئے۔

★... ہمارے ہاں کیوں ہے یا کیا نہیں ہے یہ قانونی بات ہے اس سے بحث پیدا ہوگی دعا کی جائے کہ اللہ پاک ان کے دل میں ڈال دے۔

★... علماء کی قدر و منزلت دلوں میں ہونی چاہئے باطل تحریکوں کا مقابلہ انہوں نے کیا ہے ان کی خدمت میں حاضری دینی چاہئے۔

★... ہماری نگاہ کسی رابطے پر نہ پڑے بلکہ ہمیشہ اللہ ہی کی طرف متوجہ رہیں ہر مسئلہ میں اللہ ہی کی طرف رجوع کریں، وسیلے کو استعمال ضرور کریں مگر اپنا اپنا محاسبہ کرو کسی اور ساتھی کا نہیں۔

★... اگر کسی کام کا ارادہ کرتے ہی اللہ پاک کی طرف دھیان چلا گیا تو اللہ پاک مدد فرماتے ہیں اور غیر کی طرف نگاہ چلی گئی تو پھر مشکلات آتی ہیں جماعتوں کا ذہن بنایا جائے کہ اپنے مسائل کو اللہ پاک کی طرف رجوع کر کے اللہ سے حل کروائیں اجتماعی طور پر جو بات ہو تو اس میں خوب زور دو، انفرادی طور پر بات ہو تو اس میں نرمی کرو۔

★... ہم سب میں ایک دوسرے سے الفت رکھنا ضروری ہے اور ایک دوسرے سے اچھا گمان رکھنا ضروری ہے اور محبت کریں اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اتنی اونچی سے اونچی تشکیلیں کروائے گا جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور اتنی مضبوط اور پائیدار کروائے گا جو برسوں تک چلیں گی۔

★... اصولوں سے واقفیت اپنی ذات پر نفاذ کے لیے ہیں دوسروں کے ساتھ مقابلہ ترغیب ودرگزر کا ہے۔

★... بیرون کے مہمانوں والی جماعتوں کی نصرت میں احتیاط کی ضرورت ہے دنیاوی منفعت کا خیال ذہن میں نہ آوے۔

★... ساتھیوں کی بے اصولی دیکھ کر ان سے علیحدگی اختیار نہ کی جائے اس سے ساتھی تو اصول پر آئیں گے نہیں مگر تم کام سے رہ جاؤ گے اگر تم جڑے رہو گے تو ایک دن ساتھی بھی اصول پر آجائیں گے۔

★... ہر جگہ ذمہ دار اپنے ساتھیوں کی رائے لے کر چلیں انہیں مطمئن کر کے چلیں انہیں جھٹک کر نہ چلیں۔

★... ہمیشہ غریبوں کے محلوں کو ترجیح دو جو دین کے لحاظ سے بھی غریب اور دنیا کے لحاظ سے بھی غریب سب سے پہلے ان میں کام کرو۔

★... وہ اصول جس کی وجہ سے طبیعتوں میں اختلاف پیدا ہو وہ مسلمان کی محبت سے بڑھ کر نہیں ہے لہٰذا وہ بات نہ کرو جس سے آپس کی محبت میں کمی آئے۔

★... مجمع پر کسی قسم کا جبر نہ ہو البتہ کام کرنے والے ساتھی قربانی مجاھدہ کو بڑھائیں، اپنی ساری قوت لگے، قربانی ہو لیکن مجمع پر جبر نہ ہو۔

★... جب تمھارا کوئی ساتھی بیمار ہو جائے یا کمزور ہو جائے تو اس کو کبھی واپس نہ بھیجنا، مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک جماعت بھیجی، ایک ساتھی بیمار ہو گیا، تین چار روز بعد اس نے کہا مجھے واپس نظام الدین بھیج دو، میری وجہ سے جماعت پر بوجھ بنے گا۔ چناں چہ وہ نظام الدین آ گیا۔ مولانا الیاس صاحبؒ نے دیکھا تو فرمایا: ”بدر الدین تو یہاں کیسے آ گیا؟“ کہا بخار ہو گیا تھا، ساتھیوں نے کہا نظام الدین چلا

جا۔ حضرتؒ نے فرمایا: "اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اگر تیری جماعت تجھے چارپائی پر ڈال کر ساتھ لے چلتی تو جو رحمت تجھ پر اترتی وہ ساری جماعت پر اترتی۔"

★... "اجتماعیت کا گرد وغبار بھی بڑا قیمتی (ہوتا) ہے۔ جو مجمع آپ ﷺ نے تیار کیا تھا، وہ اپنے ذاتی حیثیتوں اور مرتبوں کو بھول گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عظیم روحانی انسان تھے جن نظیر نہیں ملتی۔ نہ پہلی امتوں میں نہ اس امت میں، ساری روحانی بلندیوں کے باوجود اجتماعیت میں ایک عام انسان کی طرح ہی رہے، کوئی امتیازی شان نہیں نسبت نبوت سے زیادہ حصہ لینے والے نے اپنی کوئی شان قائم نہ کی۔ بلکہ آخر تک امت کے ہر فرد کے دل داریاں کرتے رہے۔ اس امت میں سب سے بڑا انسان اصولوں پر سب سے زیادہ جان دینے والا اور قربانی کے ہر اصول کو اپنے اوپر دیکھنے والا تھا۔ ہم اصولوں کو دوسروں کے اوپر دیکھتے ہیں۔ یہی ہماری ناکامی کی بنیاد ہے۔"

★... "جو قربانی میں بڑھے گا اس کو دوسروں کی کمیوں سے خاص طور پر اپنے بڑوں کی کمیوں سے نگاہ ہٹانی پڑے گی، دوسروں کی کمیاں دیکھنے سے اپنی ترقی کی راہ بند ہو جائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں ادنیٰ اور اعلیٰ دوسروں میں کمیوں کو دیکھنے سے بچتے تھے، بلکہ دوسروں کی خوبیوں پر نظر تھی، جس سے اجتماعیت بڑھتی اور پھیلتی رہی۔"

★... فرمایا: "مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ رات کو اٹھ کے روؤ، جتنی جلوت ہو اتنی خلوت بڑھاؤ۔" میں نے کہا: "سب کچھ اللہ پاک سے ہوتا ہے۔" اس کو ایک سو بار کہو، ایک بھائی نے سو بار کہا اس کی کی کیفیت ہی بدل گئی، ہر عمل کو سب سے کہتے ہوئے خود بھی کرو، جب حضور ﷺ کو کوئی مشکل آتی تھی تو

نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔“

★... علماء فرماتے ہیں کہ جب خانہ کعبہ پر پہلی نگاہ پڑے اس وقت جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ بھائی محمد رضوان صاحب کہتے ہیں کہ حاجی صاحب نے فرمایا:

★... ”میں نے جب پہلی بار کعبہ شریف کو دیکھا تو یہ دُعا کی تھی یااللہ ہماری محنت کو نہ دیکھ، ہماری محنت تو نہایت کم ہے تو اپنے فضل سے ہدایت کی عام ہوا چلادے۔“

☆☆☆☆☆

میانہ قد، چوڑا سینہ، شرم و حیا سے پُر آنکھیں، گول چہرہ۔ چہرے پہ انوارات کی تجلی، بھرواں داڑھی، کشادہ جبیں، گندمی رنگ، سادہ طبیعت، نرم گفتار، شائستہ کلام، کلام میں ایمان و یقین کی تبلیغ غالب، لبوں پہ ہر دم مسکراہٹ، سفید لباس، مایہ دار ٹوپی، اصلاح اُمت کے لئے کوشاں، ذکر و اذکار کے پابند، حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن کے شاگرد، مجلس احرار کے سرگرم کارکن، حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے تربیت یافتہ، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے صحبت یافتہ، رائیونڈ مرکز کے روح رواں، ان اوصاف و کمالات سے جو شخصیت متصور ہوتی ہے۔ وہ ہیں ہمارے ''حاجی عبدالوہاب صاحبؒ'' جنہیں سب محبت سے ''حاجی صاحب'' کہا کرتے تھے۔

۱۸ نومبر ۲۰۱۸ء کو لاکھوں سوگواروں اور متوسلین کو چھوڑ کر صرف ایک شخص ہی نہیں گیا بلکہ ایک مبارک عہد ہم سے جدا ہو گیا۔

زیر نظر نقوش اسی گلستان سے چند نا تمام پھول چننے کی ادھوری سی کاوش ہے جس سے اس مبارک ہستی کی مہک آتی رہے گی۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

دار التقویٰ
مرکزی دفتر: جامعہ دار التقویٰ چوبرجی پارک لاہور
03-222-333-224 0321-777-1130 042-37414665 +92 322 2333224
daruttaqwa.online@gmail.com www.daruttaqwa.org /jamiadaruttaqwa